



CALL No. {                      ACC. No.                     

AUTHOR                     

TITLE                     

R18.0/1.07

Date		No.	
1902		1121	
1121		1121	



ایماندا اولاد بیزین سوزلر  
 ان ایماندا بیزین سوزلر

— — —

مواضع

مہ نفعی الدین حیات بے نسل کیلئے آئینہ کار ہے

میں بدایوں

ہن میں آہستہ

نظام الدین بین نظامی دین

نظامی پریس بدایوں میں

۱۹۰۷ء



708 6  
1000000  
13215

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

حامداً و مصلّياً

الحمد لله الذي جعل في هذا الكتاب من جملة ما كتبه من كتب التوفيق والهدى  
 في ارباب بصيرت واصحاب جنت کی خدمت میں التماس کرتا ہے کہ اس کتاب کو  
 وقت تالیف کتاب تذکرۃ الواصلین بعض احباب کے اصرار سے  
 باجزم کیا تھا کہ ایک رسالہ میں تاریخ مفصل شہر بدایوں کی لکھ کر بدیہ ناظم بن  
 ناکیونکہ اس شہر قدیم مردم خیز کی کوئی تاریخ نہ تھی شرح مفصل اس وقت تک باوجودیکہ  
 اہل کمال ناظم و ناثر و مورخ اس خط میں ہوئے مگر کسی نے بوجہات چند  
 بہ اول تو تاریخی سرمایہ قدیم ملنا دشوار تھا دوم ان اصحاب کو اشغال خاص ہے  
 ان عامہ کی طرف توجہ نہ تھی اگرچہ ملا عبد القادر نظامی پوری صاحب تخت دار  
 نام ہندوستان کی تاریخ عہد اکبر میں نہایت معتبر لکھی ہے اور وہ بنام تاریخ  
 فی مشہور ہے الا انہیں ملا صاحب نے خاص اس شہر کے حالات تاریخی

وسج نہیں فرمائے۔ اس لیے خاکسار نے کتب ہائے مفصلہ ذیل سے اس کا مرتب کر کے باسم کنز التاریخ موسوم کیا جو تاریخ تالیف رسالہ ہذا ہے۔

اسما کو کتب جو بوقت تالیف رسالہ ہذا مولف کے پیش نظر

طبقات ناصری - تاریخ فرشتہ - منتخب التاریخ بدایونی ملا علی قلی - آئین اکبر -  
 ترک چھاگیری - تذکرہ ہفت اقلیم امین احمد رازی قلمی مصنفہ ۱۰۸۵ھ - اکبر نامہ ابوالا  
 تاریخ طبری - تاریخ برنی فیروز شاہی - تاریخ خاوند شاہی - سیر المتاخرین شیخ الا  
 فزہتہ القلوب حماد مستوفی - آثار الامراء - آثار عالمگیری - ترک تازان ہنس  
 زبدۃ التواریخ - جامع التواریخ - تاریخ بیہقی - تاریخ دول اسلام - حضرت شہنشاہ  
 صفی نامہ ابن بطوطہ - جام جہاں نما فارسی مولفہ محمد قدس اللہ صمدی ساکن جو فرخا  
 علاقہ سمنہل - عالم آرا سے عباسی - بدایع النہور - گلستانِ رحمت قلمی - اخ  
 تاریخ جلد ولیمہ - روضۃ الاحباب - روضۃ صفی مولفہ اکرام اللہ محشر بدایو  
 تقویم البلدان - خزائن الفتح - تاریخ فرخ آباد اردو - اقوام الہند اردو - تا  
 راجہ شہو پرشاہی - ایس - آئی - تاریخ عجیب - تاریخ سچم - راج ترنگی اردو  
 اردو - تاریخ ہندو کا رالہ خاں شمس العلماء مولفہ حال اردو - گزیٹیر بداول انگل  
 گزیٹیر شاہ جہاں پور انگریزی - گزیٹیر بریلی انگریزی - گزیٹیر مراد آباد انگریزی  
 پورٹ بند و سبب بدایوں ۱۸۵۷ء کا ریکل صاحب بہادر - پورٹ بند و سبب  
 بدایوں ۱۸۵۷ء مولفہ مسٹن صاحب بہادر - ترجمہ تاریخ الفسٹین اردو - طائر  
 ہنر صاحب اردو - تاریخ مصائب غار سرگزشت ایدو و صاحب بہادر کاکا

وسہسوان کی ایام بارش میں بوجہ قرب دریائے گنگا ورام گنگا وسیلابی وغیرہ کے خراب ہوجاتی ہے۔ باقی پرگنہ جات مثل خاص شہر بدایوں و سبولی و اسلام نگر و اجمبانی کی ہمیشہ آب و ہوا اچھی رہتی ہے۔

فصلی بیماری ایام بارش و شروع سرما میں کبھی کبھی مثل پت و لرزہ و تھنہ کے ہوجاتی ہے اور بہ نسبت دیگر اضلاع کے بفضلہ تنالے و بائی امراض اس جگہ کم ہوتے ہیں اور سودا خاص شہر کا نہایت ضرب المثل ہے۔ چنانچہ مشہور مقولہ دو شام دہلی صبح بدایوں، ہو اور یہ بوجہ انفاس بابرکات بزرگان و شہرہ کے جو یہاں مدفون ہیں سمجھنا چاہیے۔ اس شہر کے اطراف و جوانب کا جھجکل قبل صبح صادق نہایت خوش منظر و دلچسپ معلوم ہوتا ہے۔

قبل آمد اسلام بھی اس شہر کی فضا نہایت عمدہ مشہور تھی چنانچہ جو پیچہ منڈی دروازہ کے قدامہ کی عمارت سے پڑانے زمانہ کا اگست ۱۸۷۹ء میں برآمد ہوا اور وہ عجائب خانہ لکھنؤ میں جگم گورمنٹ رکھا گیا ہے۔ یہ پیچہ کھن پال کے زمانہ کا کسی مندر میں لگا تھا۔ سنسکرت زبان میں چند اشعار اس پر کندہ ہیں۔ جسکا مفصل حال ہم آئندہ کہیں گے۔ یہاں کی آب و ہوا کے متعلق اس کی سطر اول میں یہ درج ہے کہ دو اس شہر کے گرد و نواح میں ایسے درخت ہیں جو فردوسی درختوں کے مشابہ ہیں اور کثرت سے شکار کے درختوں کے عن پھولوں سے روشن ہے اور نہایت عن گندھروں سے مزین اور سنٹانا اور کالپا کے درختوں سے محیط

اور آسمانی دریا کے بہنے سے تمام جہت و احاطہ برائیوں کا یہاں سے دور رہتا ہے

## فصل سوم

### دریا و بحرینات ضلع بدایوں

**دریا** | اس ضلع بدایوں میں پانچ دریا واقع ہیں۔ گنگا۔ رام گنگا۔ ندی سوت ندی مہا با۔ ندی ارل۔ گنگا جانب غرب و جنوب ہے جس کا طول اس ضلع میں ۹۳ میل ہے اس دریا کے گھاٹ جو مشہور ہیں وہ راج گھاٹ اور گھاٹ انوپ شہر ضلع بلند شہر میں اور کچھلا گھاٹ ضلع بدایوں میں اور قادچوک کا گھاٹ ضلع ایٹہ میں اور گھاٹ سورج پور ضلع فرخ آباد میں واقع ہیں جنکے ایک جانب ضلع ہزارہ راج گھاٹ پر ایک بڑا پل آہنی اور دھروہیلکھنڈ ریلوے کا بنا ہے۔ باقی گھاٹوں کے سوائے ایام بارش کے کشتیوں کا پل بنایا جاتا ہے۔ منجملہ ان گھاٹوں کے ڈوگھاٹ یعنی کچھلا اور قادچوک کا پل کلکٹر ضلع بدایوں کے اہتمام سے ٹھیکہ داروں کو دیا جاتا ہے۔ ۱۸۷۵ء فصلی میں اس دریا کے گھاٹوں کی آمدنی جو ضلع ہذا میں ۲۴ یا ۲۵ ہزار روپیہ سالانہ بنتی باقی گھاٹ چھوٹے چھوٹے ہیں جو لابن ذکر نہیں۔

رام گنگا اس ضلع میں قریب ۶۳ میل کے جاری ہے اس ضلع میں شرق و جنوب کو جا کر ضلع شاہ جہاں پور میں موضع ڈھائی کی طرف چلی جاتی ہے اور اسکا مشہور گھاٹ بیلا ڈانڈی اُس سڑک پر ہے جو شاہ جہاں پور جاتی ہے

۱۔ آسمانی دریا سے مراد دریائے گنگا سے ہے۔

اس گھاٹ کی آمدنی سالانہ قریب تین ہزار روپیہ کے ہے۔ یہ ہر دو دریا پہاڑ سے نکلے ہیں۔

**سوت ندی** اس دریا کا نام یاروفا دار۔ دل تھمن۔ بھی ہے۔ اور اس نام کی وجہ سے اسٹریٹ صاحب اپنی کتاب میں اس طرح تحریر کرتے ہیں کہ وقتاً بوقتاً محمد شاہی میں خوشحال چند نے لکھا ہے کہ یہ نام ایک بادشاہ اہل اسلام نے اسوجہ سے رکھا کہ اُس کی فوج قریب شہر کے پڑی ہوئی تھی جب اُس نے کوچ کیا تو اُس کو پانی ملنے میں تکلیف ہوئی اور اُسے ایک چشمہ رواں نظر آیا اس چشمہ سے جو زیادہ حصہ اس ضلع میں گھوم کر گیا ہے اُس سے باسانی پانی دستیاب ہوا تو اُس نے اُس کا نام یاروفا دار دل تھمن رکھا۔ یہ ندی موضع پیلہ کھنڈ پر گئے امر وہہ ضلع مراد آباد سے نکلی ہے اور اس ضلع میں جانب غرب پر گئے اسلام نگر میں اولاً داخل ہوئی۔ اور پھر پرگنہ بسولی و ستاسی و بدایوں و کوٹ و اُجھیا پانی و اوہت ہو کر موضع کھیراجا پلو سے گزر کر حدود ضلع شاہجہاں پور میں جا نکلتی ہے اور پرگنہ مہر آباد ضلع مذکور میں آکر ڈھائی گھاٹ پر گنگا سے مل گئی ہے۔ روہیلہ پٹھانوں کے عہد میں دوپٹل عین ضلع بدایوں میں اس ندی کے بنائے گئے تھے۔ شہر بدایوں کے بن زيارت حضرت سلطان العارفين صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مقابل ایک پل فتنہ خاں نالسا ماں نے جو حافظ رحمت خاں مرحوم کے سرواروں میں تھے تعمیر کیا اور دوسرا پل موضع بنو یا میں متصل بسولی و نندے خاں نے جو حاکم بسولی تھا

بنایا۔ اور ایک پل پختہ شیخوپور کے متصل بنا ہوا تھا۔ یہ پل پہلے بوجہ بنیانی ۱۵۶۷ء شکست ہو کر نیست و نابود ہو گئے۔ ایک پل قریب زیارت حضرت سلطان العارفين رحمۃ اللہ علیہ سٹرک اریکل صاحب بہادر کلکٹر سابق ضلع نے ۱۸۶۱ء میں بنایا جو اس وقت تک موجود ہے باقی اور کوئی پل اس دریا کا نہیں ہے۔

**مذی مہا با۔** یہ دریا ضلع مراد آباد کی ایک دلدل سے نکھر کر گنہ رجپورہ واسپورہ وسہسوان و پرگنہ اُجھیاہی میں ۶۵ میل لٹا ہوتا ہے اور جنوب و مشرقی حصہ میں موضع حسین پور پرگنہ اُجھیاہی کے قریب دریائے گنگ سے ملتا ہے کوئی سرکاری گھاٹ اسپر نہیں۔ بارش کے زمانہ میں قرب و جوار کے دیہات کو سیلاب سے نقصان پہنچاتا ہے۔

**مذی ارل۔** اس کو آری بھی کہتے ہیں اور وہ ایک چشمہ سے موضع کو سامی پرگنہ سنبھل ضلع مراد آباد سے نکھر کر اس ضلع میں موضع اجیت پور خسر بی حد پرگنہ اسلام نگر میں داخل ہوتی ہوئی پھر پرگنہ بسولی سے سرحد بریلی تھمبیل آنولہ اور رام پور میں ہو کر ترقی پور ضلع بدایوں کے قریب سے پرگنہ سلیم پور میں گزرتی ہوئی موضع پاٹ پرگنہ دانا گنج میں موضع نواد ابدن کے پاس شامل رام گنگا ہو جاتی ہے۔



**معدنیات |** اس ضلع میں کوئی کان کسی قسم کی سوائے کنکر کلاں اور خور کے پائی نہیں جاتی ضلع کے اکثر حصہ میں چٹان بڑے بڑے کنکروں کی ہیں اور چھوٹا کنکر جو سڑک کے لیے اور چونہ میں کارآمد ہے نکلتا ہے اور موضع اہروان پرگنہ اُجھیاہی میں ایک تالاب سے ٹمٹی جسکو پنڈول کہتے ہیں اور نیز

چونکہ کام آسکو پکار لیتے ہیں برآمد ہوتی ہے اور کسی قسم کی معدنیات اس ضلع میں نہیں ہیں۔ سوائے کوروں و ساکھو کے درخت جنگلی ڈھاک و غیرہ بکثرت پائے جاتے ہیں۔ عمارتی اسلام سے پہلے جنگل حوالی شہر و ضلع میں بہت تھا۔ بنائونہ سلطنت مغلیہ کے زمانہ میں بھی تواریخ میں مندرج ہے کہ یہاں شکار بکثرت مثل نیل، گاسے و بارہ و چیتیل و غیرہ جانوران کا دستیاب ہوتا تھا اور لوگ تار کھینے دور سے آیا کرتے تھے۔ اب بوجہ کثرت آبادی جنگل بہت کم ہو گیا ہے۔ باغات آرم اس ضلع میں بکثرت تھے لیکن اب وہ بھی کم ہوتے جاتے ہیں۔



**ریلوے اور سڑک** او دھروہیلکھنڈ ریلوے کی وہ شاخ جو بریلی سے علی گڑھ کو جاتی ہے وہ ضلع ہذا کے گوشہ شمال و مغرب میں ہو کر گذرتی ہے جسکا طول اس ضلع میں چالیس میل ہے اور اسٹیشن محمود پور کرنلی آصف پور۔ دنبورہ۔ بیرالہ ہیں۔ دوسری جدید شاخ روہیلکھنڈ کمالیوں ریلوے کی بریلی سوروں ریلوے کے نام سے نکلنے والی ہے جسکی پیمائش ہو چکی ہے اسکا طول ضلع ہذا میں تیس میل ہو گا جو دریائے اہل کے قریب سے پرگنہ بادایوں۔ بناورا اور گھٹ پوری کے قریب ہوتی ہوئی اور بدایوں۔ شیخوپور۔ اجمپانی کچھل سے گذرتی ہوئی سوروں میں جا کر راجپوتانہ۔ مالوہ۔ ریلوے سے مل جائیگی اسکے لیے پل دریائے گنگا بمقام کچھل یا پرپول تیار ہو گا اور سوت کا پل شیخوپور کے قریب تیار ہونے کی ضرورت ہے۔ اس کے سوا سڑک کا پختہ و ختم بھی ضلع ہذا میں واقع ہیں۔ سب سے زیادہ بڑی و سڑک ہے



جو جنرل روڈ کے نام سے مشہور ہوا اور بریلی سے بنا وڑ بدایوں - اُجمبیانی کچھلہ  
 ہوتی ہوئی ضلع اٹھ کو جاتی ہے۔ دوسرے نمبر پر اُجمبیانی سے ہسپوان والی  
 سڑک ہی جسکی ایک شاخ مخربا سے ملتی کو جاتی ہے۔ تیسرے بدایوں سے غار فیروز آباد  
 ہوتی ہوئی ایک سڑک اسٹیشن آنولہ کو جاتی ہے۔ چوتھے بدایوں سے نوشہرہ  
 ہوتی ہوئی ایک سڑک قادریچوک تک نکالی گئی ہے۔ پانچویں بدایوں سے  
 بسولی تک ایک سڑک پختہ نکالی گئی ہے جو سلہری تک پختہ ہے اور باقی  
 مختلف سڑکیں خام بھی ہیں۔

## فصل چہارم

خاص بدایوں اور اُسکے پرگنہ چٹا کے تغیر و تبدل کا بیان

بدایوں کے حالات جغرافیہ قبل آمد اسلام یہ دریا وقت نہ ہو سکے کہ اس میں کون  
 کون قبضہ شامل ضلع تھے۔ الا عہد اسلام میں سلطنت مغلیہ کے وقت اس  
 بعد اکبر بادشاہ آئین اکبری میں شیخ ابوالفضل نے جو قصبہ جات و پرگنہ جات لکھے  
 ہیں معہ تعداد اراضی و آمدنی نقد و مدد و معاش و تعداد سپاہ و کار بدایوں کو  
 ہر ایک پرگنہ میں تھی وہ بخوبی معلوم ہو سکتی ہے۔ چنانچہ ایک نقشہ صفحہ ۱۱ پر  
 درج کرتے ہیں۔



اس وقت ۱۳ پر گن جاتا پر سرکار بدایوں کی تل تھی۔ اگرچہ آئین اکبری میں آمدنی باعتبار دام لکھی ہے لیکن دام روپیہ کا چالیسواں حصہ تھا لہذا نقشہ میں علاوہ دام کے ہتھے روپیہ کی بھی تعداد مندرج کر دی ہے اس نقشہ میں جو ۱۲ پر گنے ہوئے ہیں اکبری کے درج کیے ہیں اب ان پر گنوں سے اجاؤں۔ آئولہ۔ بریلی۔ برسیبر۔ سینھا۔ ضلع بریلی میں بدایوں سے خارج ہو کر شامل ہو گئے۔ سینھا کا پرگنہ البتہ کسٹنڈر باقی رہ گیا ہو جو تفصیل دانا گج میں پرگنہ سلیم پور کے نام سے قائم ہے اور پرگنہ کانٹ۔ پونا۔ گویلا۔ بلانی۔ ضلع شاہ جہاں پور میں شامل ہو گئے ہیں اور ایک حصہ پرگنہ بلانی کا ضلع بریلی میں تفصیل پٹی بھیت یعنی پرگنہ پٹی بھیت اور پرگنہ جہاں آباد پرگنہ رچھا میں شامل ہوا لیکن اب پٹی بھیت کا ضلع علیحدہ ہو گیا ہو۔ قدیمی پرگنہ منگلہ ۱۳ محال کے ہوسرکار بدایوں میں تھے صرف جو پٹی بدایوں۔ سہسواں۔ سٹریا۔ ستاسی۔ کوٹ سالباہن اور جنو پرگنہ سینھا جو پرگنہ سلیم پور پر ضلع بدایوں میں اب تک بدستور موجود ہیں اور سرکار منہل کے پرگنہ جات میں سے جو ضلع مراد آباد میں شامل کیے گئے تھے وہ ضلع بدایوں میں اب شامل ہو گئے ہیں۔ جنکی تفصیل ذیل میں ہے۔

بنو دہنا یعنی اسلام نگر۔ راج پور یعنی راج پور۔ گنور۔ اسد پور۔

اب ہم ایک نقشہ بموجب آئین اکبری کے پرگنہ جات قایم موجودہ ضلع بدایوں اور پرگنہ جات جدید کا جو۔ پر منہل ضلع مراد آباد سے منسلک شامل بدایوں ہوئے اور آئین اکبری میں انکا رقبہ اور آمدنی جو اس وقت تھی ذیل میں درج کرتے

نمبر شمار	نام محل	تاریخ تاسیس	تاریخ تاسیس	تاریخ تاسیس	تاریخ تاسیس	تاریخ تاسیس
۱	چولی بداول	۲۸۶۹۸۸	۲۸۶۹۸۸	۲۸۶۹۸۸	۲۸۶۹۸۸	۲۸۶۹۸۸
۲	سہسوان	۲۸۶۹۸۸	۲۸۶۹۸۸	۲۸۶۹۸۸	۲۸۶۹۸۸	۲۸۶۹۸۸
۳	نندیالہ	۲۸۶۹۸۸	۲۸۶۹۸۸	۲۸۶۹۸۸	۲۸۶۹۸۸	۲۸۶۹۸۸
۴	کوٹہ سالانہ	۲۸۶۹۸۸	۲۸۶۹۸۸	۲۸۶۹۸۸	۲۸۶۹۸۸	۲۸۶۹۸۸
۵	راپڑی چوہدری	۲۸۶۹۸۸	۲۸۶۹۸۸	۲۸۶۹۸۸	۲۸۶۹۸۸	۲۸۶۹۸۸
۶	گنڈر	۲۸۶۹۸۸	۲۸۶۹۸۸	۲۸۶۹۸۸	۲۸۶۹۸۸	۲۸۶۹۸۸
۷	ہنودہ اسلام	۲۸۶۹۸۸	۲۸۶۹۸۸	۲۸۶۹۸۸	۲۸۶۹۸۸	۲۸۶۹۸۸
۸		۲۸۶۹۸۸	۲۸۶۹۸۸	۲۸۶۹۸۸	۲۸۶۹۸۸	۲۸۶۹۸۸

اولاً ہم کو یہ ظاہر کرنا ہے کہ یہ تیرہ محال سرکار ہدایوں کے قدیم زمانہ میں کسٹ وینرن کے نام سے مشہور تھے۔

مگر کنگھم اپنی تحقیقات میں بیان کرتے ہیں کہ ہوانگ زنگ پہلی شاہ نے اپنے سفر نامہ میں لکھا ہے کہ اہامی چھتر ان سب کا صدر مقام تھا اور اس کے حدود جس نصف شمالی روہیلکھنڈ شامل ہے اس طور پر تھے۔ چنانچہ شمال کوہ ہمالہ اور جانب جنوب دریائے گنگا اور جانب غرب پہلی بھیت سے تا، خیر آباد جو دریائے گھاگرا کے قریب مشرق میں واقع ہے۔ ان سب

حدود کے درمیانی شہر و قصبات ضلع امانی چھترا میں شامل تھے۔ امانی چھترا  
 قریب آنولہ کے ہے جسکو اب رام نگر کہتے ہیں اور وہاں ایک بہت بڑا قلعہ  
 شکستہ کسی زمانہ قدیم کا موجود ہے جو کھنڈراتوں پر ہے اور اس میں خود رو درخت  
 اور کچھ کاشت بھی ہوتی ہے (گزشتہ صفحہ پر مانی ۶۴۱) ہم اس مقام پر آئی  
 کچھ عبارت کا ترجمہ لکھتے ہیں۔ سورج نکلور گنتا ہے کہ قلعہ امانی چھترا قریب  
 آنولہ کے واقع ہے۔ مہا بھارت کے زمانہ میں پنجالوں کی بڑی سلطنت ہمالہ  
 کے جنوب سے چنبل تک چلی گئی تھی امانی چھترا اسکے شمالی حصہ کا جس کہ  
 اب روہیلکھنڈ کہتے ہیں دار السلطنت تھا۔ مہا بھارت کی لڑائی سے کچھ پہلے  
 ورنوٹا نے جو پانڈوں کا استاد تھا۔ پنجالہ کے بادشاہ کو اس ملک کے  
 تختہ سے نکال دیا اور ان کے یہاں رہنے لگا۔ امانی چھترا حضرت مسیح  
 علیہ السلام کے دو سو برس پیشتر مہا بھارت کے تختہ سے زمین و آسمان میں فیر کر  
 تھا۔ اور دیگر شہادتیں بھی اس تحقیق کی تائید کرتی ہیں۔ ہوا ٹھکانا پیرنگ۔ مانچن  
 سیاح کہتا ہے کہ اشوک نے دو سو پچاس برس قبل جیسے سے یہاں پر ایک  
 پودھ کا مندر بنایا تھا۔ اجد اشوک کے زمانے کے سکے اب بھی قرب و جوار میں  
 برآمد ہوتے ہیں۔ اور اس مقام امانی چھترا کو اکثر آدی کوٹ بھی کہتے ہیں۔  
 عام روایت یہ ہے کہ اسکا بانی آدی اہیر تھا کہ جو ڈرونا کا ہم عصر ہوا ہے اس  
 روایت کی قدامت بطلیموس کے جغرافیہ سے ظاہر ہوتی ہے جو شلہ میں  
 مرتب ہوا تھا۔ اس جغرافیہ میں اس شہر کا نام آدی سورا  
 لکھا ہے۔

اسی تحقیق سے آؤ کہ میں بعض دیہات ایسے ہیں کہ جہاں مذکورہ ہما بھارت میں پایا جاتا ہے مثلاً موضع اللوریا گورگاٹوہ کہ ان ہر دو کا ذکر ہما بھارت میں درج ہے۔

امانی چھتر میں غالباً بودھ اور جین مذہب والے رہتے تھے اور قریبی ڈھاک کے جنگل میں جہاں درختوں سے صاف ہو گا دیگر قصبہ بھی آباد تھے۔ یہ زمانہ نانہ بدوشان کا تھا اور اعلیٰ اقوام وہ گروہ تھے جو اپنی مویشی جنگل میں چرایا کرتے تھے۔ آدمی ایک چرواہا تھا جو متقل بود و باش کا اس ضلع میں بانی ہوا۔ کثرت سے کھدے ہوئے نالاب تھیل پیلی بھیت میں اور دیگر مقامات میں چرواہوں کی طرف منسوب کیے جاتے ہیں مشہور یہ ہے کہ پہلے باشندے اس ملک کے جسکے حدود ہمالہ اور گنگا کے درمیانی ہمنے لکھی ہیں۔ قوم اہیر اور گوالے اور گوجر اور دیگر اقوام تھے یہ ملک پٹنہ اہیران مشہور تھا چنانچہ اب بھی ضلع بدایوں میں پرگنہ رچپورہ واسد پور و گنوارہات کے نام سے مشہور ہے اور وہاں کثرت سے اہیر آباد ہیں (پرسن ایک مشہور شہر آباد کیا ہوا ان ہی اہیروں کا رام گنگا کے کنارے تھا سات میل تک اس کا رقبہ آبادی کا تھا۔ پچھونی یا پچوئی کے بھی یہی بانی اہیر کہلاتے ہیں۔ پچوئی میں تابنے کے سکے اب تک پائے جاتے ہیں۔

بلایہ اور پرسو اکوٹ کا بانی مشہور و تپا کہا جاتا ہے۔ لیکن پرسو اکوٹ اُس نے اپنے ملازم مسمیٰ پر اسو اسکے واسطے تعمیر کیا تھا غالباً یہ دونوں ایک ہی زمانہ کے تعمیر شدہ ہیں۔

پٹر واپے مذکور الصبر غیر آریا قوم سے تھے ۶۳۵ء میں جین بودھ چانتری

سسی ہوں رنگ اس ضلع میں آیا اس زمانہ میں یہ ملک دو سلسلوں میں منقسم تھا۔ اسکا شمالی حصہ گودی سانایا کاشی پور میں شامل تھا۔ اور جنوبی اہائی چھتر۔ ۴۹۵ میل اہائی چھتر کا اور تین سو پینتیس میل کاشی پور کا رقبہ تھا۔ یہ دونوں ملک بودھ مذہب کے مرکز اور قلعے تھے چینی سیاح نے مفصل حال ان دونوں کا نہیں لکھا الا سیاح مذکور لکھتا ہے کہ میں نے اس ملک میں نو برہمنوں کے سندر اور تین سو جوگی اس شہر میں دیکھے ساتویں صدی عیسوی میں یہ اضلاع بدائیوں و بریلی و پیلی اجمیت و شاہ جہاں پور جو سرکار بدائیوں میں شامل تھے مع ضلع مراد آباد و بجنور کے ملک کٹھیر کے نام سے مشہور تھے۔ اس سے پہلے یہ نام نہیں پایا جاتا تھا اس نام کی وجہ تسمیہ چنپور سے سورجین نے لکھی ہے۔ بعض یہ کہتے ہیں کہ مخرج اسکا آراہنی کٹھیر ہے۔

چنرچو بان بھاٹ کہتا ہے کہ ۱۲۷۷ء میں رام پراہاکم اوجین نے ۲۶ شاہی نسلوں کو زمین عطا کی گھر کو کٹھیر دی مٹی جو ایک قوم کا راجپوت تھا۔ گزیٹیر شاہ جہاں پور سے راجپوت کٹھیر کی وجہ تسمیہ اس طرح سمجھی جاتی ہے کہ کٹھیر روہیلکھنڈ کا ایک حصہ ہے کٹھیر یا گھٹاکر بوجہ بود و باش ملک کٹھیر کٹھیر یہ کہلاتے تھے۔ ملک کٹھیر یا گھٹاکر دارالامارہ لکھنؤ جسکو اب شاہ آباد کہتے ہیں تھا۔ رجو شاہ جہاں پور سے شرق کو دس کوس کے فاصلہ پر واقع ہے اور ضلع ہردوئی ملک اودھ میں ہے) زیادہ تر حصہ ملک کٹھیر کا ضلع شاہ جہاں پور میں شامل ہے۔

آئین اکبری کے زمانہ میں گورکے نام سے مشہور تھا۔ اس نام کا اب بھی موضع گورکھنیل  
ہواہاں میں ایک گاؤں ہے جسکو گولاراسے پورکتے ہیں وہاں ایک گڑھی شکستہ  
موجود ہے۔

۱۵۲۷ء میں سلطان سید علاء الدین بادشاہ دہلی کو بدایوں کی آسپاہ سپہا پسند  
آئی اور دہلی چھوڑ کر اپنا صدر مقام بدایوں کیا اور عہد اکبری میں اس صوبہ کا نام  
سرکار بدایوں ہوا اور اسکے متعلق مداحال تھے جیسا کہ نقشہ بالا میں مسم  
لکھ چکے ہیں۔

عالم گیر کے عہد میں سرکار بدایوں کا لقب اڑدیا گیا اور چکریلی کے متعلق ہو گیا۔  
لیکن اس وقت تک یہ ملک کٹھیہ ہی کے لقب سے ہوا جاتا تھا۔ بعدہ جب سہیلہ  
پٹھانوں نے تسلط پایا تو ان کے عہد میں یہ صوبہ روہیلکھنڈ کے نام سے مشہور  
ہوا۔ پھر سرکار انگلشیہ کے عہد میں یہ اعتبار کشمیری روہیلکھنڈ ویزن لکھا جانے  
لگا اور اسکا صدر مقام بریلی ہوا اور یہ ڈویژن بہکاظ صوبہ مالک مغربی و شمالی  
کے نام سے موسوم ہوا چنانچہ اس وقت تک اسی لقب سے ملقب ہے۔ البتہ  
سنہ ۱۸۱۷ء سے ملک مغربی و شمالی کی بجائے مالک متحدہ اگرہ و اودھ  
کے نام سے موسوم ہوا ہے۔

روہیلکھنڈ ڈویژن میں موضع دیوریت تحصیل پہلی بھیت سے ایک کتبہ ۱۸۲۷ء  
راجہ لاک کے زمانہ کا جو راجہ بین کا پوتا تھا۔ برآمد ہوا یہ موضع سرکار بدایوں کی

۱۸۲۷ء نقل ترجمہ کتبہ مندرجہ گوتمیر ضلع پٹی صفحہ ۴۷۵ ۴۷۶ موضع دیوریت (۱۸۲۷ء)  
ایک کتبہ پھر راجہ لاک کے زمانہ کا جو راجہ بین کا پوتا تھا ۱۸۲۷ء میں ایک دیوریت سے مقام کن پوتا متعلق دیوریت  
(۱۸۲۷ء نوٹا ہوا)



حدود میں بعد اکر تھانہ ایہ کتبہ نوٹ میں درج ہے۔

## فصل پنجم حالات خاص شہر بدایوں و دیگر قصبہ حالت

بدایوں ایک بہت پورا ناشر ہے کہ جسکے ٹھیک زمانہ آبادی کو ہم نہیں بیان کر سکتے ہیں اس کی قدامت کو جملہ مورخان نے تسلیم کر کے زمانہ شروع آبادی شہر سے معذرت طلب کی ہے پس مولف کو کسی طرح اس بات کا نشان نہیں ملا کہ اپنی رائے و ثوق کے ساتھ زمانہ شروع آبادی کی بابت ظاہر

کے برآمد ہوا اور یہ کتبہ مندر دیوریہ میں رکھا ہے اور سرود حاکم پرشاد پکرا اور تی نے برنگانی جیس پر نسیپانز جمعہ کیا ہے۔

نمبر ۱۔ خدا کرے کہ وہ جس کے لیے تمام حیرت زدہ باشندے یقیناً عالم کے بہن بڑھتے ہیں اور دعائیں مانگتے ہیں (جبکہ مرثعہ سرسپانوں کے سرداران کا کرنے والے پہاڑوں کے پنجے جھاک گیا اور اطاعت شمار زمین کی گود میں آگیا) یہ دعائیں اور بہن اس کی آسان کو شش پر جو وہ بدوں کے یعنی دیون کے ظلم کے روکنے کے لیے کرتا ہے پڑھے جاتے ہیں اور وہ کہیں نے دقل سر والے کو یعنی راون کو نہ پر کیا جو اپنی طاقت اور بہادری پر ناز کرتا تھا وہ تھیں گناہوں کی کثرت سے بچائے۔

نمبر ۲۔ خدا کرے کہ گریجا (دیوی) جو پہاڑ سے پیدا ہوئی، جو موتیوں کی مالاسے مرثعہ ہے اور وہ موتی ڈنڈا ہانسیوں کے سر سے گرے تھے جو ہاتھی مثل ڈنڈا کے تھے اور جو اس کے کنڈیل کے سے چہرہ پر ہانڈ کا سا ہالہ معلوم ہوتا تھا اس دنیا کو برکت دے (بقیہ نوٹ بعض آئندہ)

کر لی الا یہ ضرور پایا ہوتا ہے۔ راجہ بھرت کے زمانہ میں یا حبیب کو روڈ وینچالہ قوم  
کا آبادی تھی یہ شہر آباد تھا جیسا کہ آئندہ تحریر سے ناظرین کو ثابت ہوگا یہ شہر  
ہاں ایستہ پر فضا اور گنجان آباد ہے عمارات خوش قطع و بازار بارونق ہے

نمبر ۱۔ خدا کر کہ بھٹہ کی شاہی نسل کہ جو پیشتر لچھی کی دھپسی اور ناز کا منظر تھی اور جسکا میدان  
جہاں باقاعدہ سپاہ سے جو فنون جنگ سے مرصع تھی اور شعور شہزادوں کی مسرت کا سمندر۔  
۱۔ جمیل جہاں لچھی مہن کی طرح پانی میں کھیلتی تھی۔ اور راہ راحت تھی اُن اشخاص کی جو کہ بہادرانہ کام  
سے فارع ہو چکے تھے اور ایک جلا دینے والی آگ تھی اپنے دشمنوں کے لیے مغز رہی۔

نمبر ۲۔ ایک مہاراشی مسی چیاون وہ جنگی جہیں کی شکن نے دیوتاؤں کے سرور یعنی اندر کے  
غور کو روک دیا جبکہ وہ مشہور جرم کا فرکب ہوا۔ وہ جو کہ اپنی شہرت سے دنیا کے تمام حصوں میں  
مشہور تھا اس قوم کا بانی تھا۔

نمبر ۳۔ اس خاندان میں جو کہ بہت اچھے کاموں کے لیے مشہور تھا۔ وہاں پیدا ہوا جو دنیا کی  
ذیب و زینت تھا اور بادشاہوں کا سزناج اور جس کے گھر میں کبھی نے قیام کیا۔ اس خاندان میں  
اُس نے دیکھا کہ آئندہ بہت سے نامور بہادر پیدا ہوں گے جو اُس کے محافظ ہیں گے۔

نمبر ۴۔ یہ ورا ورا اعلیٰ صفات میں سورج منشی خاندان کے بادشاہوں کے مشابہ تھا اور  
وہ زبردست زاہد۔ خوبصورت۔ مشہور۔ پاک۔ سنجیدہ۔ سترک۔ سچا۔ مہذب تھا علما کا مجمع  
اُس کے پاس رہتا تھا۔ پرہیزگار اُس کے ساتھ رہتے تھے اُسکا دربار بہادری۔ ایمان داری۔  
صبر اور جوشیوں کا مرکز تھا۔

نمبر ۵۔ مانس چندر پراہا پاس کی نسل میں ہے یہ ایک جری آدمی تھا جس نے (بقیہ نوٹ بعد آئندہ)

شہر کی صاف ہیں باغات حوالی شہر میں ابنہ و تر شاوہ وغیرہ کے ہیں بہت سی مساجد  
و خانقاہ ہیں۔ مدارس عربی و فارسی و گورنمنٹ ہائی اسکول انگریزی و مشن اسکول  
و گرجا گھر ہیں۔ جاسٹس فی عظیم الشان اور سنا در تعمیرات زمانہ حال مستحکم و خوشنما

کہ اپنی زمینوں کو اس طرح بندہ دنیا دیکھا بطرح کہ اُس کے کرون سے کچھ خشک ہو جاتی ہے جو کہ  
تمام انسانوں کا زیور تھا بلکہ تمام دنیا کا جسکی افواج کے مقابل میں ایک بہادر دشمنوں کی حاجت تھیں  
قدمت زمین و ہمنستی بھی مٹے کھوئے ساپنوں کے مقام یعنی پٹالہ کو واپس بندے اور ان کو کثرت  
تعداد سے تباہ کر دیا۔

نمبر ۸۔ جو عرق اُسکے خوشبودار ہاتھیوں کی گنڈی سے مثل ہانڈ کے بلوری ٹکڑوں سے ہنسا تھا اس طرح  
جھل کے تالابوں پر پھیل گیا کہ جھلکی ہاتھی نہ اُسکے دشمنوں کے ہاتھیوں کی جرات ہوتی تھی کہ وہ اپنی  
پیس کہ ان میں بچھا رہے۔

نمبر ۹۔ اُسکا پاندار بے شمار شہزادوں کے رجو اُسکو سجدہ کرتے تھے تاجوں سے گھس گیا تھا وہ  
تمام زمین کا مالک تھا جسکو تین بڑے سمندر گھیرے ہوئے ہیں اُس نے سمندر کو غیر ملکاؤں کو شہزادوں  
کی منوازیلات قانون سے خشک کر دیا۔ جیسے کہ رام نے گزشتہ زمانہ میں کیا تھا۔ اُس نے سمندر پر  
اس طرح قبضہ کیا جس طرح کہ پہاڑ سمندر کے کنارہ پر۔

نمبر ۱۰۔ اُس کی سلطنت میں عالیشان عمارتیں ہیں جو بڑے بڑے دیوتاؤں کے مقام گاہ سے بھی  
سبقت لے گئے ہیں اور اس سلطنت کی عمارتیں مثل چاند کی کرن کے خوبصورتی میں چمکتی ہیں اور نود ازیں کے  
مثل باغات سے چین کے کثرت سے خوش گوار کا ہی زمر دین رنگ سے درخت ہیں مٹیں ہیں یہ سلطنت  
پر اس کے دیوتاؤں کے بلند دروں سے مفید ہو گئی ہے۔ (ابنہ لوٹا، ابنہ لوٹا، ابنہ لوٹا)

اور بعض بعض تالاب پختہ و اکثر چاہاںست پختہ و کوٹھیاں سرکاری و پریوٹ اور عمارات  
شفا خانہ و کچہری ہائے مال و دیوانی بنی ہوئی ہیں کہ بعض بعض عمارات کا ذکر ہم  
بالفہمیل لکھیں گے اور آبادی شہر کا حال آئندہ معلوم ہوگا اولاً وجہ تسمیہ بدایوں

نمبر ۱۰۔ چٹا بھائی نامی زبردست باز و والا طعنا سے جس نے کہ شبیر کی پرستش کے واسطے اپنے  
آپ کو نشان کر دیا تھا اُس نے خوشی سے اس دنیا کا انتظام اپنے ذمہ لیا اور اُس کی سلطنت شہزادوں  
کی کثیر تعداد سے مشغول تھی اور اُس کی سلطنت کی وسعت اُس کے بڑے بھائی کی مہربانی کے مناسب تھی۔  
نمبر ۱۱۔ اگرچہ سب سے پہلا وسیع تحفہ اُس کو ملا تاہم وہ دیوتاؤں کی پرستش کرنے والا رہا جو کہ اُس کی  
روحانی باپ ہیں اور وہ برہمنوں کا بھی تائیدار رہا وہ اپنے احباب یاروں اور مرشد داروں کی  
خوشی کے واسطے پیدا ہوا اور نیز اس لیے کہ وہ بدعاشوں کو ہلاک کرے اور اپنی رعایا میں خوشی  
پھیلا سکے۔

نمبر ۱۲۔ اس کی بی بی چولو کی جو کمز ترین تھی روشن صفات سے اپنے زمانہ میں لاثانی تھی اور اُس کی  
اور بی بیوں کے کنول کے سے چہروں کے مقابلہ میں مثل ماہ نو کے تھی۔ یہ شاہی خاندان اسویرا  
کی نسل سے تھی۔

نمبر ۱۳۔ اسکے بطن سے مثل چاند کے بہادر لالہ پیدا ہوا جو کہ بہت جلد تمام دنیا کو اپنے قبضہ میں لے آیا  
سب طرف اُس کی خوبوں کی صفائی مثل کنول کے پھول یا چاند یا تھی دانت کے چکچکی تھی وہ  
اپنے بہادروں کے کوہی حلقہ میں مثل سمیرو کے تھا اُس کے بازو کو بھی نے محبت کی نظر سے  
دیکھا جبکہ اُس نے اپنے دشمنوں کا گھر چوڑا۔ یہ چند خاندان کا بڑھ تھا۔

نمبر ۱۴۔ یہ بات حیرت انگیز ہے کہ لالہ کی پیدائش پر آسمان سے طعنا (یعنی ڈٹا بعض آئندہ)

کی لکھتے ہیں۔

**وجہ تسمیہ بدایوں** | ایک کتبہ جو قلعہ بدایوں سنڈری دروازہ شہر قی  
سے ۸۷۰۰ فٹ میں بچھڑ مسٹر لمب صاحب بہادر مجسٹریٹ ضلع برآمد ہو اور

سے محل پر پھول بچھا دئے اور شہر کی کمبیاں تہہ چوسنے کو جمع ہو گئیں اور اپنی بھینٹا ہٹ  
سے اُسکی آئینہ غفلت کو تیار میں بقیں۔

نمبر ۱۶۔ اُسکے الفاظ خوش مذاقی سے بھرے ہوئے تھے وہ پورے کھلے ہوئے کنول سے  
باعقاد کی جماعت سے یا اُن جھاڑیوں سے کرجو پھولوں سے لدی ہوئی پینچے جھکی ہوں۔  
یا جھکے ہوئے خوشہ کھیتوں سے یا شاعر الحام سے یا خزاں کے زمانہ میں چاند کی کرن سے  
یا اُن پاک الفاظ سے جو بدانتیوں کے منہ سے نکلے تھے کہیں اچھے تھے۔

نمبر ۱۷۔ وہ کون مغر زنا سور مالک اس دنیا کا تھا جس نے اسکے عہد میں دنیا کی حفاظت  
کی دیہی گھجی جسکو کہ کوئی اور نہ روک سکتا ہے نہ خطا اٹھا سکتا ہے۔ اُس کی بی بی ہی۔ کوئی  
شاہی جوہر اُن بادشاہوں کے تاج کا جو اس دنیا میں کبھی ہوئے ہیں یا ہوں گے سرت  
اور خوبصورتی میں اُسکا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

نمبر ۱۸۔ وہ اپنی روشنی کے ہالہ میں رہتا ہے جو روشنی کہ مشابہ ہے سورج کے موسم گرما کی روشنی  
کے یا ہر طرح سے کہ سورج اپنے موسم گرما کی روشنی میں رہتا ہے اور دنیا کو اپنی قوت سے سمور  
کرنا ہے اُس کی خوبصورتی میں اُسکے دشمنوں کی جنگی ماتیوں کی سرخی سرخ ہو جاتی ہے  
اُس کی شہرت مثل چاند کی شہرت کے تعریفوں کا صنوں ہو رہی ہے وہ اپنے دشمنوں کو  
اس طرح پر پا کر دیتا ہے جس طرح کہ سورج تاریکی کو دور کر دیتا ہے۔ (لقبہ نوٹ بصرہ آئینہ)

وہ دروازہ کی دیوار میں نصب تھا جسکی پشت باہر اور تیزی سُرخ انار دیوار کے  
تھا اُسی آثار قدیمہ کے محکمہ میں واسطے دریافت کیفیت مندرجہ کے بھیجا گیا۔  
چنانچہ کلکتہ سے اُسکے بعض اشعار کا ترجمہ بزبان انگریزی اور بعض سطور کا ترجمہ

نمبر ۱۹۔ اُس کی پھیلنے والی شہرت دنیا کے گرد مثل سویتوں کی مالا کے محیط ہے۔ یا مثل گنگا  
کے کوہ ہمالیہ کی سب سے بلند چوٹی کے گرد یا مثل چاند کی کرنوں کے آسمان پر۔ یا مثل مالا  
کے سر پہ یا سفید آویزہ کے دیوتاؤں کے مندر میں۔ یا جگلی ہنس دریاؤں کے کنارہ پر۔  
نمبر ۲۰۔ اُسکے آنے پر اگرچہ دنیا ظلم سے نالاں تھی سسرت کا زمانہ اس شہر میں پھرا گیا یہ شہر  
جو کہ تین جھیل تالاب اور قرب و جوار کے باغات جو کہ مختلف اقسام کے جانوروں سے معمور  
جسکے باشندے ہمیشہ سسرت میں لبرکتے ہیں اور جو کہ تمام روئے زمین پر پھیلی ہے۔  
نمبر ۲۱۔ اُس نے یہ پاک گائوں جن میں کہ دولت مند اور شایستہ لوگ رہتے ہیں اور جن میں  
کہ خوشگوار درختوں کا سایہ ہے اور شفاف نہروں سے سیراب ہے مضافی سند میں  
برہمنوں کو عطا کیے۔

نمبر ۲۲۔ اُس نے اپنے محل کے قریب ایک خوبصورت اور پاک نہر کو دانی نہ خود اپنی  
رعایا کے لیے رہنما کرنا ہے جس طرح بھاگیرتھ گنگا کی رہنما کرتا ہے۔

نمبر ۲۳۔ اس کی بی بی بچھی اسکو اس درجہ عزیز تھی جیسی کہ مادہو۔ سوون۔  
کو اُس کے ہمنام کہ وہ دوسری دیوی مانی جاتی ہے اور یہ مندر سے آتی تھی۔ ایسے  
خاندان سے تھی جس نے کبھی گناہ نہ کیا ہوا اور اندرون خانہ کی عورتوں کے کنول کے چہرے  
کے مقابلہ میں مثل برت کی بوجھار کے تھی۔ (بقیہ نوٹ بعض آئینہ)

روشن میں لکھا گیا اور بعض کا ترجمہ نہیں لکھا گیا کیونکہ اُس کا تعلق تاریخ میں نہ تھا وہ ایک نہایت عمدہ تاریخی کتبہ ہے۔ بیدار سوت لکھنے والے وجہ تشبیہ یہ ظاہر کرتے ہیں کہ یہ شہر سیدوں کے رہنے کی جگہ تھا اور بدھ سوت کہنے والے یہ قیاس

نمبر ۲۶۔ اُس نے اپنی محبت اور نیکی سے اپنے خاوند کا دل اپنی طرف کھینچ لیا۔ اور اپنی کمال خوبیوں سے اپنے خاوند کی محبت کو قایم رکھا ان کے باہم محبت مٹنی۔ وہ مثل پارہتی کے تھی۔  
نمبر ۲۷۔ جسکے کہ بہت سے نیک کام جو اُس نے کیے ہیں یا کر لگی وہ نمودار ہیں باغوں میں۔ جھیلوں میں اور سایہ دار جھول میں۔ اور دیگر وسیع کاموں میں۔

نمبر ۲۸۔ تمام نعمتیں جو کہ پیشمار برہمنوں کے گروہ مردانہ حاصل کرتے ہیں یہ سب اُس کا عطیہ ہیں جسکا دل غریبوں بیکسیوں اور یتیمیت زدوں پر ترس کھاتا ہے یعنی چنگھی۔

نمبر ۲۹۔ خاوند اور بی بی دنیا کی مقبوضات کی لئے ثباتی سے آگاہ تھے اور ان کی روز افزوں اوصاف حسنہ سے ظلم اور تعدی کا زمانہ دور ہو گیا۔ راجہ نے ایک سندھ اُس دیوتا کا کہ جسکی پیشانی پر ہلال ہے بنوایا دوسری نے یعنی رانی نے اسی سندھ پارہتی کے واسطے کیا۔

نمبر ۳۰۔ وہ کون شخص ہے کہ جسکا دل حیرت سے نہ بھر جائیگا ان دو ربانی مندروں پر جو مندر کہ کیلا سہ کی بلند چوٹیوں کا مقابلہ کرتا ہے اور جو مڑن ہے خوبصورت ایک زینہ سے اور جسکے کہ بھر رہے ہو ا میں اکر کر مجتمع ہونے والے بادلوں کو منتشر کر دیا۔

نمبر ۳۱۔ جینک کو سپنٹھما یہ ہیرا مادھو کے قائل یعنی ویشنؤ کے بیسن پر رہے گا اور جینک سپنٹھو کا سر ہلال سے مڑن رہیگا اور جینک کہ اندر اور (بقیہ نوٹ صفحہ آئندہ)

کتبہ پیر کے پیر کے وقت تیار ہیں یہ شہر آباد اور ہر سہری و چہ پیر کے راجہ گناہام  
پارہا تہا اسوجہ سے پیر کے وقت تیار ہیں۔ لایا اور جو لوگ بیدار تھے۔ کہتے ہیں انکا پیرا  
ہے کہ یہ بیمار اب ہسپتال میں تھیں، وہی پیرا جو اس شہر

نام و تو چاند کی بی بی ہیں، کے پاس قیام کریں گے۔ اس وقت تک اس کام کی شہرت قائم رہی۔  
نمبر ۳۔ خدا کے کردار اور خوش حالی ہمیشہ اُس کے ادراک کی بی بی چکھی نے جو کہ شہر اس کے  
قابل ہی مانتے رہے۔ اُس کے ساتھ رہے جو کہ جھنڈو خاندان کا خاص نامور شخص پیر سنی  
پیر و ہے جس نے اُس تلوار سے جو اس کینچ میں آلودہ تھی جو کینچ کہ اُس کے دشمنوں کے  
ہاتھوں کی پٹیاں کے پسینہ سے پیدا ہوئی تھی اپنی تقریباً سب طرف نقش کر دی۔

نمبر ۴۔ خدا کے دیسی جو اپنی نزع میں اُس کی آسائشیں بڑھانے اور برائیوں کے دور  
کرنے کے واسطے رہتی ہے۔ لہذا اُس کے خاندان کے اُس کے بچوں کے اُس کے باروں  
کے گناہوں کو دور کرے۔

نمبر ۵۔ مایوٹا گاؤں جو بھوشمانہ میں واقع ہے مورا راضی متعلقہ اُس کے مذکورہ  
دینا و پیر کے واسطے و پیر اپنی کے نام علیحدہ کر دیا گیا۔

نمبر ۶۔ اس مشہور لہذا کے سند کے ذریعہ سے ایک چوتھائی مال گذاری دیوتاؤں کے حق  
میں عافیت کی گئی اُن کی پرستش اور رسوم کے واسطے۔

نمبر ۷۔ یہ کتبہ نہال شاعر کی تصنیف سے ہے جو کہ سپوار و دراکا کا ہے  
اور۔ وٹائی آموی کی نسل سے ہے۔ اور راجہ کے دربار کا ملازم ہے۔ اور بکا

بال پان، باطریقہ سائش اُس کی شہرت کے مناسب تھا۔ (بقیہ لڑٹ لہذا آئندہ)



بیداروں میں چونکہ کثرت درشن ندریس کی تھی اسکا نام بیداروں کی بستی  
بیدار سکھانے کی جگہ رکھا ہلکویہ کسی تاریخ سے نہیں ثابت ہوتا کہ راجہ ہیبیا ل نے  
یہ نام اسکا رکھا اس کتبہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس میں دو مقام پر یعنی سسٹراوا

نمبر ۳۵۔ خدا کے کہ نہال کی اشعار کی روانی کا ہر علم کے سینہ پر مثل موتیوں کی لڑی کے  
چمکے تمام سرسٹ کا مخرج ہے اور پھولدار اشعاروں سے اللہ کی صفات دورہ سے بند ہی  
ہوتی ہیں۔

نمبر ۳۶۔ یہ مضمون **وشنوں سہری** کے لڑکے نے نقل کیا جو کہ گڑ کا باشندہ تھا  
اور کہ ٹیلار سم خط سے ماہر تھا۔

نمبر ۳۷۔ سونمات نے جو کہ **کامان دیو کا لاکا** تھا اور جو کہ کنبا کو ادا سے آیا تھا اور  
نڈاشی سے فن کا ماہر تھا اسکو ۱۰ سال سبت ۱۰۴۹ ساتیس بدی مرگا یعنی اگس مطابق ۱۵۹۲ء  
نمبر ۱۲۔ میں **کٹنی** دریا یا نہر کا حوالہ ہے جسکو **لالا** نے والا سے کھدیت نکال لی ہے۔

نمبر ۳۸۔ ۲۸ میں اُن عبارت کی طرف اشارہ ہے جسکے کہ دھیر منڈو کے کھیرہ پر نظر آتے ہیں  
جو مندرگدھ گچنا میں واقع ہیں۔

نمبر ۳۹۔ میں دیول کی طرف اشارہ ہے جسکو کہ دیو پل کہتے تھے اُس زمانہ میں جنرل گنگم داس  
ذیل سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ **لالا** باچھل کی نسل سے تھا اور باچھلوں سے اور کٹھریوں سے  
گدھ گچنا اور گڑ یا کٹھہر کے متصل مقابلہ ہوا۔

## دلائل

نمبر ۱۔ باچھل راجپوت اپنے آپ کو **پین** کی نسل سے کہتے ہیں۔ (بقیہ نوٹ صفحہ آئندہ)

میں یہ لکھا ہے کہ یہ شہر ویدرامو تھ ہے اس اعتبار پر پروفیسر سٹرگٹین جین جنہوں نے ترجمہ اس کتبہ کا لکھ کر اپنی رائے ظاہر کی ہے انہوں نے اس شہر کا نام ویدرامو تھ تسلیم کیا ہے سٹر ایک میں یہ بھی لکھا ہے کہ یہ شہر

نمبر ۲۔ غالب گمان یہ ہے کٹھریوں نے باچھلوں کو شہجہاں پور کے قریب وچار کے کچھ حصے سے نکال دیا۔ میں صرف اتنا معلوم ہوا کہ ۱۵۷۰ میں گڈھ کھیرہ راجہ پن کی نسل میں نکالی جیسیل کے قبضہ میں اور باقی ماندہ دیور یہ نجاروں کے قبضہ میں تھی جنگھاروں نے اُس سال میں دونوں قبضوں کو نکال دیا اور دیور یہ کی بنا ڈالی۔ اس گانوں کے حال کی تاریخ میں مسلمانوں کا اسپر قبضہ کرنا اور جلا دینا جنگھاروں کی بنیاد میں ششہاء میں یادگار ہے۔

مفکرم صاحب کی رائے ہے کہ باچھل راجپوت یہاں حکمران رہے تھے مگر ہم اُن سے اختلاف کرتے ہیں۔

گزٹیر بریلی صفحہ ۴۸۔ گڈھ کھیرہ کا قلعہ دیوریہ کی زمین پر ہے اور جنوبی یعنی خشکی کی طرف سے راستہ دیوریہ کے پتے کھا وہ شرق کی جانب گھوم جاتا ہے اور گڈھ کھیرہ کے قلعہ کی تین طرفیں اُس سے گھری ہوئی ہیں۔ صدیوں سے یہ ویران ہے اور گنجان جنگل کھڑا ہے گزشتہ تین صدیوں میں یہاں چیتے کا شکار کیا گیا ہے۔

قلعہ کا رقبہ ٹھیک طور سے ہو نہیں سکتا معلوم۔ کٹنا نالہ سے جو جگہ گھری ہوئی ہے وہ ۶۰۰۰ فٹ طول میں شمالاً جنوباً اور عرض میں ۴۰۰۰ فٹ۔

یہ کہا جاتا ہے کہ قلعہ آدھے کوس سے کچھ کم یا قریب ایک میل کے طول میں ہے۔ اینٹوں کا پیمانہ (۱۱ x ۹ x ۲) ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُن کی قدامت (تقریباً نوٹ بے صفحہ ۱۰ بندہ)



اسوقت اس شہر کا نام ویدا سوختہ تھا۔

اب ہم اس کتبہ سے اسکا نام جو بعد نام ویدا سوختہ کے ہوا وہ ظاہر کرتے ہیں دیکھو  
سطر ۱۶ الخابت ۲۱ کا خلاصہ جو پروفیسر موصوف نے اپنی رپورٹ میں لکھا ہے

۲۰: سند ہیں قریب قریب ہر جگہ آسانی سے اُن کا پڑھ ل سکتا ہے اور اوپر کی جانب غالباً  
سورج دیوالکب سطر میں جاتے رہتے ہیں جن میں کہ معمولی وعائیں کسی دیوتا کی شان میں  
لکھنے شاربوں کے موجودہ حالت میں وہ دیوتا غالباً ششیو لیکن تاریخ بھی حصہ کتبہ کا مکمل  
معلوم ہوتا ہے۔ ایہز کی سطروں میں بھی کوئی ایسا ضروری حصہ تلف نہیں ہوا ہے۔ کہونکہ ایہز  
سندہ نام شدہ اشعار یا لوشاع کی یعنی مولف کتبہ کی شان میں ہو گئے۔ یا حسب معمول اُن میں  
یہ خدائیں ظاہر کی گئی ہوں گی کہ یہ سند کہ سبکی تعمیر کا یہ کتبہ ہے ہمیشہ قائم رہے۔ آخر کی سطر کے شروع  
کے قریب قریب چھ اکٹھاروں کو مستثنیٰ کر کے باقی ماندہ کتبہ ابھی حالت میں ہے اور عمدہ طرح سے  
بقین کے ساتھ پڑھا جاسکتا ہے۔ حروف کی مقدار کا اوسط ۵۰۰ ایچہ سے لیکر ۵۰۰ ایچہ تک ہے  
اور آخر کی چار یا پانچ سطروں میں کسی قدر کم ہے خط دیوناگری قریب بارہویں یا تیرہویں عیسوی  
سدی کا ہے اور یہ کتبہ گوگی اور علی دڈو کا ریگروں کا کھودا ہوا ہے (دیکھو سطر ۲۳) زبان  
سندھیت ہے اور شروع تیسویں سطر کے حصہ کو مستثنیٰ کر کے جو کہ غالباً کتبہ کی تاریخ ہے بقیہ  
کتبہ نظم میں ہے۔

یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ اشعار گوہن چند شاعر کی تصنیف سے ہیں گوہن چند گنگا دھر کا سب سے چھوٹا  
لڑکا تھا۔ گنگا دھر خود سوجیس ورداشند کا لڑکا تھا جو باسندہ اداوی گڈہ کا تھا اور اُس کی  
نوریر کا نام بھی گنگا دھر کا ہے کہ پراسور اہم ایک عالم کی لڑکی تھی (بقیہ نوٹ صفحہ آئندہ)



کہ بہرہ اول لک کوئی قریہ قریب وید اسوختہ کے تھا جسکی مالگناری وقف ہوئی تھی لیکن انقلاب زمانے نے آبادی میں ایسا تغیر پیدا کیا کہ وید اسوختہ کی آبادی بہرہ اول لک میں شامل ہو گئی چونکہ شیو کے مندر کے متعلق اس

اور اس کے گرد نواح میں ایسے درخت تھے جو فردوس کے درختوں سے مشابہ تھے غلط نشان اور صاف ستھرے مندر اس کے خوشنما نظر تھے۔ اور یہ صلح کُل آدمیوں کی جگہ تھی یعنی ایسے آدمی جو پابند قانون تھے یہ خود صورت شہر خوں کا مجمع ہونے کی وجہ سے اند کے شہر کی طرح روشن ہے اور کثرت سے مندر ہ کے درختوں کے عمدہ پھولوں سے روشن ہے اور نہایت عمدہ گندہر دوں سے مزین ہے اور سٹانا اور کالیا کے درختوں سے بھی غلیم الشان صاف دیوتاؤں کے مقاموں سے خوشنما معلوم ہوتا ہے اور غیر فانی لوگوں کا مرکز ہے۔ پہلی سطر تمام ہوئی۔

۱۔  
۲۔  
۳۔  
۴۔  
۵۔  
۶۔  
۷۔  
۸۔  
۹۔  
۱۰۔  
۱۱۔  
۱۲۔  
۱۳۔  
۱۴۔  
۱۵۔  
۱۶۔  
۱۷۔  
۱۸۔  
۱۹۔  
۲۰۔  
۲۱۔  
۲۲۔  
۲۳۔  
۲۴۔  
۲۵۔  
۲۶۔  
۲۷۔  
۲۸۔  
۲۹۔  
۳۰۔  
۳۱۔  
۳۲۔  
۳۳۔  
۳۴۔  
۳۵۔  
۳۶۔  
۳۷۔  
۳۸۔  
۳۹۔  
۴۰۔  
۴۱۔  
۴۲۔  
۴۳۔  
۴۴۔  
۴۵۔  
۴۶۔  
۴۷۔  
۴۸۔  
۴۹۔  
۵۰۔  
۵۱۔  
۵۲۔  
۵۳۔  
۵۴۔  
۵۵۔  
۵۶۔  
۵۷۔  
۵۸۔  
۵۹۔  
۶۰۔  
۶۱۔  
۶۲۔  
۶۳۔  
۶۴۔  
۶۵۔  
۶۶۔  
۶۷۔  
۶۸۔  
۶۹۔  
۷۰۔  
۷۱۔  
۷۲۔  
۷۳۔  
۷۴۔  
۷۵۔  
۷۶۔  
۷۷۔  
۷۸۔  
۷۹۔  
۸۰۔  
۸۱۔  
۸۲۔  
۸۳۔  
۸۴۔  
۸۵۔  
۸۶۔  
۸۷۔  
۸۸۔  
۸۹۔  
۹۰۔  
۹۱۔  
۹۲۔  
۹۳۔  
۹۴۔  
۹۵۔  
۹۶۔  
۹۷۔  
۹۸۔  
۹۹۔  
۱۰۰۔

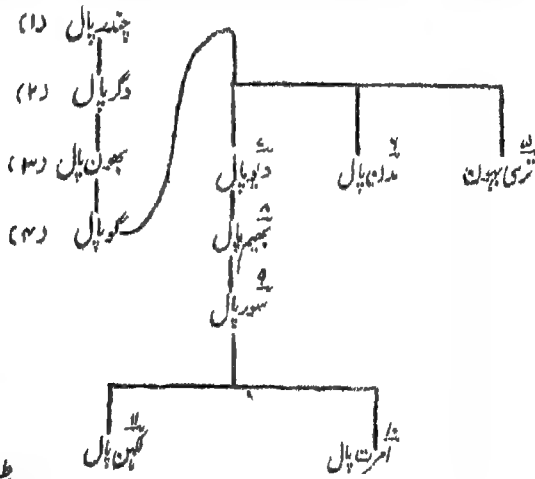
اول اول چند بھان کا حکم تھا جو مجمع تھا بے انتہا خوبوں کا اور سردار تھا آدمیوں کا اسے اپنی تلوار سے تمام دشمنوں کو خالفت کر دیا اسکا لڑکا **وگرہ پال دیو** اس کے بعد حکمراں ہوا جو اپنے دشمنوں میں بہت مشہور ہے اور حاجت مندوں کے ساتھ فیاض تھا اسکا بیٹا جو بھون پال کے نام سے مشہور ہے حقیقت عالم دنیا میں قانون مجسم تھا دنیا کی محافظت کرنے کے بعد وہ بیکٹھ با پیر اسکا بیٹا **گوپال دیو** دنیا کا حکمراں ہوا جب یہ بادشاہ جو کہ رعایا کی مصیبت کا دور کرنے والا تھا حکمراں ہوا تو سب تو میں اپنے اپنے فرض منصبی خوش و خرم انداز کرتی تھیں اور خوشحال تھیں۔ بعد اس کے اسکا لڑکا **تری بھون** دنیا کا محافظ یعنی حکمراں ہوا۔ اس نے دشمنوں کے شیر گرو کو عاجز کر دیا اسوجہ سے وہ بہت مشہور ہو گیا جب یہ برا در خدا کے حکم سے (بقیہ نزلہ صفحہ آئندہ)



راج الوقت ہو اُس قدر آمدنی اُس کی ہوگی جو اک کے نام سے مشہور ہو ا بھداون  
 لک جب نام اصلی قرار پایا تو بھداون کثرت استعمال سے بھداون  
 ہوا۔ چنانچہ جب اہل اسلام ہمراہ محمود غزنوی و شہاب الدین غوری

یہ وہ ہے کہ جسکی بنیادی کی کچھ انتہا نہیں ہے اُسکا کثرت سے پھیلنے کے ہتھار یعنی زبان جو مشاہد ہوتے ہیں  
 سو سچ کے تجار کے والی کریوں کے مشہور و معروف دشمنوں کی خون کی دھاریں پیتے ہیں۔

شجرہ جو اس شاعر نے پتھر میں لکھا ہوا اسکو بہ ترتیب ذیل کہتے ہیں



ان ناموں کے سوا اور یہ کہ بادشاہ رشتہ راکو نام سے تھی اور وہ ویدیا لکھو کی مکران تھی  
 راج سے کہ انکا تعلق راٹھوڑ قبیلہ کے مکرانوں سے معلوم ہوتا ہے، ہیں اور کوئی ضروری تاریخی  
 حال اس کتبہ سے نہیں ملتا۔

ان بادشاہوں کا ٹھیک ٹھیک حال مجھے نہ کسی کتبوں سے اور نہ تاریخوں سے جگہ کہیں ملے دیکھا  
 فی الجملہ ان میں سے اکثر نام دیکھا جو مرقعوں پر آئے ہیں۔ صرف ایک نام (بقیہ نوٹ بعد از آئندہ)



ہند میں آئے اور انھوں نے ان ملکوں کو فتح کیا تو بعد ازاں مشہور تھا آئین اکبری  
اور دیگر کتب جامع المآثر اور تنک جہانگیری وغیرہ میں  
بدلتوں مرقوم ہے بعد زمانہ اکبر بادشاہ کے بدلتوں بسیار تختانی تلفظ و کتابت میں

جو لفظ پال پر ختم ہوا ہے (یہ لفظ پال بدلتوں سے متعلق ہو) ماہی پال ہے یہ دہلی کا توڑراہہ تھا مسرنگھم  
کے بیان کے موافق اس راہ نے دہلی کا بڑا قلعہ تعمیر کرایا تھا سپرب مشہر کا کچھ حصہ آباد ہے  
اس نے ایک مندر بھی بنوایا تھا جس موقع پر کرابہ مسلمانوں کی جامع مسجد ہے لیکن ہیال کا  
نام یہاں نہیں آیا ہے ہمیں مولوں کے تذکرہ سے جو سطر چار میں آیا ہے صاف ظاہر ہوتا ہے  
کہ وہ مسلمانوں کے حملہ کی طرف اشارہ ہے اس تاریخچی دیباچہ کے بعد اس کتبہ میں ذکر ہے کہ ایک  
مشہر کا عابد تھا۔ اس عابد کا نام **ورینیشیو** تھا۔ اسکا وطن اناٹلا تھا اس نے سنہ ۱۰۰۰  
سے ایک ہفت چوہدہوں سے جو کھانا پختہ میں قائم کیا تھا نیست و نابود کر دیا اس نے اسے رہا  
اور ایسی قوت کہ جوانی قدرت سے باہر تھی کشمیر میں ثابت کر دیا پھر وہ پھر تے پرتے ویدیا  
ہیں آیا یہاں پر دیوال کے وزیر رہا لے مٹھ یعنی شہر کی عاقفہ کا افسر کر دیا (سطر ۱۲ لغایت ۱۳) اسکا  
نہیں اس عہدہ پر بعد ازاں کے ایک اور پاک مشہور شخص **مورتی گن** ہوا یہ مورتی گن بادشاہ  
سورپال دیو کا دینی معاملات میں ناصح ہو گیا (سطر ۱۵ تا ۱۷) مورتی گن کے بعد زمانہ امرت پال اسکا سرگرم  
**ایشان شیب** اسکی جگہ ہوا بیان کیا گیا ہے کہ وہ گوڑ میں پیدا ہوا جو کہ ولس برگ گوڑا کے  
متعلق تھا بعد ازاں پیر وروں کے یعنی (۱) بھرگوڑ (۲) چیاون (۳) اپنا دانا (۴) اوروا (۵)  
بھرگوڑی۔ یہ دہشتوں کا بڑا لاکھ تھا اور دسائے سمبھال (جو ملک ہریانہ میں واقع ہے)  
نہیں اس ایشان شیب نے دنیا کو ناپا مارا و فانی سمجھ کر (لقب یونٹ بھنڈو آئندہ)

مشہور ہو احمد اکبر تک بد اوں ہی بولا وکھا جاتا تھا چنانچہ ملا عبد القادر بدایونی نے  
 احمد اکبر میں ایک قصیدہ لکھا ہے جس میں نام اس شہر کا بد اوں درج کیا ہو مطلع یہ  
 دانش اس صبا از من سیر اہل بد اوں را سلام ہو برگ باشد یگہ گل بل خار گلشن را سلام ہو

ایک مندر کشیدہ کا بنا یا ہمیں کہ خیال کیا جا سکتا ہے کہ یہ کتبہ اول امیں نصب کیا گیا۔ اور بعد اوں لگا کی  
 ناگزاردی اس کے متعلق کہ دیکھی سطر ۱۲ لغایت ۲۱ کتبہ کے اس حصہ کے اختتام پر ایک شعر ہے (سطر ۲)  
 بس سے کہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ہمارے وزیر کے بعد جس کا کہ اوپر ذکر کیے ہیں پہلی دھرا درگت پال وزارت  
 پر مقرر ہوئے جو کہ کشپور کی پرستش روہا کی طرح بہت خلوص سے کرتے تھے باقی نام دیگر مقامات جکا  
 کہ دید ستر ٹھہرے علاوہ کتبہ میں ذکر کیا گیا ہے اس سے ان اہل شجک جو عربی ہندوستان میں  
 ان اہل وادی کے نام سے مشہور ہوئے مراد ہے اور ہر پانچ جو کہ اب مال میں ہر ان کے نام سے مشہور ہوئے اور  
 کہ ٹیکہ کے موافق پنجاب کے ضلع ہزار میں ایک قصبہ ہے سمٹھالی و بعد اوں لگا وادی گڈہ (سطر ۱۸) ان  
 مقاموں کو میں نہیں جانتا سکتا کہ کون ہیں۔

نوٹ متعلق صفحہ ۲۸

جو دہلی گوجا جنب شرق آباد ہوئے وہ لوگ کوہ کلات سے آئے ہیں چنانچہ گرو نواح تھوڑے کے گنگا کی نشیب میں آباد تھے پچال  
 کوہ کوہ ہا ہر ٹیکے رقبہ تھے وادی گنگا پر سیدھ دی کے چھ سو برس پیشتر لغایت سندھ قبل عیسوی پچال کوہ  
 کوہ کا سوی ویا کوہ سا کہ آباد ہوئے (۱) پچال پچھیم ہندوستان ہر زمان انگریزی مصنفہ سطر ۲۲ سے اس کشف ہوا (۲)  
 ۱۹۹۳ء تاریخ ہندھ ۲۰ جلد اول موافق نفس الحمار شفی ذکا رائدہاں میں لکھا ہو کہ پچال اکثر پنجاب کو کہتے ہیں  
 مگر مذکورہ ہر مشاستر میں تھوڑے کی ریاست کو لکھا ہو ٹاڈ کے راجستان میں ہے کہ ہما بھارت کے مطابق  
 پچال کی ریاست ہالیہ دور یا پچھیم ہند تھی شمالی پچال یا روہیلکھنڈ کا دار الحکومت (یعنی نوٹ بصفہ نوہدہ)

۱۰  
 ۱۱  
 ۱۲  
 ۱۳  
 ۱۴  
 ۱۵  
 ۱۶  
 ۱۷  
 ۱۸  
 ۱۹  
 ۲۰  
 ۲۱  
 ۲۲  
 ۲۳  
 ۲۴  
 ۲۵  
 ۲۶  
 ۲۷  
 ۲۸  
 ۲۹  
 ۳۰  
 ۳۱  
 ۳۲  
 ۳۳  
 ۳۴  
 ۳۵  
 ۳۶  
 ۳۷  
 ۳۸  
 ۳۹  
 ۴۰  
 ۴۱  
 ۴۲  
 ۴۳  
 ۴۴  
 ۴۵  
 ۴۶  
 ۴۷  
 ۴۸  
 ۴۹  
 ۵۰  
 ۵۱  
 ۵۲  
 ۵۳  
 ۵۴  
 ۵۵  
 ۵۶  
 ۵۷  
 ۵۸  
 ۵۹  
 ۶۰  
 ۶۱  
 ۶۲  
 ۶۳  
 ۶۴  
 ۶۵  
 ۶۶  
 ۶۷  
 ۶۸  
 ۶۹  
 ۷۰  
 ۷۱  
 ۷۲  
 ۷۳  
 ۷۴  
 ۷۵  
 ۷۶  
 ۷۷  
 ۷۸  
 ۷۹  
 ۸۰  
 ۸۱  
 ۸۲  
 ۸۳  
 ۸۴  
 ۸۵  
 ۸۶  
 ۸۷  
 ۸۸  
 ۸۹  
 ۹۰  
 ۹۱  
 ۹۲  
 ۹۳  
 ۹۴  
 ۹۵  
 ۹۶  
 ۹۷  
 ۹۸  
 ۹۹  
 ۱۰۰

ہم کہہ سکتے ہیں کہ بدایوں ماخوذ بھداون سے ہے الّا ہنکو یہ تحقیق نہیں ہو سکتا کہ  
بھداون کی وجہ تسمیہ کیا تھی کہ جس سے ہم نے لفظ بدایوں کو اخذ کیا ہے۔

## آبادی شہر

بدایوں ایک پورا انا اور قدیم شہر ہے لیکن ہندو کے زمانہ کی تاریخ کا بہت کم  
پتہ چلتا ہے۔ یہ امر بہت مشکل ہے کہ ابتدائے آبادی شہر بدایوں کی نسبت  
کوئی قطعی رائے پیش کیجائے اور اس امر میں اکثر مورخین نے اپنی معذوری  
ظاہر کی ہے کہ اس شہر کی بنیاد کب پڑی الاچھاننگ ہاکو تاریخ اور قرائن قویہ اور  
آثار قدیمہ سے معلوم ہوا یا ہماری رائے میں بعد محاکمہ جو امر اس بحث میں قرار پایا  
اُس کو معہ دلائل مرقوم کرتے ہیں۔

انانی پمھتر امتھا۔ اور جنوبی پنچال یا میانہ دوآب کا دار الحکومت کہلیا تھا جس کا اب کہل کہتے ہیں جو بدایوں  
اور فرج آباد کے پاس قدیم دربار کے کنارہ بستا تھا۔ غفر ۱۲ تاریخ شمس العلما ر مذکور میں لکھا ہے کہ بدو والوں کے  
ورقیب وہی راجہ خنجر کا فائدہ اٹھا رہا تھا اور رانہ کے زمانہ سے چلا آتا ہے ایک راجہ ہینٹلا یا  
بنارس کا تھا جس کے راجہ کی بیٹی سیتا جی سے راجہ راجندر کی شادی ہوئی تھی۔ دو سہارا راج گڑ  
کا جنگل میں تھا۔ سوم راج قنوج کا اور وہ میں تھا پہلے قنوج کا نام پنچال تھا۔ اسی جگہ کے راجہ ستے جو  
حال میں سیکڑوں برس تک رہے ان کے حافی رہے اور کبھی انکا واسن نہ چھوڑا۔ برہمن جہاں جاتے تھے  
واجب الغل ٹھہرتے تھے مگر قنوج والے ان کا دم بھرتے تھے۔

کبتر میں کہ جسکا حوالہ اوپر ہو چکا ہے اس شہر کو بھرت کا شہر لکھا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ راجہ بھرت کے زمانہ میں یہ شہر ضرور آباد تھا اور بھرت کھنڈ میں داخل تھا (دیکھو پطرہ مکتوبہ مذکور کو) راجہ بھرت کو روڈوپانڈو سے پچھلپشت اور مورث اکھا ہوا ہی اور خاندان چندریشی کا جسکا سلسلہ پرور اسے شروع ہوتا ہی گیارہواں بادشاہ ہے اور برہما سے انیس<sup>۱۹</sup> نمبر پہلے اسکا دارالسلطنت سستنا پور تھا جو شہر دہلی سے شمال مغرب پر نصف اسٹیمیل گنگا کے کنارہ پر واقع تھا پانڈو ۲ نمبر برہما سے ہوا ہے۔ پس ناظرین کو معلوم ہوگا کہ زمانہ کو روپانڈو سے تاریخی سلسلہ بخوبی کتاب مہا بھارت سے ملتا ہی مہا بھارت کے زمانہ کو اب تک چار ہزار آٹھ سو پینسٹھ سال ہو کر بھرت کھنڈ جو قدیمی کہلاتا تھا اسکا نقشہ ہم ذیل میں درج کرتے ہیں۔ اس نقشہ کے دیکھنے سے یہ بات معلوم ہوگی کہ حضرت جیسے علیہ السلام کے زمانہ سے پہلے بھرت کھنڈ کی تقسیم پانچ حصوں میں مشہور تھی اور شہر بدایوں کو رس پچا کہ کھنڈ میں واقع ہے۔

### نقشہ بھرت کھنڈ



دیالوں میں بہت بڑا ایک قلعہ قدیم زمانہ کا تھا اور اُس قلعہ پر کئی دیواروں کے  
آثار قریب اسی فٹ چوڑائی میں تھے پانی کے قریب تک اسکی بنیاد کنگڑوں  
سے جو بہت بڑے عریض و طویل تھے بھرے گئے تھے باہر کی طرف کنگڑا اور اندر کی  
جانب خشت پختہ کلاں نصب تھی اس کے تین دروازے اور ایک کھڑکی  
مشہور تھی۔

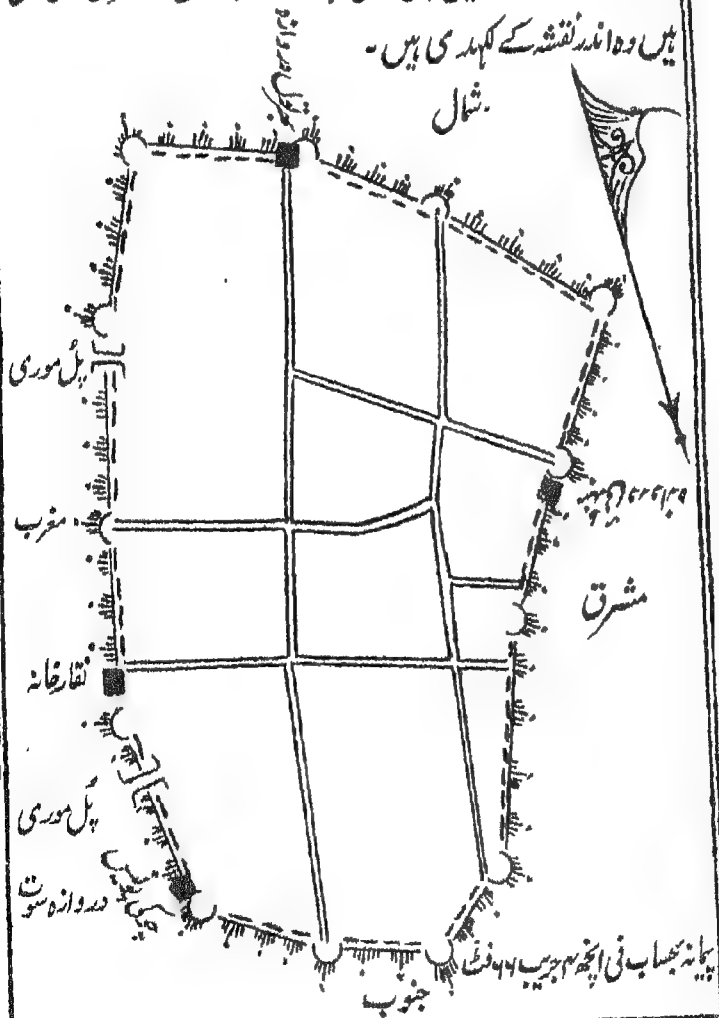
دروازہ جنوبی سمت دروازہ تھا۔ جہاں اب چونکی پولیس ایک دوسرے پر بلب بے  
چونکی سمت موجود ہے اور اسکے مقابل ایک جانب برج اس وقت تک بنا ہوا ہے  
کہ یہاں نفع الشیشی اور شیخ چاؤ وغیرہ اولیائے کرام مدفون ہیں۔

دوسرا دروازہ جانب شرق جو منڈلی دروازہ کے نام سے مشہور ہے اور  
اسکے سامنے حضرت نورمان قتال شہید کا مزار ہے۔ دروازہ کے باہر بازار طوائف  
کا ہے اور چوک غازی بھی گورا ہے۔

تیسرا دروازہ جانب شمال بھر تال کے نام سے موسوم تھا کہ وہاں اب تک علات  
قلعہ کی موجود ہے ایک دوسرے پر جو دروازہ کا غزنی تھا اُس پر چونکی پولیس  
میں اجماع شہید کی زیارت کے قریب واقع ہے۔ جانب غرب کھڑکی  
قلعہ کے اُس مقام پر تھی کہ جہاں اب مورسی ٹرک چکر کے متصل زیارت  
علی شہید صاحب کے محلہ فرشتوری میں قریب مکانات کا تباہ و برباد  
واقع ہے۔ یہ امر کہ یہ قلعہ کس نے بنایا تھا تحقیق ہونا بہت مشکل ہے  
کیونکہ کسی تاریخ سے زمانہ تعمیر قلعہ یا مسمیٰ قلعہ کا نام ہم کو نہیں  
جو کہتے انکی تاریخ قلعہ کے دروازوں پر لکھے ہوئے ہیں۔

جائے رہے اور کسی نے اُن کی حفاظت نہیں کی غالباً کسی دیگر عمارت شہر میں  
لگاویے گئے ہونگے۔ مولوی محمد کریم صاحب ڈپٹی کلکٹر نے اپنی تاریخ بدایوں میں  
۹۷۹ء میں اس شہر کا آباد ہونا اور قلعہ کا تعمیر ہونا لکھا ہے اور یہ بھی لکھا ہے  
کہ راجہ بدھ نے تعمیر کرایا ہے۔ الا وہ کسی سند سے اس روایت کو نہیں کہتے  
ہیں۔ ہمارے نزدیک ۹۷۹ء سے بہت پیشتر کا یہ قلعہ تعمیر شدہ معلوم ہوتا ہے  
اور غالباً عہد سمرج زمانہ بدھ میں یہ قلعہ تعمیر ہوا۔ ان ملکوں میں شروع  
سنہ ۹۷۹ء سے بدھ مذہب رائج ہو گیا تھا اور کشمیر کی پرستش بہت کم رہی تھی  
ہیں اس تحقیق سے اس کی تعمیر ۹۷۹ء یا اس کے کسی مابعد سنہ سے معلوم ہوتی ہے  
لیونکہ راجہ بدھ کا نام ضرور اس طرف اشارہ کرتا ہے کہ کوئی شخص بدھ مذہب  
کا پیروں تھا جس نے تعمیر کیا اور ۹۷۹ء میں جبکہ شنکراچارج اپنا عروج کو چکا تھا  
تو اس وقت بدھ سے نام سے اس اطراف میں لوگ تعمیر نہیں کر سکتے تھے اور ۹۷۹ء  
سے ۹۷۹ء تک بدھ کا کامل زوال کا زمانہ ہے۔ اسکی اینٹوں کی ساخت جو طویل  
و عرض میں زیادہ ہیں اس زمانہ کی تعمیرات سے بہت پیشتر کی معلوم ہوتی ہیں  
بلکہ قلعہ انانی چھتر اکی اینٹیں اور یہاں کی اینٹیں عرض و طول میں قریب قریب  
یکساں ہیں اور انانی چھتر یعنی رام نگر زوانولہ ہر شاوردھب کے زمانہ  
میں بہت آباد اور مدد مقام تھا اور اس میں ایک قلعہ تھا ہر شا مطالب قول  
جینی سیاح بدھ مذہب کا بدھ سنہ ۹۷۹ء میں ہمارے کی تاریخ اس سے  
بھی پہلی نہیں ہے۔ شہر کے مندر کی تعمیر کے بعد کسی بدھ مذہب نے اس قلعہ کو تعمیر کیا  
کیونکہ کتبہ جو قلعہ کی بنیاد پر ہے اس کے آثار سے مندر کا برآمد ہوا ہے اسکی تحریر سے

ثابت ہوتا ہے کہ اُس مندر کا ملکہ اس قلعہ میں لگایا گیا۔ پس یہ کام سوائے بدہ والوں  
یا مسلمانوں کے دوسرے کا نہ تھا۔ اور مسلمانوں نے کبھی تعمیر قلعہ نہیں کی اور  
نہ اُن کے عہد کا یہ قلعہ ہے اس لیے ہم یقینی کہہ سکتے ہیں کہ بدہ والوں نے  
اس قلعہ کو تعمیر کیا۔ اس وقت جو آثار قلعہ کے موجود ہیں اُن کی پیمائش سے  
قلعہ کی صورت حسب ذیل پائی جاتی ہے۔ اور فی الحال جو سرسبز بھالی گئی  
ہیں وہ اندر نقشہ کے کھمدی ہیں۔



ابہم شہر کی مشہور عمارت اور کتبہ بات قدیمہ کا مال کہتے ہیں۔

## بیان جامع مسجد

ایک مسجد جامع سلطان التمش کے زمانہ کی تعمیر میں موجود ہے اس کا طول بیرونی ۲۷۶  
 فٹ اور عرض بیرونی ۲۱۶ فٹ ہے اور اندرونی صحن ۱۸۰ فٹ طولا اور ۹۴  
 فٹ عرض ہے اور دیوار کے نیچے کا حصہ ۱۲ فٹ اونچائی تک کنکری کھانوں سے  
 اور پتھروں سے بنا ہوا ہے اور کی تعمیر نہایت کلاں خشت پختہ سے کی گئی ہے  
 اس مسجد کے اندر تین درجے جانب خوب ہیں اور جانب شرق دروازہ محراب  
 نہایت شان و شوکت کا سابق میں تھا اور جنوب و شمال اور دروازہ کے  
 ہر دو جانب عمارت بھی جو سقف کسی زمانہ میں تھی وہ منہدم ہو گئی تھی عہد کبر  
 میں ایک بہت بڑا گنبد درمیانی تعمیر ہوا لیکن یہیں ویسا باقی عمارت بجز منہدم  
 پڑی تھیں الا جانب جنوب دو گنبد دروازہ جنوبی کے شرق جانب بنے ہوئے  
 تھے۔ اور ایک پختہ صحن در میان صحن کے اور ایک چار پختہ منقل دروازہ شمالی  
 قدیمی تعمیر شدہ موجود ہے جسکی مرمت وقتاً فوقتاً ہوتی رہتی ہے کہتے ہیں کہ  
 اس مقام پر کوئی منار تھا اس جگہ پر ابتداء میں مسجد تعمیر ہوئی۔ الہمارے خیال  
 میں یہ امر نہیں آتا کہ عمارت مندر پر مسجد بنائی گئی ہو کیونکہ مسجد قبلہ رو بنیادوں  
 سے تعمیر کی گئی ہے۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ کسی منار کا کچھ طبعہ یعنی اینٹ پتھر وغیرہ  
 تعمیر مسجد میں لگایا گیا ہو تو عجیب نہیں۔ لیکن یہ کہنا کہ منار کو مسجد کر لیا اور  
 اسی بنیاد پر مسجد قائم ہوئی بالکل خلاف خیال ہے البتہ وقتاً فوقتاً اس مسجد  
 کی مرمت شکست و یرخت وغیرہ ہوتی رہی۔



سب سے اول بنیاد تعمیر مسجد کی خبر دینے والا کتبہ دروازہ شرقی جامع مسجد کا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ عہد سلطنت سلطان شمس الدین التمش میں مکمل تعمیر دروازہ شرقی کی ہے یعنی ۶۲۰ھ ہجری میں۔

دروازہ شمالی جامع مسجد کے کتبہ سے معلوم ہوتا ہے کہ محمد بن تغلق شاہ کے عہد میں بھی ترمیم اس مسجد کی ہوئی اس کے دروازہ شمالی پر ایک کتبہ سنگین مرقوم ہے جو ۶۲۰ھ ہجری کا ہے ایک بہت بڑی عمارت درمیانی گنبد کی جس کا قطر

۱۰ من دخله كان امنا۔ بسم الله الرحمن الرحيم و لله على الناس حج البيت من  
جو آیا اس جگہ امن سے ہوا۔ اور اللہ کا فرض ہے کہ کوئی بچ کر ناخدا خدا کا

استطاع الیہ سبیل۔ ادخلوها بسلام۔ بامر السلطان المعظم السلطان  
جس کو پہنچنے کی قدرت ہو۔ آؤ اس جگہ سلامت ہو گے۔ حسب حکم بادشاہ بزرگ سلطان اعظم

الا عظم مالک رقاب الامم شمس الدینا والدين اعلی الاسلام والمسلمین  
جو مالک تمام مخلوق کی گردنوں کا ہے جس کا نام شمس دنیا اور دین ہے جس نے بلند کیا اسلام کو اور اسلام والوں کو

اعل الملوك والسلاطين ابو المظفر الشمس السلطان ناصر امیر المومنین  
اور جو بابر بادشاہ ہو سکے زیادہ عادل ہو کثرت سے کی ابو المظفر الشمس بادشاہ مددگار سرور مومنین ہے

خلد الله ملكه ست سنہ عشرین و ست مائة

ہمیشہ رہے ملک اس کا ست سنہ

۶۵۰ھ عمر محمد لا العمارۃ الخیرۃ المعظّم الخلد الله الرحمن ابو المجاهد المجدد تغلقشاہ

بنانی۔ عمارت خیرت بزرگ مراد خداوند رحمن المجاہد محمد بن تغلقشاہ بادشاہ نے

السلطان خلد الله ملكه و سلطانه فی تلكه ست سنہ و عشرین و سب مائة

تیرہ سو سال اللہ ملک اس کا اور بادشاہ اس کا ست سنہ میں

معماریہ حبیب بن حبیب کو تو ازل خطہ بد اوّل  
معمار اس کا حبیب بن حبیب کو تو ازل خطہ بد اوّل تھا۔

۳۳ فٹ ہے بڑی ٹہری دیواروں پر جنکے آثار ۱۷ فٹ چوڑے ہیں واقع ہے  
 اور ایک محراب اندرونی اس کی چوڑائی ۸ فٹ ہے۔ اور ایسی ہی دو محراب  
 اس گنبد کی جانب شمال و جنوب ۱۷ فٹ چوڑائی کی موجود ہیں۔ باہر کی محراب  
 ۳۴ فٹ چوڑی ہے اور اس کے سامنے صحن مسجد اور صحن بنا ہوا ہے اور یہ  
 عمارت قطب الدین شیخ غوب کو کہ نے بعد اکبر بادشاہ غازی ۱۳۱۰ھ ہجری میں  
 بنوائی چنانچہ پاکھ شمالی جامع مسجد دیواروں پر یہ کتبہ مرقوم ہے جو نوٹ میں  
 بجنسہ لکھا جاتا ہے پاکھ جنوبی اندرونی جامع مسجد میں جو کتبہ بخط فارسی ہے  
 اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۳۱۰ھ ہجری میں بھی مرمت و تعمیر مسجد ہذا کی  
 ہوئی تھی۔

بعد ازاں غدر ۱۳۱۰ھ سے پیشتر یعنی ۱۵۵۶ء میں مولوی رضی اللہ صاحب مرحوم  
 پیر مولوی طہیل احمد صاحب نے اندرون و بیرون گنبد کلاں کی استرکاری چندہ  
 سے باہتمام خود کرائی۔ حافظ نیاز احمد صاحب مولیٰ مرحوم خوشنویس نے آیات قرآنی اور  
 سورہ جمعہ حاشیہ پر کندہ و محاریب پر مرقوم کی ہیں جو اس وقت تک موجود ہیں۔

۱۵ در عہد جلال الدین محمد اکبر بادشاہ غازی در مظلہ یکہزار و سیزدہ ہجری بنا کر دین سجد قطب الدین حبیبی  
 شیخ غوب کو کہ ابوالمظفر سلطان سلیم شاہ غازی ابن جلال الدین اکبر باہتمام نواب شیخ ابراہیم ولد خان مذکور  
 کو کہ پیشتر عمارت عبد الملک قاسمی۔

۱۶ بناؤ خان قطب الدین مرحوم ۶۰۰۰ حکم حکم خان کشور ۶۰۰۰ شیخ فضل اللہ حبیبی ۶۰۰۰ چوہدری تمام با صندریہ بنہ و فرہ  
 پنے بنایا و گفتہ فرود ۶۰۰۰ رخاں گو خالہما اللہ اکبر

لیکن میری پیار کی عمارتوں میں جنگی چھتیں زمین بوس ہو گئی تھیں ابیں صد ہا درخت  
 جنگلی شریفہ وغیرہ جم آئے تھے اور صد ہا سانپ و کچھو رہتے تھے اور نماز صرف  
 گنبد کلاں میں ہوتی تھی۔ صرف ایک دروازہ شرقی کلاں درست تھا البتہ دروازہ  
 ہندوستان میں ویسا کی عمارت خراب پڑی تھی جسے میں مسٹر لپ صاحب  
 بہادر مجسٹریٹ و کلکٹر ضلع کو اتنی بڑی عمارت قدیم اور یادگار شاہان سلطنت دیکھ کر  
 افسوس ہوا انہوں نے ہم لوگوں یعنی اہل اسلام سے اس کی درستی کے واسطے  
 کہا اس وقت ایک رقم شیر بندہ کی مسلمانان شہر نے اعتراف و توفیق کے فراہم  
 کر کے مسجد کی مرمت شروع کر دی۔ چونکہ راقم الحروف زیادہ تر شاہجہاں پور  
 بہادر تھا و کالت رہتا تھا اور دیگر علما شہر کو بھی اپنے اپنے امور سے  
 دور رہتے تھے نہ تھی یہ کام ہمارے شیخ مولوی طفیل احمد صاحب وکیل منصفی بدایوں  
 نے مولوی رضی اللہ صاحب مرحوم نے اپنے ذمہ لیا واقعی جو مولوی طفیل احمد  
 صاحب نے اس مسجد کی تعمیر میں اور فراہمی چندہ میں اور اپنے پاس سے  
 بھی وقتاً فوقتاً مدد فرمائی اس کی شکر گزاری ہم تمام لوگوں پر ضروری ہے  
 عند اللہ اجر پائیں گے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اتنی بڑی عمارت عالی شان کو جو بادشاہ  
 وقت تعمیر کر سکتا تھا۔ وہ تعمیر فریب اختتام کو پہنچی اور جملہ مرمت سے مکمل  
 ہو گئی کیسے قدر اندرونی فرش مرمت کو باقی رہا ہے اور دروازہ شرقی از سر نو  
 بصورت زر کشیر سنگین تعمیر کیا گیا اور جو کتبہ سابق دروازہ پر تھا بدستور لگا دیا گیا  
 اور دروازہ شرقی کی عین ویسا رُکائیں تعمیر کرائی گئیں جنگی آمدنی مسجد میں  
 نہ ہوتی تھے اور پچاس روپیہ سالانہ خرچ مسجد کے واسطے مسماہ جگن عرف

جگر و زوچہ چودھری عبدالعلی صاحب مرحوم نے اپنی موقوفہ جائداد سے دوام کے واسطے مقرر کر دیئے ہیں جو ستوولی وقف چودھری بنی بخش صاحب سالانہ عنایت کرتے ہیں چراغ بنی اور جو ض کی بھرائی وغیرہ میں صرف ہوتا ہے اور جو آمدنی دکانات اور سالانہ مقررہ سے بچتی ہے اور چندہ جو قدر ہو جاتا ہے وہ سب تعمیر سجا میں لگایا جاتا ہے۔ اس مقام پر مجھ کو یہ لکھنا بھی ضروری ہے کہ ہر آئینہ نواب لفٹنٹ گورنر سر اکلنڈ کالون صاحب بہادر و ام اقبالہ شاہیوں میں بدایوں تشریف لائے اور جامع مسجد کی جو تعمیر جاری ہوئی تھی ملاحظہ فرمائی اسوقت نواب صاحب موصوف نے جلسہ عام میں یہ ارشاد فرمایا کہ مسلمانان بدایوں نے ایسا کام کیا ہے کہ جو صفحہ روزگار پر یادگار رہیگا کیونکہ اتنی بڑی عمارت شاہی کو جو قیدی ہے اپنی مدد سے بلا استعانت شاہی از سر نو تعمیر کر دیا ہندوستان کے مسلمانوں میں یہ ایک نظیر ایسی ہے کہ جس سے اور لوگ سبق حاصل کر سکتے ہیں اور خود جناب موصوف نے چندہ عنایت فرمایا۔ راجم الحروف سے جب پراپوٹ ملاقات ہوئی تو جناب موصوف نے قریب قریب یہی الفاظ مکرر فرمائے اب ہکو امید ہے کہ یہ تعمیر جو ہمارے عہد کی ہے مدت ہائے دراز مدت قائم رہے اور ہماری نسلوں میں ہماری یادگار باقی رہے۔ اور آئندہ کو بھی جو ہمارے بعد آنے والے ہیں وہ انشاء اللہ تعالیٰ اس خانہ خدا کو قائم رکھنے میں کوشش کریں گے۔ آمین۔ آمین۔ آمین۔

بیان عید گاہ شمسی

ایک عید گاہ شمسی جانب غرب شہر سے ایک میل فاصلہ پر اپنے عہد گورنری میں سلطان اتش نے ۱۵۹۹ء ہجری لغایت ۱۶۰۰ء ہجری مطابق ۱۶۰۰ء لغایت ۱۶۰۹ء میں بہت بڑی بنوائی۔ ۳۰ فٹ طول میں دیوار عید گاہ شمسی کی ہے اور ایک ممبر بہت عمدہ اور بلند خطبہ کے واسطے بنا ہوا ہے۔ اُس ممبر کے جانب جنوب محراب دیوار میں آیات قرآنی مرقوم ہیں۔ اور دیوار کے بالائی حصہ پر کھڑی ہوئی اینٹوں میں کچھ عبارت لکھی ہے جس کے حروف بوجہ استرکاری کے سرٹ گئے ہیں اور پڑھنے میں نہیں آتے۔ اور حاشیہ دیوار پر رنگو خشت نہایت چمکدار بجالی ہوئی ہیں جو بعض موجود ہیں اور اکثر جاتی رہیں اور بڑے بڑے ستون سنگین چوترہ کے قریب افادہ ہیں۔ ہین معلوم کہ یہ ستون کس جگہ نصب تھے۔ اب اُس دیوار کے عقب میں زیارت حضرت بدر الدین شاہ ولایت قدس سرہ العیز اور ایک دروازہ اُس دیوار میں ممبر کی جانب شمال بزمانہ سابق نکالا گیا اُس حصہ چوترہ پر جو جانب جنوب ہے نماز ہوتی ہے جانب شمال کے چوترہ پر درخت وغیرہ خود روجم آئے ہیں اور خدام زیارت شاہ ولایت رحمۃ اللہ علیہ نے جدید چند متفاہر آدمی ہیں اور وہ حصہ شمالی دیوار کا شکستہ ہوتا جاتا ہے اس حصہ دیوار شمالی کی طرف ایک حوض شمسی تھا جو بالکل کھد گیا اُس کی اینٹیں لوگ لے گئے اب وہاں صرف ایک تلیا ہے جو موسم برسات میں پانی سے بھر جاتی ہے اسکے سوا اور کچھ نہ ان حوض شمسی کا نہیں ہے۔

بیان مدرّجہ

عقب جامع مسجد شمس کے مدرسہ مغربہ جو قطب الدین ایک یا شمس الدین لہنشا نے بہت بڑا تعمیر کیا تھا اور بنام سلطان سخر الدین اپنے آقا کے موسوم کیا تھا جسکا تذکرہ تاریخ فرشتہ اور دیگر کتب میں موجود ہے اس مدرسہ سے بہت اشخاص عالم و فاضل ہوئے اسوقت اس مدرسہ کے صحن میں تاج الدین یلدرم کی قبر عقب جامع مسجد ہے جو مشہور بہ قبر سلطان بلخی ہے اور کوئی نشان اس مدرسہ کا سوائے بنیاد ہائے زمین روز کے باقی نہیں ہے الا ایک چھوٹی سی مسجد کی بنیاد نمایاں تھی۔ اسپر اب خطیب خواجہ احمد و مقبول احمد صاحبان نے ایک مسجد تعمیر کرا دی ہے آراضی اس مدرسہ کی مولف تاریخ ہڈانے ہمیشہ افتادہ عقب جامع مسجد دیکھی اور اُسیں چند قبریں علاوہ شاہ بلخی تاج الدین یلدرم کے موجود تھیں کوئی عمارت بجز نشانات اسہائے کہنہ باقی نہ تھے اور غالباً کچھ آراضی اُس کی جانب غرب و شمال اک زمانہ دراز سے اشخاص مختلف کے قبضہ میں رہی الا جو قطعہ افتادہ تھا اسپر سونٹان خواجہ احمد و مقبول احمد نے وقفاً و ثنائاً اپنی لکڑی وغیرہ بوجہ قربت مکانی ڈال لیا کرتے تھے اور شاید یہ بھی وجہ ہو کہ کسی زمانہ میں خطابت جامع مسجد اُن کے خاندان میں ہو کیونکہ وہ خطیب مشہور ہیں اور انکا منقولیہ قبضہ ہو مگر ہمارے زمانہ تک کبھی کوئی تعمیر کسی قسم کی یا کوئی آبادی اُس قطعہ افتادہ پر نہیں ہوئی۔ ۱۰۰۰ء میں جبکہ مسٹر لپ صاحب بہادر مجسٹریٹ کی توجہ اس طرف مایل ہوئی کہ جو آراضی متعلقہ جامع مسجد ہے اور اسپر لوگوں نے اپنے مکانات بنالیئے یا قبضہ کر لیا ہے وہ اُن سے واپس لیجاوے۔ چنانچہ شمالی دروازہ جامع مسجد کی جانب

غرب و مشرق دیوار سے ملا کر لوگوں نے مکانات خام تعمیر کر کے قبضہ کر لیا تھا  
 اور چاہ جامع مسجد میں پل چلانے کے واسطے بھی پانی نہ تھا جس سے عرض بھرا  
 جاوے اُن آراضیات کو اُن قابضان سے خالی کرایا اُسوقت عقبہ جامع مسجد  
 مدرسہ مغربہ کی آراضی پر بھی اکثر اشخاص ہتھمان جامع مسجد نے قبضہ آراضی و  
 پر کرنا چاہا اور اُس کی آمدنی کو جامع مسجد میں لگانے کی جہا رت کی اُسوقت  
 خواجہ احمد و مقبول احمد صاحبان نے ایک نالاش دیوانی میں بعد تبادلہ سطر  
 لب صاحب بہادر کے چند اشخاص پر جو ممبر اور رکن تعمیر جامع مسجد کے تھے  
 واکر دی راقم الحروف بھی جزیرہ مدعا علیہم داخل تھا باپو پرگلاس صاحب  
 منصف شرقی بدایوں کے اجلاس میں یہ مقدمہ پیش ہوا منصف صاحب  
 نے موقعہ ملاحظہ کر کے فریقین کے بیانات قلمبند کرنا چاہے اُسوقت خان بہادر  
 مولوی حامد بخش صاحب نے جو بزمہ مدعا علیہم تھے راقم الحروف سے کہا  
 کہ بہتر ہے جو ہم مدعا علیہم اور مدعیان کسی اہل محلہ کے بیان پر انحصار کر دیں چنانچہ  
 فریقین نے ایک صاحب پر منجملہ اہل محلہ کے حصر کر دیا اُن بزرگوار نے یہ  
 فیصلہ کیا کہ اسقدر آراضی دیوار پس پشت جامع مسجد سے عرض میں اور طول  
 تاہ جامع مسجد متعلق مسجد کو چاہا باقی آراضی مدرسہ مغربہ اور قبر شاہ تاج الدین  
 بدروز اور دیگر مقابر و مسجد بقضہ مدعیان رکھی جائے اس روز سے اس آراضی  
 افتادہ پر مدعیان نے اپنا قبضہ بذریعہ مال لکڑی کے کر لیا ہے اور مسجد  
 کی جو آراضی مدرسہ مغربہ میں واقع ہے اس کی تعمیر کرا دی اب اور  
 کچھ نشان مدرسہ مغربہ کا باقی نہیں رہا

## زیارت خواجہ بدرالدین شاہ ولایت رحمۃ اللہ علیہ

عقب عبد گاہ شمس کے یہ زیارت محل مسجد و حریم بخت نہایت عمدہ بنی ہوئی ہے اس کی عمارت سابقہ نہیں معلوم کس وضع کی تھی کتبہ جو اس زیارت میں منقوش ہیں اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ چند مرتبہ اسیں کچھ تعمیر ہوتی رہی۔ حریم جواب بنی ہوئی ہے یہ مشہور ہے کہ کسی طوائف نے وقت پوری ہونے منت کے بوائے ہے لیکن ہکو اُس کی تعمیر کا زمانہ معلوم نہیں نہ کوئی کتبہ اس تعمیر کے متعلق ہے کتبہ جات جو بالفعل موجود ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔

کتبہ اندرون کتبہ دروازہ شاہ ولایت رحمۃ اللہ علیہ

عمرت کنندہ عہد السلطان النمان ناصر الدین و الدین  
محمد شاہ فیروز شاہ السلطان خلد اللہ ملکہ بانی بنائی موضعہ  
مشائی البلد بدر الملة والدین طاب ثراه سراجی الحضرت لہ  
حضرت رض اللہ کو نوال خطہ بدایون جائزہ اللہ للبانی فی  
ذی الحجہ سنہ اثنی و تسعین و سبع مائہ -

کتبہ پاک کہ حریم جنوبی

فی زفات السلطان العادل جلّال الدین محمد اکبر بادشاہ غازی

اگر یہ معلوم ہوتا ہے کہ عمارت شمس اور حدیث یعنی باغ کسی مقام پر تھا اور اُس پر کتبہ لکھا گیا ہے۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ عبد گاہ و جوش شمس کے قریب کوئی باغ ہو اور اُس پر بعد از کتبہ میں یہ کتبہ لکھا گیا اور بعد از ہر دو کتبہ کے حریم حضرت شاہ ولایت میں لکھا گیا۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی شخص اکبر آباد کا رہنے والا آستان حضرت شاہ ولایت رحمۃ اللہ علیہ پر آکر تین ماہ قبلہ کش رہا ہو اور اپنی روانگی کے وقت اس کتبہ کو بطریق شست پر کندہ کر دیا ہے۔

سلطان  
عبد الدین  
محمد شاہ  
بدر الملة  
ناصر الدین  
محمد اکبر  
بادشاہ  
غازی



بانی عمارۃ الشمسی والحدیقہ صرنا محمد ابن شاہ ولی حسین خان

حرر ۱۰ ستمبر ۱۲۹۱ھ

کتابتہ اندرون حریم شاہ ولایت صاحب رحمۃ اللہ علیہ جانب شرق  
ایک کتابت پڑھنے میں بوجہ مٹ جانے کے نہیں آتا ہے تاریخ بھی اُس میں  
نہیں ہے جو حرف پڑھے گئے وہ ذیل میں درج کیے جاتے ہیں۔

کتابتہ

نبام خدا کو مست قایم بالذات ابد دارندہ بندہ و مور وار۔ سر کس نامزد ہیں جہاں  
ایں محاد۔ آستان شیخ حنان بدرالدین کہ صاحب ولایت اکبر۔ ابادر۔  
سہ ماہی قیام نکر دگر داین باز برد۔

کتابتہ زیارت جلال کاشی

متصل دروازہ حضرت بدرالدین شاہ ولایت جانب شمال حضرت جلال کاشی قدس سرہ  
کا حقیقہ ہے جس میں چند قبریں ہیں ایک کتبہ کے جانب غرب ہے جس پر آیت الکرسی  
منقوش ہے اور یہ لفظ تاریخ شہادت سلطان باقی گشت کہ پڑھنے میں  
آتے ہیں باقی کچھ پڑھا نہیں جاتا دوسرا کتبہ بیرون حریم جو منقوش ہے وہ یہ ہے  
ایں بنا ہے حریم شیخ جلال پشدرتب ز شیخ فیض اللہ ۷ سال تاریخ اوپر پیر خرد  
یا فتم بر جلال است ایں درگاہ۔

اس کتبہ سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ فیض اللہ ہشتی کے زمانہ میں ۱۰ ستمبر ۱۲۹۱ھ میں تعمیر  
ہوئی ہے۔ شیخ فیض اللہ ہشتی فاروقی بدایوں میں عہد جہانگیر و اکبر میں کوئی  
سرخ شخص تھے کتبہ جامع مسجد سے بھی واضح ہے کہ شیخ موصوف نے اُس کی تزیین

کتابتہ زیارت جلال کاشی

تعمیر کی ہے

## کتبہ زیارت میراں ملہم شہید رحمۃ اللہ علیہ

منتقل دروازہ پھر قول حنیفہ حضرت ملہم شہید رحمۃ اللہ کا ہے ایک مسجد اور  
حریم زیارت حسین چند قبور پائی جاتی ہیں بہت پُرانا مزار ہے محلہ بیدوں ٹولہ میں  
یہ زیارت واقع ہے اس میں دو کتبہ دیوار میں ایک اندرون حریم جانب شمال  
دوسرا دروازہ کے جانب شرق ہے۔ کتبہ اول پنجویں پڑھنے میں آتا ہے وہ  
یہ ہے۔

انقصت عمارۃ جلالی فی عہد سلطان الاعظم ابوالجہاد

تمام ہوئی عمارت نئے زمانہ میں بادشاہ اعظم ابوالجہاد

فی سبیل اللہ محمد بن تغلق شاہ السلطان ناصر امیر المؤمنین

فی سبیل اللہ محمد بیٹا تغلق شاہ کا جو بادشاہ مددگار سردار مسلمانوں کا ہے

خلد اللہ ملکہ و سلطانہ و اعلیٰ امرا و نشانہ المعمار محمد

ہمیشہ رکھے اللہ ملک اسکا اور دبدبہ اور بالا رہے حکم اسکا اور شان اس کی۔ معمار محمد

سلطانی یوم احدى الثامن من ربيع الآخر سنة

بادشاہی تھا۔ روز یکشنبہ ہشتم ماہ ربیع الثانی ۷۲۸ ہجری تھے۔

ثمان وعشربین وسبع مائے۔

یہ کتبہ عہد سلطان محمد عادل شاہ بن تغلق کا ہے جو الخ خاں کے نام سے

مشہور تھا اور بعد وفات غیاث الدین تغلق کے ۷۲۵ھ میں تخت دہلی

پر بیٹھا اور یہ بعد غیاث الدین بدایوں بھی آیا تھا جب بیتخت نشین ہوا

تو اسوقت اس نے مسدود میں کوئی عمارت جدید تعمیر کرائی ہے جسکا یہ کتبہ ہے ممکن ہے کہ مسجد و خطیرہ کی تعمیر کا نام عمارت جدید کیا ہے الایہ عارت نہایت مختصر ہے۔ اندازہ ہمارے خیال میں یہ کتبہ کسی دوسری جگہ کا لگا دیا گیا ہو کیونکہ وہ دیوار چین پر لگا ہے وہ حال کی تعمیر ہے اور قدیمی تعمیر نہیں ہے۔

اور دوسرا کتبہ جو دروازہ کے پاس ہے وہ ایک بہت بڑے پتھر پر ہے اور اسکا ایک حصہ ٹوٹ گیا ہے مشکل سے پڑھنے میں ناقص عبارت آتی ہے جسکو ہم بخوبی سمجھتے ہیں۔

بھی الذی الدرب المصلح المحسن في سلكه السلطان المعظم الميرزا قاسم

بنواتے یہ گھر خداوند پر مضبوط قلعہ والے نے زمانہ بادشاہ سلطان بیگ مالک لوگوں کی گردنوں کا

بقلم مار اللہ اور لاہوری ملک سید صاحب المباح والحکم الملک

حسب فرمان امام ملت اور ایمان کا وارث ملک سلیمان کا مالک تاج و حکمت کا عالم میں۔

یہ پتھر سنہ ایک مسجد اور تکیہ میں جو محلہ سید باڑہ میں متصل مکان قاضی غلام موسیٰ رضا صاحب مرحوم کے رکھا ہوا دیکھا تھا چونکہ وہ مسجد و تکیہ ویران تھا شاہی سید عباس علی ساکن محلہ سیدواڑہ نے کسی مقام قلعہ سے اٹھا کر اس جگہ رکھ دیا تھا پھر پچھنچا سال ہوئے کہ مسلمانوں نے وہاں سے اٹھا کر اس پتھر کو ناکہ شرقی دروازہ میران محلہ شہید میں لگا دیا اس کتبہ کی عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قلعہ کے اندر کسی محلہ کے دروازہ پر لگا یا گیا تھا افسوس ہے کہ تمام و کمال کتبہ بوجہ کستی پتھر تاریخ یا نام بادشاہ کا ظاہر نہ کر سکا۔ جو عبارت اور رسم خط اس کتبہ کا ہے اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتبہ ابتدا احمد اہل اسلام کا ہے۔ جو القاب اس میں

مرقوم ہے یعنی امام الملہ والا بیان وارث ملک سلیمان یہ القاب عہد ایک وانش  
میں مشتمل ہے چنانچہ بیہقی وغیرہ میں مرقوم ہے۔

## مسجد سوتہ

یہ مسجد محلہ سوتہ میں ہے جہاں سادات کے مکانات ہیں اور ایک چاہ بختہ بنا ہوئی  
اس مسجد میں ایک کتبہ لگا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسجد بھی ایک عمارت  
معبود قدیم شروع آمد اہل لکی ہے اور مشہور ہے کہ حضرت نظام الدین محبوب  
الہی قدسنا اللہ سرہ نے اس مسجد میں بیٹھ کر زمانہ طالب علمی میں مطالعہ فرمایا ہے  
چنانچہ ایک طاقتور بطریق چراغ دان کے محراب درمیان میں جانب جنوب بنیاد  
سے دس گرہ بلندی پر اس وقت بنا ہوا ہے جسکو کہتے ہیں کہ چراغ روشن کر کے  
مطالعہ فرمایا کرتے تھے اور اب بھی اس کی برکت مشہور ہے کہ طلبہ کندیہنوں  
مطالعہ کر کے توفیق حاصل کرتے تھے اور ہوتا ہے کہ کتبہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اول بانی مسجد  
حسام الدین تھے بعدہ حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے تعمیر کرایا اسکی  
بعد مرتبہ سوم سالہ ہجری میں محمد منیر نے تعمیر کیا۔ کتبہ یہ ہے۔

بود از قدیم بانی مسجد حسام دیں + چوں کہنہ گشت ریختہ افتاد بر زمین  
زاں پس نظام دین بنا کرد از جدید + تا مدت مدید فرو ماند ہم چمنیں  
بعد از وفات او چو محمد منیر ساحت + بیت العتیق نماۃ اسلام شد سینیں  
تا رخ سال او خرد خواستم گفت + آرد صوفیان سر سجده بر زمین

مہدی خان واقع محلہ سوتہ

یہ مسجد خان کے نام سے مشہور ہو لیکن مورخان متوہیان کی بنوائی ہوئی ہے یہ بھی بالکل  
قدیم معابد اسلامیت سے شمار کی جاتی ہے اس میں چنڈ بزرگوں کی قبور ہیں زمانہ حال  
میں حافظ علی اسد اللہ صاحب مرحوم کا بھی مزار یہاں تعمیر ہوا ہے اور دالان  
سنتف کے اندر دن قبر ہے وہاں پر ایک کتبہ کسی اور مقام کا حافظ علی احمد  
صاحب محمود اللہ شاہ سلمہ خلف حافظ صاحب مرحوم نے بوقت تعمیر دالان  
دیوار میں لگا دیا ہے اُس کتبہ کا اول حصہ شکستہ میں جعفر عمارت پڑھنے میں آتی  
ہے اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ عہد سید مبارک شاہ بادشاہ دہلی میں ملک الشرف  
یوسف اُس کے دربار کا مغز شخص تھا مقام بدایوں میں کسی عمارت پر یہ کتبہ لگایا ہوگا  
فوس بنے کہ حصہ اولین اُس کا جانا رہا اُس عمارت کا نشان معلوم نہیں ہوتا۔  
لغبتہ یہ ہے۔

خداوند یاده مبارک خلد الله مکه بسع مکه الشرف  
کتبه بالتارخ الثاني من الحرم سنة خمس ثلثين وثمانمائة  
٨٣٥ هـ

متقبرہ مخدوہ جہان در سلطان علاء الدین

یہ ایک عمارت قدیم ایک گنبد کی ہے میراں سر اے کی آبادی سے جا سب  
خوب شیخ پور کے راستہ پر واقع ہے۔ اس مقبرہ کے اندر محمد و مسہ جہاں  
مادر سید علاء الدین بادشاہ کی قبر اور نیز سید علاء الدین بادشاہ کا فرزند

[illegible]

اُسکے گردِ اُرد بہت بڑا حظیرہ پختہ معلوم ہوتا ہے اب ویران چکستہ ہے گنبد پر  
مسکن کرگس زغن ہے اندرون گنبد قبروں کے پاس سولہ شی وچتر بانہی  
جاتی ہیں افسوس ہے کہ یہ یادگار چند روز میں مسمار ہو جائیگی حال میں سرکار برٹش  
نے مرمت کی طرف توجہ کی ہے یقین ہے کہ شاید اب حالت درست ہو جاوے  
ہم کو اس گنبد کو دیکھکر مصداق اشعار ذیل یاد آیا۔

چشم حیرت میں چرا در قمر شاہاں بنگری کہ کوچہ سال از حادثات دہر گرد و شاہ خراب  
عکسوت ازار و پوش پردہ داری میکند چغدنوبت میند بر گنبد افراسیاب  
یہاں ایک کتبہ لگا ہوا باقی ہے اور کتبہ جات سب اکھاڑ دیئے گئے۔

### کتبہ

بنائے اس عمارت سیدہ مخدومہ جہاں مرحومہ مغفورہ مادر حضرت سلطان  
علاء الدین والدین بادشاہ سلطان در عہد سلطنت سلطان مذکور سورنہ  
التاسع عشرین رجب المرجب سنہ ۷۶۶ وثمانین  
۸۶۶ ہجری

### کتبہ سرائے میراں

یہ ایک کتبہ سنگ قریب ایک درجہ طول میں اوپر نیم درجہ عرض میں ہے  
اور اسکا پڑھنا نہایت مشکل ہے یہ رسم خط عجیب ہے کہ جسکو نہ تخلیق  
کھسکتے ہیں نہ نسخ نہ طرز انظار شان خط عربی ہے۔ اور عبارت فارسی و عربی  
مخلوط ہے سابق میں ڈپٹی محمد کریم صاحب ڈپٹی بند و بست نے ۱۸۶۷ء میں  
اس پتھر کے کتبہ کو پڑھنے پڑھانے کی کوشش فرمائی اور بہت سے عربی اور

فارسی خواں اشخاص نبھی گئے الا کسی سے پڑھا نہ گیا۔ راقم الحروف نے اپنے  
 شفیق مولوی سید اعظم شاہ صاحب شاہ جہاں پوری سے تذکرہ کیا مولوی  
 صاحب مذکور نے دوسرے خود تکلیف گوارا فرما کر اس کتبہ کو پڑھا اور راقم نے  
 خود دوسرے جاکر اس کی تصحیح کی تو اب جو عبارت اسکی پڑھنے میں آئی اُس سے  
 ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ کتبہ خطیرہ سلطان علاء الدین بادشاہ اورانکی اہلیہ کے  
 مزار کی عمارت پر منصوب تھا۔ اور کوئی جائداد وقف اُن مزار پر کی گئی تھی جب  
 وہ عمارت انقلاب زمانہ سے مسمار ہو گئی تب اس کتبہ کو محلہ میراں سرے کے  
 اشخاص اٹھا لائے اور اپنی مسجد میں رکھ دیا اور انکار ادا ہے کہ ہم سجدہ کی  
 عمارت پر پیش طاق لگائیں گے۔

اب ہم عبارت اُس کی مجسّمہ نقل کرتے ہیں۔

### کتبہ

میں نے اس کو سلطان الاعظم المعظم الاعداد الباذل العلام والکرام علیہ السلام  
 محمد بن السلطان المسعود المعصوم الحمد للہ السلطان کے نام اور الحمد للہ  
 موضع بتیل کو ملا یہ جو کہ کہ لہ سالما باخرا و ابیہ و مہر و مہر و مہر  
 و طوس کہ مالک موضع کہ کسی زمانہ بانیہ علیہ السلام بنقہ و فیہ احیا  
 و اباد کردینے موضع مذکور کہ کہ حدیث صلی اللہ علیہ وسلم مرقا  
 ارض اللہ لہ ملک احیا ہی سکھ و منفیہ کہ مالک مذکور موضع مرقا  
 خطیرہ سلطان کو و خطیرہ خود پساہلہ و فہ کہ کہ مالک مذکور  
 کہ ابر و فہ و ابیہ و سلطان و طوس کہ کہ تغیر کند او عند اللہ

میں نے اس کو سلطان الاعظم المعظم الاعداد الباذل العلام والکرام علیہ السلام محمد بن السلطان المسعود المعصوم الحمد للہ السلطان کے نام اور الحمد للہ موضع بتیل کو ملا یہ جو کہ کہ لہ سالما باخرا و ابیہ و مہر و مہر و مہر و طوس کہ مالک موضع کہ کسی زمانہ بانیہ علیہ السلام بنقہ و فیہ احیا و اباد کردینے موضع مذکور کہ کہ حدیث صلی اللہ علیہ وسلم مرقا ارض اللہ لہ ملک احیا ہی سکھ و منفیہ کہ مالک مذکور موضع مرقا خطیرہ سلطان کو و خطیرہ خود پساہلہ و فہ کہ کہ مالک مذکور کہ ابر و فہ و ابیہ و سلطان و طوس کہ کہ تغیر کند او عند اللہ

ماخوذ واکہ کہ وہ بخیر و در بر باد کمال اللہ تعالیٰ مودت لہ لعل  
 سہنہد ما ائمہ اللہ سندنہ الکلمہ مع علیہ  
 متولی موضع مذکور ملک سلامت سلطان۔

خلاصہ ترجمہ اس تحریر کا یہ ہے کہ مہر علی زوچہ سلطان علاء الدین نے موضع  
 بتیل للوالا پھو لکڑ کو جو ساٹھ سال سے ویران ہو کر مسکن درند و پرند کا ہو گیا  
 تھا اور کوئی وارث اسکا نہ رہا تھا جو بمنزلہ ولی کے ہوتا لہذا میں نے اس  
 وقف کو دوبارہ چمن کر کے مطابق حکم حدیث جو کوئی زمین بخر کو چمن کر دے  
 تو اس کی ملکیت ہے یہ زمین میرے ہمارے درمیان مفارقات ہو مالکہ  
 موضع مذکور نے اپنے اور بادشاہ کے خطہ پر خد اسکے نام پر وقف کیا اور  
 حکم حاکم ہو گیا۔ جو کوئی ایک شرط بھی شرطوں واقف سے بدل دے تو وہ خدا کو  
 نزدیک گنہگار اور مایوس ہوگا اور وہ خود بھی مرنے والا ہے جیسا کہ فرمایا حق سبحانہ  
 تعالیٰ نے۔ پس جو شخص بدل دے اس شرط کو بعد سن لینے کے بس بیشک  
 گنہگار اسکا اسی طرح ہے جیسا کہ بدلنے والوں پر ہوتا ہے بیشک اللہ سندا اور جاننا  
 اور متولی اس وقف کا ملک سلامت سلطان ہے۔

ہم کو یہ نہیں معلوم ہوتا کہ اسوقت جو موضع بتیل للوالا پڑھنے میں آتا ہے وہ  
 کس جگہ پر واقع ہے بدایوں کی حکومت سید علاء الدین بادشاہ نے اپنے  
 قبضہ خاص میں شمال میں خیبر آباد تک اور ضلع شاہجہانپور ملک اودھ کی سرحد  
 تک اور جنوب میں دریائے گنگا اور شمال میں پٹی بھیت اور غرب میں  
 سرکار سنبھل تک رکھتے تھے۔ بس موضع بتیل ایک مسطح زمین پر گنہگار شاہجہاں پور



متصل جلال آباد واقع ہے اور موضع للوالا تحصیل وانا گنج ضلع بدایوں میں گنگا کے قریب ہے۔ کیا عجب ہے کہ انہیں مواعضات کی طرف اشارہ ہو اور پٹہ بمعنی پرگنہ ہے لیکن ہکو یہ نہیں تحقیق ہوا کہ اُس وقت چھوڑ کر لٹا پرگنہ تھا۔

## گنگا پٹہ

شہر بدایوں کے گرد آبادی سے قریب نصف میل کم و بیش فاصلہ پر پڑائے گئے ہنایت بلند محکم تعمیر شدہ موجود ہیں مشہور ہے کہ یہ چوکیاں شہر کی حفاظت کو واسطے رہنے سپاہ کے جگہ قلعہ درست تھا بنائی گئی تھیں۔ لیکن گنگا پٹہ ایسے ہیں کہ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ مدفن کسی اہل دول کے ہیں۔ ہمارے نزدیک یہ گنگا چوکیات نہیں بلکہ گنگا متقاہیں چنانچہ جانب غرب شہر کے ایک گنگا کلاں جسکو گنگا پٹہ کہتے ہیں اُسکے دروازہ جنوبی پر صرف اسقدر پڑا گیا ہے (در عہد دولت خان احمد زماں دولت ہمایوں اعظم خود بنا ساخت) اس گنگا میں تین دروازے ہیں اور جانب غرب کوئی دروازہ نہیں ہے اب مسکن وحوش و طیور اور گرد و پیش ہزار ہا قبور ہیں لیکن چند سال سے خشت پڑوں نے آرا منی جانب غرب واسطے ایٹوں کے کھود کر متقاہ کو نیست و نابود کر دیا ہے اور شاہ گنگا بھی کیس وقت منہدم کر دیا جاوے۔ اس کتبہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بزمانہ شاہان لودی احمد خاں سردار جو ایک مدت تک بزمانہ بہلول و سکندر وغیرہ رہا ہے اُسکا یا اُسکے کسی عزیز کا مقبرہ ہے اعظم ہمایوں پسر بابک بنیرہ بہلول لودی کا تھا کیا عجب ہے کہ اُسکے عہد میں یہ گنگا تعمیر ہوا ہو۔ ڈاکٹر فیور نے

اُسکو غلطی سے مقبرہ دولت خاں لکھ دیا ہے کیونکہ عبارت میں در عہد دولت خاں  
لکھا ہے اُسکو مورخ نے دولت خاں سمجھ لیا۔

## گنبد مقبرہ عماد الملک

یہ گنبد اگرچہ بہ نسبت گنبد راپڑ کے کسیتقدر بلندی میں کم ہے الا ساخت اس کی  
نہایت عمدہ و محکم ہے اور یہ حضرت شاہ ولایت رحمۃ اللہ علیہ کے بن میں  
متصل قبرستان سورتی راقم الحروف کے واقع ہے اور گنبد راپڑ سے  
جانب جنوب تھینا پانچ سو قدم کے ہے۔

اس گنبد کی محراب جنوبی بیرونی پر ایک کتبہ مرقوم ہے اور وہ کتبہ دو قسم کے  
پتھر پر منقوش ہے نصف سنگ سُرخ اور نصف سنگ سفید ہے۔ اُس کی  
عبارت ذیل میں درج کرتے ہیں اور بعض حروف مٹ گئے ہیں مگر اصل  
مطلب پڑھا جاتا ہے اگرچہ سنہ کتبہ میں دو مقام پر ایک ہی پتھر سفید پر لکھے  
ہیں اور اُن دونوں میں پانچ سال کا فرق ہے چنانچہ ذیل میں مندرج ہو۔

سنگ سُرخ

بنا این گنبد مقبرہ امین الملک اعظم ہمایون خان  
احمد خان الملک عماد الدین محمود سدہ باقی الشانی  
من ذی الحجہ  
سنگ سفید

عماد الملک در عہد دولت المہد اعلیٰ

## دام عمالف باب ملک عماد سبع سبعین و ثمانینہ بود سند اثنی و ثمانین مانہ و مائت مائت

معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتبہ عماد الملک کے مقبرہ کا ہے اور یہ مقبرہ اسکا ہے  
عماد الملک زمانہ لودیوں میں سپا لار تھا اور بہت سے کار نمایاں اُس سے ہوئے  
میں آئے ہیں اور اٹھو غاں اسکا بھائی سردار لشکر تھا اٹھو غاں کی قبر گنبد  
راپڑ میں ہے جسکو ہم لکھ آئے ہیں۔ اور عماد الملک کا مقبرہ یہی ہے جسکا  
مذکور ہوا۔ جو سنہ دوسرے پتھر میں مرقوم ہیں اُس سے یہ معلوم ہوتا ہے  
کہ سلطان علاء الدین کے عہد حکومت میں اسکی تعمیر و تکمیل ہوئی اعظم ہایوں  
بنیرہ بہلول لودی کا زمانہ حکومت سنہ ہجری ہدایوں میں نہ تھا۔

شاید با جادت سلطان علاء الدین یہ کتبہ لگایا گیا ہو یا کسی دوسرے زمانہ  
میں نصف پتھر جو دوسرے رنگ کا ہو خواہ اول خواہ دوم کندہ کر کے چسپاں  
کر دیا گیا۔ یاد اکر فیروز صاحب نے اپنی کتاب میں جو حال میں تالیف کی ہو  
غلطی سے بوجہ اطلاع بعض اشخاص کے اس مقبرہ کو سلطان علاء الدین  
عالم شاہ اور اسکی بی بی کا ظاہر کر کے لکھا ہے اور ان دونوں کتبوں کا بھی  
ذکر کیا ہے اور یہ بھی تحریر فرماتے ہیں کہ اس مقبرہ کے متعلق کچھ جائد اوقفت  
سختی جو کتبہ سنگین میں جسکو ہم مخدومہ جہاں کے مقبرہ میں لکھ چکے ہیں درج ہو  
اور حوالہ جنرل ایشیا ریکس سوسائٹی صفحہ ۱۱۰-۱۱۱ کا دربارہ وقف دیتے ہیں  
یہ غلطی سورخ کی ہے درحقیقت مقبرہ مخدومہ جہاں والدہ علاء الدین کا جو

مقبرہ شہر کی دکن جانب ہے اور جبکہ جوڈا کٹر فیور رنے لکھا ہے اور وہ متصل  
سراے میراں ہے جو پتھر جامدادہ موقوفہ کا تھا اس مقبرہ پر نصب تھا جسکا حال  
مفصل لکھ چکے ہیں ڈاکٹر صاحب کو اسوجہ سے یہ خیال ہوا کہ جب مقبرہ عماد الملک کے  
انہوں نے مقبرہ علامہ الدین تصور فرمایا تو اس کتبہ کو جو سراے میراں کے مقبرہ  
میں نصب تھا اور وہ وہاں سے گر کر علیحدہ رکھا ہوا تھا مقبرہ عماد الملک واسے  
کے متعلق کر دیا حالانکہ اس کتبہ کا عرض و طول یعنی ۵ فیٹ اسبانی اور ۲ ۱/۲ فیٹ  
عرض اتنی جگہ پر کوئی کتبہ جو عمارت اب موجود ہے نصب ہونا پایا نہیں جاتا بلکہ  
استقدار عرض و طول کی جگہ محرومہ جہاں کے مقبرہ میں خالی پیش طاق دروازہ  
شمالی پر موجود تھی جہاں یہ پتھر نصب تھا اور جبکہ ہم عبارت کتبہ عماد الملک کو بخوبی  
خوڑے پڑھتے ہیں اور اسکا نام اور اسکا رخاں اس کے بھائی کا نام عہد پہلول لودی  
میں پاتے ہیں تو کوئی شک باقی نہیں رہتا کہ یہ مقبرہ عماد الملک کا ہونیکہ سلطان  
علامہ الدین کی بعد وفات کے جائے آسائش ہو۔

## روضہ چینی

یہ روضہ نہایت عمدہ وضع کا تعمیر ہوا ہے اس کی عمارت پر نسبت دیگر عمارات کے  
بہت خوش قطع ہے اور نہایت بلند گنبد ہے مشہور ہے کہ یہ روضہ کسی مسماۃ بی بی چینی  
کا جو شیوخ فاروقی سے بھتی تعمیر کردہ ہے اور ان کی قبر اس میں ہے لاکھ کوئی  
کتبہ جس سے سنہ یا بانی روضہ یا صاحب قبر کا نام معلوم ہو نہیں سکتا۔ ہماری تحقیقات  
میں یہ معلوم ہوا ہے کہ ملک چمن جو حاکم بدایوں بنیرہ سید مبارک شاہ تھا جو زمانہ



انتہام یافت۔

## گنبد شاہ یمنی

یہ مقبرہ شاہ یمنی کے نام سے مشہور ہے گنبد کلاں دریا سے سوت کے کنارے  
پر جانب جنوب شہر متصل شکر پنجہ جو درگاہ حضرت سلطان العارفين رحمۃ اللہ  
علیہ کو جاتی ہے اس سے جانب غریب پل کے قریب ایک اونچے ٹیلہ پر بہت  
بڑا بنا ہوا ہے شاہ یمنی کے حالات ہنسنے کتاب تذکرۃ الواصلین میں مرقوم  
کیے ہیں۔ غالباً زمانہ حضرت سلطان العارفين رحمۃ اللہ علیہ میں یمن سے بدایوں  
نشر لیتا لائے تھے اور مشہور ہے کہ شاہزادگان یمن سے تھے انکی بیٹائی  
جاتی رہی تھی بہرکت فیض حضرت سلطان العارفين رحمۃ اللہ علیہ بیٹائی  
عود کر آئی اور پھر تارک الدینا ہو کر آخر دم تک رہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

### کتاب زیارت احمد خنداں

حضرت احمد خنداں جو منجملہ ہفت احمد اولیائے بدایوں کے ہیں انکا حزار ایک  
چھوٹی مسجد واقع محلہ سوتہ متصل زیارت شیخ چاؤ زید دیوار مکان حکیم قندار الدین  
ولہ حکیم ریاست اللہ ایک تنگ کوچ میں واقع ہے اسکے دروازہ پر جو شمال روئے  
ہے ایک چھوٹا سا پتھر کندہ شکستہ لگا ہوا ہے جسکی عبارت صاف پڑھنے میں  
نہیں آتی ہے لاسنہ بخوبی پڑھا جاتا ہے جسکو ہم بحسنہ نقل کرتے ہیں۔ کتبہ پہچ  
مادائیکین ابانی ابن خیر اسماں مانند رحمت اللہ علیہ کتب فی الغرہ من  
رمضان ثلث وثمانین وستمائة۔

اس کتبہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی خانقاہ کسی درویش نے کسی مقام پر تیار کی تھی اُسکا پتھر بعد کو اس مسجد میں لگا دیا ہے اور زمانہ ۶۸۳ھ ہجری عہد سلطنت سلطان غیاث الدین بلبن کا تھا۔ ڈاکٹر فیضی نے ۱۳۳۲ھ ہجری زمانہ رکن الدین مسجد احمد خنداں کے کتبہ کو ظاہر کیا ہے حالانکہ ۶۸۳ھ صاف پڑھنے میں آتا ہے جو غیاث الدین بلبن کا زمانہ ہوتا ہے۔ اور لفظ انگلیں اس پتھر میں پڑھنے میں آتا ہے اُس سے ہم کو استفادہ معلوم ہوتا ہے کہ ملک اختیار الدین انگلیں ترک خطائے عہد رضیہ بیگم دختر الشمس میں حاکم بدایوں رہا ہے کیا عجیب ہے کہ کوئی عمارت اُس نے تعمیر کی ہو اور بعد اُس کی وفات کے یہ پتھر اُس کی یادگار میں لگایا ہو۔

### کتبہ نئی زیارت

شہر سے جانب غرب و جنوب تخمیناً ۱۸ سال ہوئے کہ کھیتوں کے کھودنے میں ایک قبر نمود ہوئی اور وہ ایک زمانہ سابق کی معلوم ہوتی ہے اور اُس پر تھوڑا سنگ خارا کا ہے جس پر یہ عبارت کندہ ہے۔





ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ مزار کسی عالم صوفی کا ہے جس نے عجز اللہناظرین یہ عبارت  
اپنی زندگی میں لکھوا کر رکھی تھی جو بعد وفات نصب کی گئی۔ ڈاکٹر فیور نے اس نئی  
زیارت کے سنہ ہجری لکھ دیئے ہیں مگر کہیں سنہ کا پتہ اس کتبہ میں نہیں ہے  
شاید کسی شخص نے زبانی کہہ دیا ہوگا جیسا اکثر دیگر مقام پر بھی معلوم ہوتا ہے فی زمانہ  
لوگوں نے ایک مسجد قاتی قبر کے پچھم طرف بنادی ہے اور اکثر لوگ زیارت کو جایا  
کرتے ہیں۔

## گنبد فتح خاں

شہر سے جانب شرق متصل محلہ براہم پور و منسار پور و نئی سرائے کے یہ گنبد  
واقع ہے ۴۰ فٹ باہر کی طرف سے مربع اور اندر سے ۱۹ فٹ ۸۔ اونچے مربع  
اس میں بننے رنگ کے حاشیہ گنبد پر نقشش اینٹیں نصب تھیں چنانچہ اب بھی کچھ  
باقی ہیں ایک پر لفظ اللہ مرقوم ہے پورب کے دروازہ پر ایک کتبہ نصب تھا  
جواب نہیں ہے لیکن ڈاکٹر فیور نے اپنی تاریخ میں اس کے سنہ ہجری درج  
کیئے ہیں۔ اگر یہی سنہ کتبہ میں تھے تو یہ گنبد سلطان علاء الدین خضر خانی کے  
عہد میں تعمیر ہوا ہے شاید اسکے زمانہ میں فتح خاں شہزادہ یارنٹس ہوگا اب اس  
گنبد میں ایک کسکر کے گدھے رہتے ہیں۔ اسی مقبرہ کے قریب ایک اور مقبرہ  
ہے جو ۳۴ فٹ باہر سے اور اندر سے ۲۴ فٹ ۶۔ اونچے مربع بننے اور اس پر  
کلہ کندہ ہے بڑا پتھر کتبہ کا اب باقی نہیں رہا۔  
ایک اور گنبد جانب جنوب و غرب منشی چیت سنگھ کے باغ میں واقع ہے

اسی سب اس وقت جذام خانہ ہے نہیں معلوم کب تعمیر ہوا کوئی کتبہ نہیں ہے۔

## روضہ اخلاص خاں

روضہ اخلاص خاں شہر سے جانب شرق متصل ابراہیم پور ایک نہایت عمدہ اور خوش قطع عالیشان وسیع مکان ہے اس نمونہ کی عمارت بدایوں میں اور کسی مقبرہ کی نہیں ہے۔ یہ مقبرہ عہد سلطنت ثعلبیہ زمانہ جہانگیر بادشاہ میں تعمیر ہوا ہے۔ اب اس مقبرہ میں گوبر کے اٹپے پاتھے جاتے ہیں اور گائے بیل باندھ کر اوپر چراتے جاتے ہیں والا گدہ قبر کا تقوید اس وقت تک درست ہے۔ شیخ احمد حسین فاروقی کے قبضہ میں یہ عمارت ہے۔ ہکو اسید ہے کہ گورنمنٹ سے اس کی مرمت کے واسطے ایک رقم حسب درخواست صاحب کلکٹر بہار ضلع کے کیس وقت ملیگی اور یہ عمارت از سر نو حالت اصلی پر آجائے گی۔ زمانہ غدر ۱۹۴۷ء میں کچھ دنوں کے واسطے جیل خانہ اس جگہ ہو گیا تھا اور قیدی رہتے تھے اور بعد اُسکے ایک عرصہ تک اس سسٹنٹ کلکٹر ایفون وقتاً فوقتاً اس میں مقیم ہے۔

## زیارت مولانا سید محمد

کنارہ ساغر تالاب پر حافظ رحمت خاں مرحوم نواب روہیلکھنڈ نے تعمیر کرائی ہے۔ مسجد نہایت خوش قطع اور حریم زیارت وغیرہ یادگار نواب صاحب مرحوم کی ہے باقی حالات حضرت خواجہ صاحب مدد روح ہونے کتاب

تذکرۃ الواصلین میں منسل درج کیے ہیں۔

## روضہ شیخ فرید فاروقی

شہر سے جانب جنوب دریائے سوہتہ کے جنوبی کنارہ چہرہ شیخوپور میں ایک قدیم عمارت مقبرہ شیخ فرید فاروقی کی ہے الایہ بھی خراب حالت میں ہے حالانکہ ان کی اولاد شیخ صاحبان شیخوپور ہر طرح ذی مراتب اور صاحب مقدر ہیں مگر افسوس ہے کہ اپنے مورث اعلیٰ کی اس عمارت کو ترمیم نہیں فرماتے۔ مگر امید ہے کہ کسی وقت توجہ کریں گے۔

## قلمہ شیخوپور

چند جہانگیر میں اولاد قطب الدین خاں نے اکچھٹا سا قلعہ بنایا تھا جسکی چار دیواری پختہ اور دروازہ کلاں وغیرہ تعمیر تھے اب صرف دروازہ کلاں موجود ہے شیخ فرید مرحوم نے یہ عمارت تعمیر کرائی تھی۔

## مقبرہ شاہ عالم خاں

یہ قبر واقع محسن مسجد شاہ عالم خاں پدر حافظ الملک نواب رحمت خاں مرحوم کی ہے اسکے آس پاس حریم پختہ کسی وقت میں بنی تھی چنانچہ کاتب الحروف نے بھی پختہ بنیادیں دیواروں کی دیکھی ہیں اب وہ بنیادیں معدوم ہو گئی ہیں مسجد حریم مسجد باقی ہے اولاد حافظ رحمت خاں کی جو بریلی میں ہیں اپنی اولاد کی رسم عقبتہ

اس جگہ آکر کرتے ہیں یہ مسجد حافظ مرحوم نے تعمیر کرائی ہے۔

## قاضی حوض

یہ ایک تالاب جانب غرب قدیم قبرستان شیوخ صدیقی اولاد قاضی حمید الدین گنوری پر واقع ہے۔ پہلے زمانہ میں یہ تالاب غام تھا مولوی فضل حسین مرحوم خلیفہ مولوی علی خلیل اللہ صدیقی نے قبل خدا اس تالاب کو پختہ تعمیر کرایا نہایت وسیع سیڑھیاں ہر چار طرف بنائی گئیں اور ایک مسجد پختہ مولوی صاحب موصوف نے بنوائی تھی اب اس تالاب کی بوجہ نے مرمتی کے یہ حالت ہے کہ اکثر سیڑھیوں کی اینٹیں لوگ لے گئے ہمارے شفیق مولوی طفیل احمد صاحب نے اس سال میں ہمت کی ہے اور اس کی تعمیر کی طرف توجہ مبذول فرمائی ہے۔ خدا انجام کو پہنچائے یہ تالاب اب مولوی مقبول رضا نواسہ مفتی فضل امام صاحب جو چھوٹے بھائی مولوی فضل حسین کے تھے قبضہ میں ہے۔ مقبرہ قاضی عبدالوہاب صدیقی دہا بونی قاضی حوض سے جانب غرب اس قبرستان میں چھوٹا سا واقع ہے۔

## زیارت شاہ جھنڈہ

شہر سے جانب شمال نزار حضرت شاہ جھنڈہ خلیفہ و مرید حضرت بدیع الدین شاہ نزار کا اس شہر پر جو بریلی کو جاتی ہے متصل تالاب چند و کھر قریبی تعمیر شدہ ہے اور اس میں عمارت پختہ گنبد کی ہے حرم سکونت ہو گئی ہے شہر میں یہ مزار

غالباً طیار ہوا ہے۔

## زیارت اعظم شہید فاروقی

اس مزار پر ایک تنویر سنگ سرخ کا رکھا ہوا ہے اور اُس کے چار طرف کتبہ مفصلہ ذیل کندہ ہے۔

هذا المرقد المنور الشیخ الاعظم بن شیخ حسین بن الشیخ  
ابراہیم بن شیخ محمد منان بن شیخ سعید الدین بن  
سلطان خواجہ زین العابدین بن خواجہ مراد بن محمود بن  
خواجہ بلال الدین بن خواجہ فرید الدین قدس سرہ العزیز  
اور اس کے بعد یہ آیت قرآن شریف کی لکھی ہے۔

ولا تحسبن الذين قتلوا في سبيل الله امواتا بل  
احياء عند ربهم يرزقون ۞ سنہ احوال و مستعین و نسیم ما  
یہ مزار روضہ چمنی خاں کے قریب شمال و غرب کی جانب واقع ہے اور وہ  
قبرستان بہت خراب حالت میں ہے۔ صاحب مزار کا حال ہم کتاب تذکرۃ الوائین  
میں درج کر چکے ہیں۔

## زیارت حضرت سلطان العارفين صاخرہ علیہ السلام

یہ زیارت بہت قدیمی زمانہ کی ہے سلطان العارفين صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا  
حال مفصل ہم کتاب تذکرۃ الوائین میں درج کر چکے ہیں اس عمارت کی وقتاً فوقتاً

تعمیر ہوتی رہتی ہے ایک عمدہ مسجد اندر حریم زیارت کے گنبد کی بنی ہوئی ہے  
 دروازہ پر بھی گنبد ہے اور اندرون حریم کے جانب شمال فرار کے ایک حجرہ واسطے  
 عوگات و چلہ نشینی کے ڈاٹ دار گنبد بنا ہوا ہے ایک پتھر سابق میں حریم کی  
 دیوار میں لگا تھا جو ناصر الدین محمود کے زمانہ کا تھا اور وہ کتبہ خط عربی میں تھا اب  
 وہ پتھر نہیں ہے بہت سے کتبے بدایوں سے آثار قدیمہ میں اُسٹھ گئے شاید  
 اُس میں وہ بھی چلا گیا۔ مسجد مذکورہ جانب غرب وزیر علی خاں ڈپٹی کلکٹر نے قبل عہد  
 ترسیم کرائی ہے اور اسپر یہ کندہ ہے۔

در موقوف مقدس سلطان عارفین و از صدق دل وزیر علی خان با صفا  
 مسجد بنا نمودہ بتاریخ اُن وزیر و ملہم ز غیب شد کہ پیکر خانہ خدا  
 کتبہ مسجد زیارت حضرت جنگلی شہید رحمۃ اللہ علیہ  
 الحمید ابو نصر بن محمد بن عمر ہستانی طال اللہ  
 یہ کتبہ مسجد زیارت حضرت جنگلی شہید میں ایک پتھر پر لکھا ہوا رکھا ہے اور وہ  
 شکستہ ہو کر ایک حصہ بالکل جلتا ہوا ہے جو حصہ موجود ہے اُس میں سے استقدر پڑا  
 جاتا ہے جسکو پہنے لکھد یا شان خط سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتبہ بہت پرانا  
 شاید زمانہ محمود کا یا اُس کے قریب یا بعد زمانہ کا ہو۔ یہ نہیں معلوم کہ یہ پتھر کس  
 عمارت یا کس مقبرہ کا ہے۔

کتبہ دروازہ مکان جگموتیار الدین صاحب حرم واقع محلہ  
 فرشتوری ٹولہ

ایک پتھر سنگ خار اسفید پر قلعہ منہدم کے جانب غرب متصل زیارت حضرت علی شہید

کی اس آراضی کوٹ سے برآمد ہوا کہ جو بالفعل ملکیت مولف کتاب ہذا کی ہے جب  
بنیاد قلعہ کھودی گئی تو اس کے متصل ایک پتھر ٹھینا ڈیرہ گز طول میں اور عرض میں  
قریب چار گز ہو گا لمبہ سے برآمد ہوا اور اس پر یہ آیت شریف درج ہے۔

واذیرقم القواعد من الیبت واسمعیل ربنا تقبل منا  
انک انت السميع العلیم

معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتبہ کسی حریم مسجد کا ہے اور وہ مسجد قلعہ کے متصل مسلمانوں نے  
تعمیر کی ہوگی جو بوجہ انقلاب زمانہ فضیل قلعہ کے ساتھ منہدم ہو گئی مگر بخت یہ ہے  
کہ اس پتھر کے قریب ایک بت شکستہ پتھر کا جس کا نصف زیرین موجود تھا جو مربع  
نشست میں پایا گیا اور نصف بالائی توڑ ڈالا گیا تھا اس سے ہم قیاس کرتے ہیں  
کہ وہ بت شکستہ آثار دیواریں لگا یا گیا ہوگا۔

## زیارت حضرت مولوی دلدار علی صاحب مذاق رحمۃ اللہ علیہ

یہ ایک عمارت جدید شہر سے جانب شمال باغ سیدوں والے میں حضرت مولانا مولوی  
دلدار علی صاحب مذاق رحمۃ اللہ علیہ کے فرار پران کے صاحبزادہ حضرت شاہ اشراق علی  
صاحب اور ان کے مریدان با اخلاص مولوی علی احمد صاحب قادری حشمتی نظامی  
خلیفہ مولانا سہووت دیوبندی عبدالحی صاحب وکیل و حافظ محمد فضل اکرم صاحب وکیل  
و قاضی غنایت رضا صاحب وکیل و شیخ اعجاز احمد نشنہ میاں فی تعمیر کرنا شروع  
کی ہے یہ عمارت اگر اتمام کو پہنچتی تو بہت خوش قطع ہوگی حریم تعمیر ہو چکی گنبد تعمیر

بہور سے ہیں۔

زیارت حضرت شاہ عین الحق رضانا را اللہ ربنا

متصل قاضی جو من شہرستین فلاں گس کے قریب جانب غرب ایک عمارت و باغ زیارت  
حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب عثمانی قدس سرہ واقع ہے ~~اس~~ اس کا انتقال ہوا  
اور اُس زمانہ سے تعمیر درگاہ شریفیت کی شروع ہوئی ہے اور اب عمارت نہایت عمدہ  
اور مسافر خانہ وغیرہ جدید تعمیر ہوئے ہیں اور دوسرا احاطہ برابر اسکے فرار شریف مولوی  
وفضل رسول صاحب معین الحق رحمۃ اللہ علیہ کا حضرت مولانا محمد عبدالقادر صاحب  
دام فیضہ تعمیر لایا ہے چنانچہ اس وقت تک اُس کی تعمیر جاری ہے ۔

مدارس

گورنمنٹ ہائی اسکول | ۱۵۰ عیس تقیم ہوا یہ مدرسہ متصل شفا خانہ اندرون  
شہر واقع ہے اور وقتاً فوقتاً عمارت بڑی دنگ ہوئی وغیرہ اس میں اضافہ ہوتی رہتی  
ہے۔ درمیانی ہال میں ایک قطعہ تاریخ نگندہ ہے جس سے سنہ تقیم مدرسہ ہذا ابراہم  
منوٹا ہے اور وہ قطعہ حسب ذیل ہے۔

ہوا ہے مدرسہ تعمیر بے نظیر ایسا \* بجایے کیے اسے رشکِ قصور کو جنوں  
 زور و صفت کہا تالیفِ سخداں نے \* بنایہ مدرسہ فیضِ عام و عالیشان  
 پہلے اس مدرسہ میں ایک کلاس عربی کا تھا وہ ٹوٹ گیا اور انگریزی کی تعلیم جو اس میں  
 تک ہوتی تھی اُس میں بھی کمی کر دی گئی تھی مدتوں تک صرف مڈل اسکول رہا یہاں

[illegible]



سے پھر اس مدرسہ کو بائی اسکول کا درجہ ملا ہے جو ہنوز قائم ہے۔

**تحصیلی اسکول** | اس مدرسہ میں اردو و ٹل تک تعلیم ہوتی ہے۔ طلباء کی کثرت ہے اسوجہ سے اس کی عمارت بھی بڑی بنائی گئی ہے اس کے علاوہ چند جنگی کے مدرسہ ہیں جنہیں ابتدائی تعلیم دیا جاتی ہے اور لڑکیوں کے بھی چند مدرسے ہیں جو جنگی اور شن کی سرپرستی میں چلتے ہیں۔

**مشن اسکول** | تحصیل کے قریب بازار میں ایک چھوٹی سی خوشناما عمارت دو سترلی ہے۔ ٹل تک تعلیم ہوتی ہے عیسائیوں کے سوا ہندو مسلمانوں کے بچے بھی کثرت پڑھتے ہیں اس کی تعمیر ۱۹۰۸ء میں ہوئی تھی اس سے پہلے مشن کا مدرسہ ٹون ہال کے قریب تھا جس میں ابتدائی تعلیم تھی۔

**مدرسہ دربار** | یہ مدرسہ عربی کا اندرون شہر محلہ مولوی ٹولہ مسجد خزا میں واقع ہے ایک مدت دراز سے شاہ عین الحق مولوی عبد المجید صاحب قدس سرہ کے آبا و اجداد کا قائم کیا ہوا ہے اور حضرت موصوف کی اولاد صاحب اب کتب گم گرم درس تدریس ہو اس مدرسہ سے بہت طلبہ مستفید ہوئے تھے۔ اس مدرسہ میں ایک مسجد قدیم موجود ہے جسکی عمارت پر یہ کتبہ مرقوم ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وَّضَعْنَا لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَۃٍ  
مِّمَّا سَکَنَ فِیْهِ اَیَّاتٍ بَیِّنَاتٍ وَ مَقَامِ اِبْرٰهَیْمَ وَ مَن دَخَلَهٗ کَانَ  
اَمْنًا وَّ لِلّٰهِ عَلٰی النَّاسِ حُجُّ الْبَیْتِ مِنْ اَسْتَطَاعَ اِلَیْهِ سَبِیْلًا۔  
بنائے مسجد زیارے حاجی اکرمین \* زشیخ افضل روشن پو آفتاب شدہ  
بجستہ ۱۰۸۰ سال از مرتبہ او \* خرد گفشت چہ مسجد مثال کہہ شدہ

مدرسہ محمدیہ | یہ مدرسہ جو دہری گنج میں مسافر تہجک عرف جگہ و زوہر جو دہری عبد الباقی مرحوم  
موقوف ہے، ۱۔ محرم الحرام ۱۲۸۷ھ مطابق ۱۸۷۱ء اپریل ۱۸ء کو وقفہ نامہ موجود دستور العمل آئندہ کے تحریر کیا  
جاوے گا۔ موضع کوٹہ شاہ پور اور موضع سدھنکیر کے اُچھائی و متفق معافیات و قطع قبضہ بدلیل بغض صرف مدرسہ  
و دیگر مضافات و غیر وقف کی پہلی تعمیر مدرسہ کی شکست ہو گئی۔ ۲۔ ۱۸۷۱ء میں جو دہری بنی بخش منولی مدرسہ کو گرنے  
اور سرلواسکی تعمیر کی یہ مدرسہ تہوڑ جا رہی ہے عربی و قرآن مجید کی تعلیم ہوتی ہو۔

### مساجد

خاص شہر میں حدود میں پینسٹری کے اندر ۹ مسجیدیں موجود ہیں جو سب آباد ہیں ہم  
ان سب کا نشان و پتہ ذیل کی فہرست کے ذریعہ سے نذر ناظرین کرتے ہیں۔

نمبر	نمبر	نمبر	نمبر	کیفیت
۱	فرشوری ٹولہ	مسجد	عبدالحق والی	متصل مکان نور باغ
۲	"	مسجد	قدیم فرشوریان	متصل مکانات مولف کتاب بند
۳	"	مسجد	"	متصل مکانات مولوی محمد الیہ الحق برادر عزیز مولف۔
۴	"	مسجد	ملوں والی	متصل وجانب شمال مکان مولوی الواہ حسین پشتر سب حج۔
۵	"	مسجد	متصل چاہ نوئی	تعمیر حال لہ چندہ باہتمام علی اصغر صاحب صاحب مدرس۔
۶	مولوی محلہ	جامع مسجد شمس	"	جس کا حال ہم متصل شرح وسطیہ کوٹہ علیہ

یہ مدرسہ جو دہری گنج میں مسافر تہجک عرف جگہ و زوہر جو دہری عبد الباقی مرحوم  
موقوف ہے، ۱۔ محرم الحرام ۱۲۸۷ھ مطابق ۱۸۷۱ء اپریل ۱۸ء کو وقفہ نامہ موجود دستور العمل آئندہ کے تحریر کیا  
جاوے گا۔ موضع کوٹہ شاہ پور اور موضع سدھنکیر کے اُچھائی و متفق معافیات و قطع قبضہ بدلیل بغض صرف مدرسہ  
و دیگر مضافات و غیر وقف کی پہلی تعمیر مدرسہ کی شکست ہو گئی۔ ۲۔ ۱۸۷۱ء میں جو دہری بنی بخش منولی مدرسہ کو گرنے  
اور سرلواسکی تعمیر کی یہ مدرسہ تہوڑ جا رہی ہے عربی و قرآن مجید کی تعلیم ہوتی ہو۔

نمبر	نام	مختصر خاص پتہ	کیفیت
۷	مولوی محلہ	مسجد خرمنا	اندرون مدرّسہ قادریہ یہ مسجد سمرہ شیوخ فاروقیان ہجری اوپر مدرسہ قادریہ کا حال پہنچنے درج کیا ہوا اس میں کچھ حال اسکا بھی درج ہوگا۔
۸	"	مسجد عثمانیان	سمرہ مولانا عبدالحق عثمانی۔ متصل مکانات مولوی الوار الحق ونشی عبدالرزاق عثمانی مرحوم۔
۹	"	مسجد	اندرون درگاہ حضرت اسمعیل باشند۔ متصل مکان مولوی محمد نور الدین صاحب مرحوم وکیل فرشتوری
۱۰	"	مسجد کلاچی	اندرون درگاہ قاضی صدیقی گواہ۔ متصل مکان طباطبائی و منشی عظیم الشان سب سربور۔
۱۱	"	مسجد	سمرہ دانشندان متصل مکان مولوی النور حسین صاحب سب حج و مولوی رضی اللہ عنہما وکیل
۱۲	"	مسجد حیدر شاہ	لباس شکرک و جانب غرب از چاہ ماہی اس مسجد کو ابتدا محمد عادل شاہ ز ۱۹۵۶ء میں تعمیر کرایا تھا۔
۱۳	"	مسجد مغری	عقبت جامع پنجابسی اندرون مدرسہ مغری واقع ہے اب مدرسہ کا نشان نہیں ہے آرامی افتادہ ہے اور اسکا بھی تذکرہ

نمبر	نام	نام	مختصر خاص پتہ	کیفیت
۱۳	مولوی محلہ	مسجد احمد نیر وال	ملصق بچاہ ماہی	درسد مغربہ کے ذکر میں صبح ہی۔ اس مسجد کے جانب جنوب درگاہ حضرت احمد نیر وال علیہ الرحمہ کی ہے اور جانب شمال و غرب سڑک ہے تعمیر حال قدرت اللہ سب سرور نے کی ہے چاہ مچھلی اکا بیت بڑا چاہ سامنے بادی کے ہے لیکن وہ اب پاٹ دیا ہے اس وجہ سے بیکار ہے
۱۵	مولوی محلہ	مسجد شیخ عجم	مشہور بڑوالی ہے	متصل چاہ ہنڈار۔
۱۶	بیدوں ٹولہ	منڈری مسجد	.	متصل مکان محمد انصار حسین و ہنشی فاخر حسین و کین ہاں ایک بزرگ کا مزار ہے مشہور ہے کہ یہ خرا موٹا رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے۔
۱۷	بیدوں ٹولہ	مسجد میراجی جٹا	اندرون درگاہ میر محمد شہید۔	متصل چوکی پولیس موسوس میراجی والی اسپن مزار حضرت میراں محمد شہید کا ہے اور بھی چند مزار استہاں۔

نمبر	نمبر	نمبر	مختصر خاصیت	کیفیت
۱۸	سوتہ محمد	مسجد تھان	سوتہ شہزادی تھان	متصل چوکی پولیس سوتہ
۱۹	"	مسجد نور بان	"	متصل مکان منشی محمد حمید الدین احمد
۲۰	"	مسجد حاجی محمد	اندرون درگاہ احمد خنداں	صاحب ڈپٹی گھاسہ عزم واقع ہے۔ متصل مکان حکیم افتخار الدین نشین اسسٹنٹ سرجن -
۲۱	"	مسجد	سیدوں والی	متصل مکانات حافظ عبدالستار مولوی نظر علی صاحب منصف اسکا کتبہ ہماری نگر چکے ہیں۔
۲۲	"	مسجد خان والی	متصل کوچہ متولیان	متصل کوچہ متولیان و جانب شرق از شرک پختہ متصل صفہ ہر درج ہے
۲۳	"	مسجد چنبیلی	"	تقریباً مال مولوی عبداللہ صاحب منصف متصل مکان مولوی طفیل احمد صاحب وکیل مولوی کمال الدین احمد صاحب منصف۔
۲۴	"	مسجد	غلی بخش خان والی	لب شرک متصل مکان مولوی علی بخش خان صاحب منصف۔
۲۵	"	مسجد	"	متصل مکان خان ہسا در مولوی

نمبر	نام	مذہب	مختصر خاصیت	کیفیت
۲۶	سوزہ محلہ	مسجد	شرف خاں والی	حامد بخش معمرہ مولوی محمد بخش صاحب سبب حج و عمرہ - متصل چاہہ ہندار -
۲۷	"	مسجد شفا خانہ	تکیہ والی	معمرہ گورنمنٹ عالیہ لب شرک شناہی - پہلے ایک مسجد کلاں بہت بڑی عہد شاہان سلف کی تھی جو غدر کے بعد کھم کھار احاطہ شفا خانہ میں آگئی تھی چاہے اُس کے سرکار نے متصل شفا خانہ مسجد بنوا دی ہے -
۲۸	کمانڈران محلہ	مسجد	حشمت الدین والی	متصل مکان بخش اللہ کمانڈر لب شرک و جانب غرب -
۲۹	"	مسجد	کمانڈروں والی	متصل مکان کمانڈراں و محمود خاں صاحب جانب شمال لب شرک -
۳۰	ناگروں محلہ	مسجد	منلوں والی	پیش کوٹھی خان بہادر شیخا و تاج صاحب معمرہ مرزا کرم علی بیگ صاحب
۳۱	"	مسجد	بولاہوں کی	ملحق بچاہ ناگراں و کوٹھی خان بہادر

۵  
 انصاری کے دیوبند  
 دائروں کے  
 تقسیم ہیں۔

شمار	نام	نام	مختصر خاص پتہ	کیفیت
۳۲	محکمہ چاہ پیر	مسجد جنگلی شہید	اندرون درگاہ جنگلی شہید	منشی سخاوت حسین صاحبہ - متصل مکان اطہر حسین خلف خان بہادر منشی سخاوت حسین صاحبہ
۳۳	"	مسجد	راجوں والی	متصل زیارت فتح اللہ شہید معروف بہ پیر فتول یہ مسجد حضرت جلال تبریزی رحمۃ اللہ کے زائرین تعمیر ہوئی تھی۔
۳۴	"	مسجد حبیب اللہ	عباسیوں والی	متصل مکان قاضی شمس الاسلام صاحبہ
۳۵	"	مسجد	مسجد غزولوں والی	متصل مکانات غزولیان
۳۶	"	مسجد امیر اللہ	حلوائیوں والی	متصل امام بارگاہ حلوائیوں
۳۷	سید بارگاہ	مسجد	کالیوں والی	متصل مکان حافظ حسینی وغیرہ اس مسجد کے قرب وجوار میں حضرت محبوب الہی نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے مکانات ہیں۔
۳۸	"	مسجد سنسلی پیر	اندرون احاطہ درگاہ سنسلی پیر	متصل چاہ سد رمی و مکانات سادات یہاں بیرون مسجد ایک حرارہ ہے اور اسکے پائین ایک سنسلی

نمبر	نام	نام	مختصر خاصیت	کیفیت
				<p>پتھر کی رکھی ہے جسکو پہلوان سر میں ڈاکڑ اٹھاتے ہیں اور یہ بھی شہور ہے کہ وہ اہل حاجت بھی اٹھالیتا ہے جسکی مراد پوری ہوئے کہ ہوتی ہے۔ واللہ اعلم بالغواب۔</p>
۳۹	سید بارہ	مسجد	پوستی والی	متصل مکان سید سلیمان احمد وغیرہ
۴۰	"	مسجد	ورنیوں والی	متصل مکان سید حسین علیہ السلام
۴۱	"	قدیمی جامع مسجد	احسان اللہ والی	سلطان شمس الدین المشرک کے عہد سے قبل یہ جامع مسجد تھی۔ متصل مکان شیخ احسان اللہ و مولوی محمد عثمان و شیخ سخا اللہ صاحب دیکھیں۔
۴۲	"	مسجد عبدالولی	معرہ حافظ محمد علی	متصل مکان حافظ محمد علی و قاصی محسن علی صاحبان مامول مولف اس مسجد کو حافظ محمد علی صاحب نے مجدد تعمیر کیا اول



نمبر	نام	مقام	مختصر خاص پتہ	کیفیت
				مولانا شاہ حسن علی صاحب خلیفہ مولانا فخر صاحب کے نام سے مشہور تھے
۴۳	قاضی محلہ	مسجد	واداحمد والی	یہ مسجد ۱۲۰۰ میں تعمیر ہوئی اور قاضی حمید الدین گزیری کی قبر یہاں ہے۔
۴۴	"	مسجد چوک	چوک والی	متصل امام بارگاہ چوک سمرہ قاضی جلیس۔
۴۵	"	مسجد	وکیلوں کی	متصل مکان منشی محمد اجل و مولوی حکمت اللہ صاحبان۔
۴۶	"	مسجد مولوی علی ارشد	شیعوں کی مسجد	متصل مکان مولوی عظیم علی صاحب وکیل و لب رکشاہی و متصل مکان ارشد علی صاحب کے ہے۔
۴۷	کوچہ سعد علی	پیر کی مسجد	.	متصل مکان قاضی اظہار اللہ سمرہ قاضی محمد ایمن۔
۴۸	چاہ کھجور	مسجد	کیتھ والی	متصل مکان قاضی عبدالحق
۴۹	شیخ پیٹی	مسجد	الشبازوں والی	سمرہ مولوی عظیم اللہ خاں صاحب

تہذیب	نام	پا	مختصر خاصیت	کیفیت
۵۰	باغ میر والا	مسجد	مفتی جی والی	میر مفتی فضل احمد صاحب -
۵۱	محلہ کھارن	مسجد	رحمون دلال علی	متصل باغ مولوی کرامت اللہ صاحب منصف -
۵۲	میر دیکھ ٹولہ	مسجد	میر دیکھوں والی	متصل مکان شیخ کرامت اللہ صاحب کیل
۵۳	"	مسجد	خانقاہ والی	اندرون خانقاہ محمدی شاہ -
۵۴	منڈی دروازہ	مسجد	حکیموں والی	متصل مکان فدا احمد و محمود احمد صاحبان -
۵۵	"	مسجد	بچا بساطی والی	لبیک محل متصل درگاہ بہان تال علیہ الرحمۃ -
۵۶	بازار علویان	مسجد	صفا شاہ والی	متصل تکیہ صفا شاہ
۵۷	بازار	نالہ والی مسجد	شیخ جی کی مسجد	معرہ شیخ ذوالفقار الدین صاحب فاروقی رئیس شیخ پور -
۵۸	چودھری گنج	مسجد	حلوائیوں والی	متصل پور ٹونگ ہوس و نکات جعفر خان غارن شاہ

نمبر	نام	نوع	مختصر خاصیت	کیفیت
۵۹	چودھری گنج	مسجد	جگر د والی	سمرہ چودھری عبدالحی صاحب متصل زیدت پیر بولہ علیہ الرحمۃ
۶۰	کاروان سرائے	مسجد	شیخ جی والی	سمرہ شیخ محمد شرف الدین صاحب سی۔ آئی۔ اسے رئیس شیخ پور۔
۶۱	مولوی گنج	مسجد	مولوی والی	سمرہ مولوی تفضل حسین صاحب۔
۶۲	چکڑ قضا بان	مسجد	حکیم تاج الدین والی	متصل مکان چودھری غوث محمد۔
۶۳	"	مسجد	تھالوں والی	متممید عبد اللہ شاہ متصل جھنڈا
۶۴	چکڑ منیب	مسجد	پنجابیوں والی	سمرہ عبد الشکور پنجابی باطنی عقب سرائے خالناماں۔
۶۵	بازار علی گنج	مسجد	رنگریزوں کی	متصل مکانات رنگریزان۔
۶۶	"	مسجد	اندرون سرائے خالناماں۔	
۶۷	کڑہ براہم پورہ	مسجد	غالب علی والی	سمرہ مولوی طفیل احمد صاحب وکیل پیش دروازہ بازار مصطفیٰ گنج
۶۸	حسینی گلی	مسجد قدیم	"	حال تمیز شیخ ذوالفقار الدین صاحب رئیس شیخ پور باہتمام شیخ جمال الدین صاحب۔

نمبر	نام	آدرس	مختصر خاصیت	کیفیت
۴۹	بجارجی ٹولہ	مسجد خانسماں	اندرون کھنٹی کھنہ	یہ مسجد عہد فتح خاں خانسماں کی ہے۔
۵۰	براہم پور	مسجد	متصل مکان درزی و کھاران	
۵۱	"	مسجد	.	لب شرک معمرہ شیخ محمد شرف الدین صاحب رئیس شیخ پور۔
۵۲	"	مسجد	جھنڈہ والی	متصل منصفی کھنہ و مکان محمد حسین عرف مندی۔
۵۳	"	مسجد غور شاہ	اندرون درگاہ غور شاہ صاحب علیہ الرحمۃ	
۵۴	شہباز پور	مسجد	نور باقان	
۵۵	شہباز پور	مسجد	فاروقی والی	اس مسجد کی جانب شمال شرک پختہ ہے۔
۵۶	"	مسجد	وحید اللہ والی	
۵۷	پٹیالی سرائے	مسجد	نور باقان والی	
۵۸	نئی سرائے	مسجد	.	متصل مکان فیض اللہ صاحب
۵۹	"	مسجد	سفید باغ والی	متصل مکان حافظ سیف اللہ صاحب

نمبر	نام	تصویر	مختصر خاص پتہ	کیفیت
۸۰	چوکی پورہ	مسجد قدیم	.	یہ مسجد قریب ٹون ہال ہے
۸۱	"	مسجد	.	یہ مسجد متصل مکان چاندوران ہے
۸۲	"	مسجد	سفید باغان والی	
۸۳	سرکاری العنالی	مسجد	نور باغان والی	متصل دروازہ سرائے العنالی -
۸۴	اچھ پورہ	مسجد	حافظ عبداللہ والی	
۸۵	سرکاری ہاٹھال	مسجد	امام الدین والی	
۸۶	"	مسجد	نور باغان والی	
۸۷	سرائے فقیر	مسجد شاہ اجیالے	قریب درگاہ شاہ اجیالے صکار	.
۸۸	سرکاری بالندری	مسجد	پٹھانوں والی	
۸۹	"	مسجد	نور باغان والی	
۹۰	"	مسجد قدیم	.	متصل مکانات آہنگران
۹۱	سرائے چودھری	مسجد	چودھریان فاروقی	متصل مکان چودھری غلام محمد چودھری تھانہ سمرہ چودھری تھانہ حسین صاحب
۹۲	"	مسجد	نئے شہید والی	سمرہ سنگھ شاہ فقیر لہو سڑک جسکو چودھری خدا بخش

کینیت	مختصر خاص تہ	نمبر	نمبر	نمبر
خالسا ماں نے تعمیر کرایا ہے۔	مشرقی مسجد	۹۳	قبول پورہ	۹۳
	غربی مسجد	۹۴	"	۹۴
	فقیر اللہ جراح دلی	۹۵	"	۹۵
لب سڑک	اندرون احاطہ کچہری	۹۶	محلہ سول لین	۹۶
لیٹ کر متصل باغ یوسف علی شاہ جٹا	احمد خاں جمعدار	۹۷	"	۹۷
سربراہ کچہری۔	والی			
لب سڑک خام۔	فقیروں والی	۹۸	اوپر پارہ	۹۸

## مناد

قبل اسکے کہ ہم شہر کے سب مناد کو فہرست کی صورت میں پیش کریں ان چند منہوں کا تفصیلی حال بیان کرتے ہیں جو بہ اعتبار عمارت قابل ذکر ہیں۔

مندرجہ نشی نوبت رائے | حال کی عارتوں میں ایک مندر نشی نوبت رائے واقع ٹیپالی سرائے | کا لٹھٹے جو نواب نوبت رائے کے نام سے

مشہور تھے اور کاتب الحروف سے ہنایت و رجا رہتا رہتے تھے۔ بعد ان پائے کے آنریری میجر ٹیپو پرماتھ ایک مندر بصرف زرخیز محلہ ٹیپالی سرائے میں تعمیر

کیا ہے اور اُس کی عمارت کا سبب احروف نے بمعیت منشی متوفی کے بخیم خود دیکھا ہے  
 علاوہ مندر کے اور عمارت بھی اسکے حوالی میں بنی ہوئی ہیں مندر کے اندر ہنہا بست  
 عمدہ فرش سنگ ریزے وغیرہ کا بنا ہوا ہے اور بعض جگہ بیش قیمت پتھر اُسیں نصب  
 ہیں۔ بعد غدر ششہ اء کے منشی موصوف بعدہ ڈپٹی کلکٹری ملک اودہ میں سرکار کی  
 طرف سے مقرر ہوئے اُسی زمانہ میں ان کے ہاتھ ایک تعویذ سنگ مرمر کا لگا جو کسی  
 کی قبر پر نکلا تھا اور وہ بیش قیمت ہی اُس مندر میں اُس تعویذ کو نصب کر کے اُس پر توپاک  
 کو بٹھایا ہے۔ جانب جنوب مندر کے تھوڑی سی جگہ میں کنکر پتھروں سے پہاڑ کی صورت  
 بنائی ہے اور اُس پر کچھ درخت پہاڑی پل بوٹے کی چھائے ہیں اور ایک ہنڈولہ یعنی  
 جھولا چھوٹا سا لٹکایا ہے تاکہ اُس میں دیوتا چھو لائیں اور سونے کے کلس مندر پر چڑھائے  
 ہیں۔ غرض کہ یہ مندر اپنی وضع میں بہت اچھا ہے۔

شہر خیالی رام مہاجن  
 متصل تحصیل کہنہ  
 لالہ خیالی رام نے بعد غدر ششہ اء کے بیرون قلعہ محلہ  
 ٹمکٹ گنج میں متصل تحصیل کہنہ ایک عین مندر تعمیر کرایا ہے  
 کہ اپنی وضع میں بہت اچھا ہے۔

عمارت مندر باڑی بلسا  
 یہ ایک مندر شہر سے جانب شمال متصل آبادی  
 اُس شہر پر جو اندرون شہر سے محلہ قاضی ٹولہ میں ہو کر بریلی اور آنولہ کو جاتی ہے  
 اُس کے کنارہ پر جانب غرب واقع ہے۔ اگرچہ یہ ایک مختصر عمارت بہ نسبت دیگر  
 مناد کے ہے الا یہیں ہمیشہ ایک ایسا فقیر رہا ہے کہ جس کے اکثر اہل ہنود معتقد ہوئے  
 ہیں اور مندر کی پوجا کو عام الناس جایا کرتے ہیں مالی لوگ اس باڑی کے پھل پھول لکیر  
 مندر پر چڑھا کر اپنے تصرف میں لاتے ہیں۔

**مندر ہرپشاد** یہ ایک جدید مندر اور ٹھاکر دوارہ لالہ ہرپشاد متونی نے ابھی چند سال ہوئے کہ شیخ امیر ٹھاکر کا باغ میل لیکر تعمیر کرایا ہے یہ عمارت خوش قطع ہے اور ایک باغچہ بھی اس میں واقع ہے اور دیگر منادر بھی شہر میں ہیں کہ جس کی کوئی خاص بات لائق ذکر نہیں اور بیرون قلعہ واقع ہیں۔ قبل غرض ۱۵۷۵ء کے تمام شہر کے اندر بیرون قلعہ چند متعدد مندر تھے اندرون قلعہ کوئی مندر نہ تھا لیکن اب زیادہ تعمیر مندروں کی ہو گئی ہے۔

### فہرست منادر اندرون شہر دہالوں

نمبر	نام محلہ	نام مندر	نام معمر یا مہتمم	کیفیت
۱	ابراہیم پور	شب جی ٹھاکر جی	شنکر دغنگر	ایک روغن گرنے حال میں تعمیر کرایا ہے۔
۲	نئی سرائے	"	گوپال اس مہاجن	یہ بھی تعمیر جدید ہے معمولی۔
۳	چکھ نیب	ٹھاکر جی	جھوٹ لال مہاجن	معمولی مندر ہے۔
۴	"	ٹھاکر جی شب جی	بھوپال رائے مہاجن	"
۵	پٹیالی سرائے	"	ہر گولال کمتری	"
۶	"	شب جی	بھگنتی	"
۷	"	شب جی ٹھاکر جی	بی بی سہائے وغیرہ	"
		ودھناں جی	کالیستھ	"



نمبر	نام محلہ	نام مندر	نام سربراہ مہتمم	کیفیت
۸	قانونگو	شب جی ڈھاکرجی	پتیم رائے کا سینھ	معمولی مندر ہے
۹	"	"	پور ہے بابا	"
۱۰	پٹیالی سراسے	"	دلپت رائے کا سینھ	"
۱۱	"	شب جی	اوما پوری	"
۱۲	"	ٹھاکرجی	لالہ چندر سین	"
۱۳	کوچہ دیوانچی	شب جی	دیوان دلپت رائے	"
۱۴	شہباز پورہ	ٹھاکرجی	منشی نوبت رائے	یہ اعلیٰ درجہ کی عمارت ہے اور مستثنیٰ مندر نہیں اسکی تعمیر بھی جانی ہے اور حال کی عمارت ہو
۱۵	چوبے محلہ	شب جی ڈھاکرجی	دھاکا پڑا دھلوانی	معمولی ہے
۱۶	"	ٹھاکرجی	بخت بہادر	"
۱۷	پانی تحصیل	شب جی ڈھاکرجی	رام بال کوٹھی وال	یہ مندر عمرن ہو تعمیر جاری ہے۔
۱۸	ٹکیٹ گنج	"	"	"
۱۹	چاہ کھورہ	شب جی	رام سکھ داس	معمولی ہے
۲۰	"	ٹھاکرجی	لالہ گوئل چندر ساہو	عمدہ عمارت بنی ہو اور حال میں بنی اسکی تعمیر لالہ رام گوپال دت گروپال نے

نمبر	نام محلہ	نام مندر	نام سربراہ مہتمم	کیفیت
۲۱	چودھری محلہ	ٹھاکر جی	لالہ موہن لال	اضافہ کی ہے۔
۲۲	"	ٹھاکر جی شیب جی	خیالی رام	عمدہ عمارت بنی ہو
۲۳	"	"	رام سہا کر وغیرہ	عمدہ عمارت ہو
۲۴	بیدوں ٹولہ	شب جی	درگا پشاد برہمن	معمولی ہو
۲۵	بارہمی بروا	شب جی ٹھاکر جی	ہنٹ گنگا رام	یہ پیرانا مندر معمولی بیرون قلعہ ہے
			منظم حال	اس کی تعمیر کا حال معلوم نہیں
				اور منظم ہنٹ گنگا رام ہیں اور
				برو دمالی کی بارہمی مشہور ہے جس میں
				یہ مندر واقع ہے۔
۲۶	جوگی پورہ	دی جی شیب جی	لالہ رتن لال بڑا	معمولی ہو
۲۷	"	"	ہلاسی روغنگر	"
۲۸	سرے میراں	شب جی	گو بندر گو شایس	"

خاص شہر پدایوں کی تقسیم باعتبار حلقہ جات  
بیونسپلٹی

قانون ریونیوٹی کا نفاذ بموجب حکم گورنمنٹ نمبری ۲۲۸ مورخہ ۱۶ جولائی ۱۸۸۲ء عیسوی بمطابق ۱۰ محرم ۱۲۹۹ھ  
سے اس شہر بدایوں میں ہوا۔ اور بموجب اسی حکم نمبری ۲۲۶ گورنمنٹ مورخہ  
۹ جون ۱۸۹۷ء عیسوی بدایوں کے چھ حلقوں میں حسب ذیل تقسیم ہوئی:-

حلقہ نمبر ۱۔ مولوی ٹولہ۔ فرشتوی ٹولہ۔ بیدوں ٹولہ۔ سوتہ محلہ چاہ بھنڈار۔

محلہ کمانگران - محلہ ناگران - محلہ چاہ میر - مرزا گنج -

حلقہ نمبر ۱۔ سید باغ۔ شیخ پٹی۔ قاضی محلہ۔ چودھری محلہ۔ چاہ کجور۔ سرسہا  
ٹکیت کج۔ کوچہ سعد علی۔ محلہ حلوایان

حلقہ نمبر ۱۰ - نئی سرائے - براہم پور محلہ کٹرہ - شہباز پور - پٹیالی سرائے - چولہے محلہ -  
چکھ مینب - چاہ مالزاوی -

حلقہ نمبر ۴۔ مصطفیٰ کینج۔ سرس کا رواں۔ چکھ قصابان۔ منڈھی دروازہ۔

جوگی پورہ - کھنڈ سارمی محلہ - کارمیکل گنج - مولوی گنج - کانپن تلامسہ  
چودھری گنج -

حافظہ نمبر ۵۔ سراسرے الف خاں۔ سراسرے فقیر۔ سراسرے ناپر خاں۔ اوپر پارہ۔  
لوٹن پورہ۔ سراسرے جالندھری۔ کڑہ عالم شاہ۔ قبول پور۔

حلقہ نمبر ۶ - باقی مان سول ائشن میں وہ رقبہ شامل ہے جو علاوہ محلہ جات مذکور  
بالفصل ہے حدود چنگی پور، بپاشتہار، گورنمنٹ مرقومہ ۹ جون ۱۹۹۳ء نمبر ۹۲۰

جانب شرق جو خط مستقیم جانب جنوب اُس مقام سے  
 اب نکول کر اس ذریعہ آگاہ سے ملتی ہے، اور اسروالی کو کھٹی کے جنوبی گوشہ تک۔

۱۔ "میں نے اپنے چاہنے والوں کو بھی کہہ دیا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ جانتے ہو، جناب! میں نے ان سے کہا ہے کہ اگر وہ تم سے ملنا چاہتے ہیں تو تم سے مل سکتے ہیں۔"

اُس پختہ کنوے تک جو موضع نیک پور کے جنوب میں واقع ہے اور وہاں سے دھڑ  
 ڈھڑ ٹرکٹ انجنیر کے غرنی گوشہ تک جو ٹکٹری کچہری کے احاطہ میں واقع ہے اور  
 وہاں سے اُس چوکی چوگٹی تک جو جالندھری سرائے میں واقع ہے وہاں سے  
 پلُ زیارت کی چوکی چوگٹی تک اور وہاں سے موضع قبول پور کی آبادی کے  
 جنوبی غرنی گوشہ تک ہے۔ حد غرنی ایک خط مستقیم جانب شمال موضع قبول پورہ  
 کی آبادی کے جنوبی غرنی گوشہ سے اُس پختہ کنوے تک جو موضع قبول پور کے  
 شمالی غرنی گوشہ میں واقع ہے۔ اور وہاں سے جانب شمال و شرق موضع گونٹیا  
 کے شمال تک اور وہاں سے جانب شمال حکیم والے باغ کے شمالی شرقی گوشہ تک  
 ایک سید ہا خط حکیم والے باغ کے شمال و شرق گوشہ سے گونٹیا کھارن کے شمال میں ہے  
 وہاں سے ٹھیک جانب شرق اُس مقام تک جہاں ٹرک شہباز پور ٹکٹ گنج کی  
 ٹرک سے جو آنولہ کو جاتی ہے ملتی ہے وہاں سے اُس مقام سے جہاں ٹرک  
 دانا گنج اور ٹرک گدھول ملتی ہے اور وہاں سے جانب کچہری و دانا گنج کی ٹرک  
 کی برابر اُس مقام تک جہاں چند ٹرکیں مشن کے احاطہ کے قریب ملتی ہیں اور  
 وہاں سے جانب شرق پھر کرا اُس مقام تک جہاں ٹرک فرخ آباد اور گول ٹرک  
 ملی ہے باقی محلات مثل سرائے سیراں وغیرہ بیرون حدود چوگٹی ہیں۔

مشہور قصبات جو اس ضلع میں واقع ہیں اُن کے

ضروری حالات درج ذیل ہیں

سہووال | دریائے جہاں کے بائیں کنارے قریب ایک میل اور دیرا یوس

۲۵ میل کے فاصلہ پر واقع ہے اس تقسیم میں قواعد میونسپلٹی جاری ہیں۔ مواضع  
حلقہ میونسپلٹی میں تیرہ<sup>۳۳</sup> ہیں اور مختلف محال ہیں۔

مشہور عمارتوں میں یہاں ایک بنگلہ ہے۔ مسٹر کارمیکل صاحب بہادر نے ۱۸۹۱ء  
میں تعمیر کرایا ہے۔ محلہ قاضی ٹولہ کے قریب ایک مشہور مقام کوٹ قلعہ کے نام سے  
مشہور ہے اور ایک پرانی قبریاں صاحب کی ہے جو ایک قدیمی پیشوا تھے  
اور وہ مقبرہ آرمینی معانی بھگتا بنگلہ پر واقع ہے۔ اس متبرک جگہ پر ہر پنجشنبہ کو  
ایک میلہ ہوتا ہے۔

پٹی یقین محمد میں ایک اور مقبرہ موسومہ حضرت پیران پیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
ہے اور تین مسجدیں پرانے وقتوں کی شہباز پور اور چمپویں و قاضی محلہ میں  
واقع ہیں۔ اور مکان اربعین اور ہندوؤں کے چند مندر مختلف زمانوں کے  
بھگتا بنگلہ سیف اللہ گنج اور دیگر محلوں میں واقع ہیں۔ مشہور مندر وہ ہے جو  
ڈھونڈ جھیل کے کنارے پر موسوم بہ سرسوتہ جھیل اور شرک چند دسی کے درمیان  
واقع ہے یہ عمارت قدیمی ہے اور اس کے متعلق ایک تالاب ہندوؤں کے ہانے  
کا ہے اور اس تالاب میں مچھلیاں چھوٹی ہوتی ہیں۔ یہاں پھاگن یعنی فروری  
و مارچ میں دو دن میلہ ہوتا ہے۔ اندھیرے پاگ کی تیر چھوٹی اور اچالے پاگ  
کی گیارہویں کو میلہ ہوتا ہے۔ یہاں بہت سے نشانات تسمیوں کے بنے  
ہوئے ہیں۔ سیف اللہ گنج میں ایک چوک بازار کا ہے جہاں ہر دو شنبہ و پنجشنبہ کو  
ایریشہ بازار پور میں شنبہ و شنبہ کے روز بازار لگتا ہے۔ کیوڑہ کی کاشت جہاں بہت  
ہے اور اس کے پھولوں سے عرق نکالا جاتا ہے۔

یہ بات پرانے وقتوں سے مشہور چلی آتی ہے کہ سہسرابا ہو۔ یعنی ہزار بازو کی قوت رکھنے والا بادشاہ ضلع فرخ آباد کی کسی عن ریاست کا یہاں شکار کھیلنے کے واسطے آیا۔ یہ جگہ اُس کو پسند آئی اور شہر اور قلعہ اُس نے تعمیر کرایا۔ اور اُس کے بعد یہ جگہ سہسرابا ہو نگر کہلانے لگی اور آخر کار وہ قلعہ سہسوان مشہور ہوا جو ڈھونڈ جھیل کے کنارے پر واقع تھا بعد ازاں اجیر پر سرام نے منہدم کر دیا۔ جس کے باپ نے سہسرابا ہو کو شکست دیکر مارا تھا۔ اصلی تاریخ سہسوان کی سلسلہ ۱۸۷۰ء سے شروع ہوئی ہے جبکہ وہاں ضلع قائم ہوا تھا۔ اُس کا بلند آبادی کا موقعہ کار کی طرف توجہ دلانے والا تھا جس کی وجہ سے سہسرابا ہو کو قیام کرنے کی رغبت ہوئی تھی۔ برسات میں آب و ہوا خراب ہونے کی وجہ سے ۱۸۳۸ء سے صدر مقام تبدیل کیا گیا۔ اور ہدایوں میں ضلع قائم ہوا پھر سہسوان اپنی اصلی حالت پر آ گیا۔

جامع مسجد جو فاضل محلہ (سہاول پور) میں واقع ہے اُس میں ایک تہ پڑپانی جامع مسجد کا بہت بڑا رکھا ہے اور اُس میں کتبہ مفصلہ ذیل کندہ ہے یہ کتبہ عہد محمد شاہ تغلق کا ہے جس کا زمانہ سلطنت ۸۵۶ھ تھا جس کو اب تک پانچ سو سے زیادہ برس کا زمانہ گزرا معلوم ہوتا ہے کہ یہ جامع مسجد قدیمی بہت بڑی عالیشان عمارت تھی وہ منہدم ہو گئی ہے اب یہ جدید جامع مسجد بنائی گئی ہے اور یہ پتھر لگا دیا ہے جس کی ہم نقل کرتے ہیں یہ جامع مسجد قلعہ کے اندر تھی یہ کتبہ خط کوفی میں ہے۔

بناء این حصہ رفیعہ ارکان از برای ما من اہل ایمان  
بفرمان مجلس اعلیٰ خدا یگانہ سلطین جہان سایہ  
رحمت یزدان علاء الدینا والدین الوائق بنصرہ اللہ

الجاهل فی سبیل اللہ ابوامام ظفر محمد شاہ السلاطین ناصر  
امیر المؤمنین خلد اللہ ملکہ بتاریخ عشرہ ماہ جمادی  
الاولیٰ روز جمعہ مبارک بسال ہفت صد از ہجرت بنی  
علیہ السلام والحقہ۔

**اُجھیا نی** قدیم نام اسکا پیر یا تھا اس موضع میں پھل کے درخت بکثرت تھے  
گزٹیر میں یہ بھی لکھا ہے کہ اسکو راجہ جیپال اوچین نے پسند کر کے آبادی  
کو وسعت دی اور اُجھیا نی کے نام سے موسوم کیا۔

یہ پرگنہ حافظ الملک نے نواب عبداللہ خاں کو جو دوسرا لکھنؤ کا نواب علی محمد خاں کا تھا  
عنایت کیا تھا جب وہ فیروز سے چھوٹ کر آیا تھا۔ اس قصبہ میں مینو پٹی قائم ہوئی  
جب نواب عبداللہ خاں کی وفات ہوئی تو ایک مقبرہ عالیشان نواب محمد وح  
کا اس قصبہ میں بنایا گیا ہے جو اب تک ایک عمارت عالیشان یادگار اُس زمانہ کی  
بقیہ ہے۔ اور اُس کے اندرونی دروازہ پر یہ عبارت کندہ ہے۔

الحی بیت البقا من د ارفان ۛ فلما ذهب عبد اللہ خان  
قتل الملک من صو حزاب ۛ افقت علیہ ابواب الجنان

۱۱۸۰ھ مطابق ۱۷۶۴ء

**شیخوپور** دریوں سے دو میل جابت جنوب دریا کے سوت کے

کنارہ واقع ہے عہد بہا نگیر بادشاہ میں سنہ ۱۷۶۲ء لغایت سنہ ۱۷۶۴ء میں آباد ہوا  
شیخ بابا فرید گنج شکر کی اولاد میں نواب قطب الدین خاں کو کہ جہانگیر کی مٹی انکے  
قبر نواب فرید خان الخاٹب بہ بخش خاں فاروقی نے اکبر، قلعہ بنایا اور آباد کیا

تاریخ و تہ پر و فیسہ کیمبرج کالج لندن۔ تاریخ بدایوں مولفہ ڈیٹی محمد کیم مرحوم۔  
علاوہ تاریخ ہائے مسطورہ بالا کے کتبہ جات مفصلہ ذیل سے اقتباس کیا گیا۔

کتبہ موضع دیور یا جو ۱۸۲۶ء میں برآمد ہوا تھا۔ کتبہ سنگین جو ۱۸۵۵ء میں اس اس  
اقامہ بدایوں سے برآمد ہو کر عجائب خانہ لکھنؤ میں رکھا گیا۔ کتبہ آہن جو ۱۸۵۵ء میں  
وضع بالنس کھیرہ ضلع شاہجہاں پور سے برآمد ہوا۔ کتبہ جات غلطہ جو مختلف جگہوں سے  
ناصل کیے گئے اور عزامین شاہنشاہان ہندو وغیرہ راقم الحروف نے اس کتاب  
میں بلا تہیب و بلا سوغات لے کر کم و کاست جتنی حالات معلوم ہوئے اور معنی ہوئے  
مندرج کیے ہیں اور جس مقام پر محاکہ کی ضرورت ہوئی ہے وہ بھی مرقوم کیا ہے۔  
بمقتضائے بشریت اگر سو خطا ہوئی ہو تو اس کو نظر عنایت سے دیکھیں اور معاف  
ہیں والحمد للہ عند کرام الناس مقبول۔

## باب اول جغرافیہ ضلع بدایوں

### فصل اول

(طول و عرض و حدود و رقبہ وغیرہ)

واضح ہو کہ عرض بلد ۲۷ درجہ ۳۸ دقیقہ سے ضلع بدایوں کا شروع ہے اور  
۲۸ درجہ ۳۹ دقیقہ پر ختم ہوا ہے اور طول بلد ۷۸ درجہ ۲۱ دقیقہ سے شروع ہو کر  
۷۹ درجہ ۳۵ دقیقہ پر ختم ہوتا ہے۔ اور خاص شہر بدایوں عرض بلد پر جانب شمال ۲۸  
درجہ ۲ دقیقہ ۳۰ ثانیہ پر اور طول بلد پر جانب مشرق ۷۹ درجہ ۹ دقیقہ ۳۵



ثانیہ پر واقع ہے۔

اس ضلع کے حدود جو اس وقت ہیں وہ بہ تفصیل ذیل سمجھنا چاہئیں جانبِ شرق دریائے رام گنگا و ضلع بریلی و ضلع شاہجہاں پور۔ جانبِ غرب ضلع بلند شہر و حصہ ضلع علی گڑھ جانبِ شمال ضلع مراد آباد و حصہ بریلی و قدرے حصہ ریاست رام پور۔ جانبِ جنوب دریائے گنگا و ضلع علی گڑھ و ضلع ایٹھ و ضلع فرخ آباد ہیں۔

ضلع بدایوں کا رقبہ ۱۶۶۴ء کے بند و سبت میں کل سرحدی پیمائش سے ۲۶۳ میل تھا اور طول موضع سرور سے چار پور تک ۸۴  $\frac{1}{2}$  میل اور عرض موضع سیکری سے ہلیا تک ۴۲ میل اور درمیانی عرض زیادہ سے زیادہ ۲۹ میل اور کم سے کم ۱۱ میل اور کل رقبہ ۲۰۱۵ میل مربع تھا لیکن بند و سبت حال میں جسکی رپورٹ مسٹر مسٹن صاحب نے ۱۹۰۵ء میں مرتب کی ہے سابق کی نسبت کل ضلع کا رقبہ ۶ میل کم ہو گیا ہو کیونکہ دریائے برد ہو گیا۔ اور یہ ضلع سطح سمندر سے ۶۰۸ فٹ بلندی پر واقع ہو۔

## فصل دوم

### آب و ہوا ضلع بدایوں

آب و ہوا اس شہر کی نہایت خوش گوار اور بہ نسبت دیگر اضلاع روہیلکھنڈ سے قدرے گرم ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ شہر دیگر اضلاع روہیلکھنڈ کی نسبت کسب قدر کوہ ہمالہ سے قاصدہ پر واقع ہے۔ اس ضلع میں آب و ہوا پرگنہ گنڈا اور دانا گنج

جو اب تک موجود ہے اور انکی اولاد کے قبضہ میں ہے۔ آبادی اسکی پانچ ہزار  
یا چھ ہزار کے درمیان میں ہے اب عن عمارت جدید پختہ قلعہ سے باہر ہمارے  
شیخین خان بہادر شیخ محمد انظام الدین و شیخ عبد الغفار و شیخ احمد جان صاحب نے تعمیر  
کی ہیں لیکن راستہ دربار سوت سے دروان قلعہ تک بہت خراب ہو وہاں  
سوارسی کا جانا بہت مشکل ہے

حضرات شیخ پور نے اپنے وقت کو جو زمانہ شاہی قائم تھا عہد  
انگلشیہ میں ہی قائم رکھا ہے۔ شیخ شریف الدین صاحب کو  
سی۔ آئی۔ اسی کا خطاب تھا اور ان کے صاحبزادہ خان بہادر  
ہیں اور دیگر اقداب بھی معزز و ممتاز اور برٹش گورنمنٹ کے  
پہاں معزز و ممتاز سمجھے جاتے ہیں۔ ایک کامون بین انگریزائی کا اظہار کرتے ہیں  
دروازہ جنوبی قلعہ کے متصل آثار تبرکات حضرت بابا فرید گنج شکر  
رحمۃ اللہ علیہ ایک عمارت قدیم میں رکھے ہوئے ہیں۔ ۵۔ محرم احرام کو  
ہر سال زیارت تبرکات مذکور کی ہوتی ہے۔ یہ مکان وقف ہو۔

**کوٹ سہا لیا حسن** | جواب پر گنہ کوٹ کہلاتا ہے اس کو راجہ سالباہن نے  
بکرا جیت کے عہد میں قلعہ بنا کر آباد کیا تھا۔ تقریباً ۱۷۰۰ء میں وہ قلعہ تیار ہوا تھا  
جسکو زمانہ قریب اٹھارہ سو بیس برس کا ہوا وہ قلعہ اب بالکل منہدم ہو گیا ہے  
صرف اس کے اونچے ٹیلے بعض مقامات پر باقی ہیں وہاں ایک موضع کوٹ کے  
نام سے آباد ہے۔

**قصبہ ملیسی** | تحقیق سہواں پر گنہ کوٹ میں بدایوں سے ۱۶ میل جانب

غرب مائل بہ جنوب واقع ہے اس قصبہ میں ہندو زیادہ آباد ہیں اور تجارت کی منڈی کا مقام ہے۔ یہاں بیونس پلٹی ہے۔ اور یہ قصبہ حیرام بقال نے عہد نواب وزیر میں بلا سو وغیرہ زمیندار کی اجازت سے آباد کیا تھا اسمیں دو محلہ ہیں۔ بلسی و صاحب گنج۔ صاحب گنج کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ مسٹر ڈینیم دھوی مکسول صاحب بغرض تجارت نیل کے یہاں رہتے تھے انگریزی عمارتوں سے پہلے یہ قصبہ کوئی مشہور مقام نہ تھا۔ اسمیں سرائے و شفاخانہ و ڈاک خانہ و پولیس اسٹیشن ہے اور اسکول حلقہ ہندی کا ہے چند سال سے ڈینیم صاحب کا علاقہ اور کوٹھیات نیل وغیرہ صاحبزادہ نواب حیدر علی خان صاحب خلع نواب یوسف علیاں بہادر مرحوم وایتے ملک رام پور نے خرید کر لیا ہے اور اپنی سکونت مستقل مع اہل و عیال اس مقام بلسی میں مقرر فرمائی ہے۔ جب سے عمارت پختہ عن نواب مدد و ح نے تعمیر کرانا شروع کی ہیں اور سڑک پختہ بھی دیاں بن گئی ہے اب زیادہ تر یہ مقام بار و نوق بوجہ سکونت ریش کے ہو گیا ہے۔ اس قصبہ میں ایک مسجد پرائی مسٹر ڈینیم صاحب کی تعمیر شدہ ہے اور اب دوسری مسجد نواب صاحب نے تعمیر کی ہے۔

**بلسوی** | بدایوں سے ۲۴ میل جانیف غرب واقع ہے اول اسکا نام بالن وکری یا بسوٹ واری تھا۔ کیونکہ بالن بکثرت اس مقام پر پیدا ہوتے تھے سابق میں تین محلہ تھے اب زیان محلہ ہیں دونوں کے خاں کے وقت سے یہ مقام مشہور ہوا شہداء میں دونوں کے خاں نے ایک قلعہ بنایا تھا جو اب بالکل کھد گیا ہے اور ورتار دونوں کے خاں نے فروخت کر دیا ہے۔ اور مسجد و سرائے و عمارت

نٹا خانہ و مردانہ اس وقت تک تعمیرات روہیلہ پٹھانوں کی موجود ہیں اور ایک قلعہ بہت پرانا آبادی سے جانب غرب و شمال تھوڑے فاصلہ پر بنا ہوا ہے جو دیران پڑا ہے اس قلعہ کی تعمیر کی بابت سورخوں کی رائے میں اختلاف ہے جن لوگوں کا یہ خیال ہے کہ دوندے خاں نے یہ قلعہ بنایا مھن غلط ہے۔ دوندے خاں کا تعمیر کیا ہوا قلعہ آبادی کے قریب تھا جہاں مسجد دوندے خاں کی ہے اور اب بعد غدر رکھ دیا اور زمین اونچی رہ گئی ہے اور یہ قلعہ جو پُرانا احاطہ اور دروازے سے محیط باقی رہا ہے جس کا حال مفصل ہم آئینہ حکمرانوں کے ذکر میں لکھیں گے اس کی شان عمارت سے ثابت ہے کہ کئی سو برس کا بنا ہوا ہے عجب نہیں کہ آمد اسلام سے پہلے کا ہو یا فیروز شاہ تغلق کے عہد کا تعمیر شد ہو۔ جو مسجد دوندے خاں کی تعمیر شن خوش قطع ہے اُس پر کتبہ تاریخ ذیل کندہ ہے۔

بھن نیت آں جو صرعتل + مرتب شد چو ایں قصر معلے  
چھاں آمدنا از ہالقت غیب + مکرم مسجد ثانی اقصے

۶۹ ھ ۱۲

اس قصبہ میں تحصیل اور تھانہ و شفا خانہ و مدرسہ ہے اور قواعد میونسپلٹی کے جاری ہیں اور اب منصفی بھی اس مقام پر ہے۔ آبادی یہاں کی اگرچہ سہسواں سے کم ہے لیکن طرز آبادی خوش نما ہے قدیمی ریش سادات و پٹھانوں کی حالت تنزل میں ہے۔ بقال قوم اگر وال اب یہاں جو رہتے ہیں وہ ترقی کر رہے ہیں ایک مقبرہ دوندے خاں کا بھی بنا ہوا ہے مگر وہ خراب حالت میں ہے۔

اسلام نگر | اصل نام سابق میں نیو دینا تھا اور بوقت تالیف کتاب

آئین اکبری سرکار سنبھل کے ماتحت تھا۔ قصبہ کا نام اسلام نگر رستم خاں نے پھر  
شمس الدین التمش رکھا۔

**منڈیا ستاسی** پہلے پرگنہ بسولی اسمیں شامل تھا۔ اُس وقت اس کا نام  
ستاسی منڈیا تھا۔ اور آئین اکبری میں ایک جزو سرکار بدایوں کا شامل تھا۔  
اس پرگنہ میں نگہ زمیندار پہلے رہتے تھے اب تمام ضلع میں چنگا کوئی نہیں رہتا۔  
شانات تباہ شدہ ستاسی کے موضع برکھیرہ کے قریب کہ چار میل بسولی سے جنوب  
کی جانب واقع ہے۔ اور منڈیا ایک نہایت آباد موضع چھ میل شمال وغیرہ  
بسولی سے ہے۔

**دانا گنج** بدایوں سے سترہ میل جانب شرق واقع ہے۔ اور اریلا ایک موضع  
اس کے متصل ہے بعض وقت اریلا کے نام سے اس مقام کو کہتے ہیں۔ صدر مقام  
تحصیل کا ہے۔ اکثر مکانات خام ہیں اس ضلع میں اس مقام سے اکثر کوئی مقام تحصیل  
باعتبار قلت آبادی کے نہیں ہے لیکن حدود تحصیل اس کی بہت وسیع ہیں  
مسلمان کمتر اور اہل ہندو قابل زیادہ آباد ہیں اور یہاں شفا خانہ و دیگر  
دو فتر بھٹری و پھانہ اور تحصیل ہے اور کوئی بات قابل تذکرہ نہیں ہے۔ دانا گنج  
میں ایکٹ ۲۰ کے قواعد جاری ہیں۔ یہ سنبھلی نہیں ہوا۔

**سلیم پور** آئین اکبری میں پرگنہ سندھ کے نام سے موسوم ہے۔ نواب  
علی محمد خاں نے اس کو ملکہ پرگنہ قائم کیا اور ان کی وفات پر یہ پرگنہ حافظ رستم خاں  
کو دیا گیا ہے۔ آئین نیم ۱۸۳۳ء کے بند و بست میں سلیم پور سے منقل ہو کر دانا گنج  
صدر مقام قائم ہوا۔

سنبھلی دانا گنج  
سنبھلی دانا گنج  
سنبھلی دانا گنج  
سنبھلی دانا گنج

**اعلیٰ پور** واقع تحصیل ڈانگج۔ بدایوں سے ۱۲ میل جانب جنوب و مشرق واقع ہے اور یہ قصبہ سلطان سید علاء الدین نے جو جنجر خانی تھے اپنے نام سے تھینا۔ ۱۲۷۵ء مطابق ۱۲۷۵ھ میں آباد کیا اور اپنے نام پر اسکا نام رکھا۔ اُس میں ایک مسجد بنی ہوئی اور ڈانگ زیب کے عہد میں ۱۲۷۵ھ مطابق ۱۲۷۵ء میں تعمیر ہوئی۔ اُس مسجد میں ایک پتھر کنہ ہے۔ اور ایک ٹکڑا پتھر کا ہے جس پر ۱۲۷۵ھ مطابق ۱۲۷۵ء لکھا ہوا مسجد کے باہر نصب ہے۔ غالباً نہ پتھر کسی اور مقام کا لگا دیا گیا ہے بازانہ سابق میں یہاں مسجد چوڑی جگہ پر تعمیر کیا گیا۔

**ادھت** بہ عہد اکبر بادشاہ جو علی بدایوں میں شامل تھا۔ گرافٹوں کے زمانہ میں ادھت ایک بیلچہ پر گرنہ قرار دیا گیا۔ اولاً صفر جنگ اس پر گرنہ پر قابض تھے بعد ازاں حافظ رحمت خاں کے قبضہ میں آیا۔ اُس کے بعد فتح خاں خاںساں کو بہر گرنہ بعد فتح جنگش پٹھانوں کے جو مقام دوزری رسول پور جنگ عظیم ہوئی تھی سپرد کیا گیا تھا اور اُنہوں نے ایک عمدہ قلعہ ادھت میں تعمیر کیا اب یہ عمارت نہایت خستہ حال ہے پولیس کا تھانہ اُسی میں ہے۔

**گنور** مقام بدایوں سے ۶۴ میل فاصلہ پر واقع ہے یہاں سلمان بک شہرت آباد ہیں اور مکانات خام زیادہ ہیں نچتہ مکان بھی بعض رئیسوں کے ہیں اور مقام غنیش و مٹانہ و شفا خانہ و ڈاک خانہ و سرسے و تحصیل اسکول و ڈاک بنگلہ ۱۸۶۷ء میں شہر کا میبل صاحب نے بنوایا ہے اور ایکٹ ۱۸۶۷ء کے قواعد جاری ہیں۔

وجہ تسمیہ گنور کی یہ ہے کہ سابق میں اس مقام کو باون پوری کہتے تھے۔ مشہور یہ ہے کہ راجہ جھولہ نے چند برہمنوں کو یہ موضع دیا تھا جو سات سو برس تک باون پوری کہ

نام سے مشہور رہا۔ پھر کسی زمانہ عہد اسلام میں شیخ طاہر مجید الدین ایرانی گنور جو ملک ایران میں سبزوار کے قریب ایک قصبہ گنور ہے وہاں کے رہنے والے تھے اس مقام پر بطور سیاحت کے آئے اور مغز الدین قنوج الدین ان کے دو قریب ان کے ساتھ تھے۔ شیخ موصوف شاہ مخدوم کے نام سے لقب ہتے چونکہ یہ موضع برہمنوں کا تھابہنوں نے انکا قیام کرنا پسند نہیں کیا کچھ جھگڑا ہوا۔ برہمنوں نے راجہ مہولہ سے مدد چاہی راجہ موصوف مع چند ہراہیوں کے دو میل گنور تک واسطے اخراج شاہ صاحب کے آیا کہ ذھن راجہ اور اس کے ساتھی سب اندھے ہو گئے تب راجہ نے خیال کیا کہ فقیر کی کرامت ہے اور شاہ صاحب سے اپنے قصور کی معافی چاہی۔ شاہ صاحب کی دعا کی برکت سے راجہ مع ساتھیوں کے بینا ہو گیا۔ اسوقت راجہ نے یہ موضع اور دیگر جائداد شاہ صاحب کو عطا کی۔ چنانچہ مخدوم کو ایک موضع متصل گنور ان کے نام سے آباد ہے اسوقت سے اس مقام کا نام گنور ہوا کہ مخدوم صاحب گنوری تھے۔ چار گروہ شیخوں کے یہاں رہتے ہیں۔ ایک گروہ تاج الدین و مغز الدین کی اولاد میں اپنے آپ کو کہتا ہے اور ایک گروہ مخدوم صاحب کی اولاد میں اپنے کو بتاتا ہے۔ اور تیسرا گروہ چودہریوں کا ہے جو آپ کو شیخ زادہ کہتے ہیں۔ اور چوتھا گروہ قاصی زادوں کا ہے وہ آپ کو شیخ عثمانی کہتے ہیں واللہ اعلم بالصواب۔

کچھ دیہات نواب وزیر کے عہد میں مخدوم صاحب کی اولاد کے قبضہ ہو گئے اور کچھ باقی ہیں۔

اس ضلع میں تھانجات مفصلہ ذیل ہیں

کوٹوالی خاص شہر بدایوں - تھانہ بناور - تھانہ اُجھیاہنی - تھانہ حضرت پور -  
 تھانہ بلسی - تھانہ سہسوان - تھانہ ظریف نگر - تھانہ بسولی - تھانہ مرزا پور بہٹا -  
 تھانہ اسلام نگر - تھانہ داتا گنج - تھانہ اوسہت - تھانہ سعد الشیخ - تھانہ گنور -  
 تھانہ لکوالہ - تھانہ رچپور - تھانہ وزیر گنج - تھانہ قادچوک -

## سر کے کل ضلع میں ۱۹ ہیں جنکی تفصیل یہ ہے

خاص بدایوں سر کے خالصاں - سر کے کارمیل گنج ایک ایک	اُجھیاہنی - کچلہ - بلسی - سہسوان ایک ایک دو دو
گنور - بسولی - وزیر گنج - اسلام نگر - بناور - داتا گنج - اوسہت کٹرہ عاتل گنج دو ایک ایک ایک ایک ایک ایک لکوالہ - کمر گانوال - ایک ایک	

## فصل پنجم تبدیلی صدر مقام وحدود ضلع

شروع سلطنت انگلشیہ ۱۸۵۷ء میں پرگنہ جات فیض پور بدریا اور اولائی تحصیل  
 سہسوان کے متعلق تھے اور صدر مقام ضلع کامراو آباد تھا الااب وہ ضلع ایٹ  
 میں شامل ہیں ۱۸۵۷ء میں اُجھیاہنی اوسہت کوٹ سالباہن بدایوں خاص



ضلع بریلی کے متعلق ہو گئے۔ بقیہ پرگنہ جات منڈیا ستاسی۔ بٹولی۔ سہسوان  
ضلع مراد آباد کے متعلق بدستور رہے۔

اکتوبر ۱۸۶۲ء میں ضلع سہسوان حصہ جات مراد آباد علی گڑھ و بریلی سے بنایا گیا  
اور اُس کے پرگنہ جات رچپورہ۔ استرپور۔ اسلام نگر۔ بٹولی۔ ستاسی۔ ضلع  
مراد آباد سے اور کوٹہ۔ سالباہن۔ سہسوان۔ اوتھت۔ اُجمیانی۔ سلیم پور  
بریلی سے اور بلرام اور فیض پور۔ ہریا اور سوروی اور مارہرہ علی گڑھ سے نکال کر  
اس نئے ضلع میں شامل کیے گئے۔ ۱۸۶۳ء میں کمبل اس ضلع کی ہوئی۔ سٹر  
ایچ۔ سوٹین۔ ہم صاحب حاکم ضلع مقرر ہوئے اور صدر مقام سہسوان ہوا۔  
علی گڑھ کے پرگنہ جو گنگا کے کنارے راہ راست پر تھے وہ علی گڑھ کو دوبارہ ۱۸۶۳ء  
میں منتقل کر دیے گئے ۱۸۶۳ء میں صدر مقام سہسوان سے بدایوں کو منتقل ہوا  
اور علی گڑھ والا پرگنہ پٹیلی کو جواب ایٹھ کے ضلع میں شامل ہے ۱۸۶۵ء میں  
منتقل ہوا۔

۱۸۶۵ء میں پچھتیلیں تھیں۔ اسلام نگر۔ سہسوان۔ اُجمیانی۔ سلیم پور۔  
بدایوں۔ بٹولی۔ اور ۱۸۶۵ء میں اسلام نگر تحصیل سہسوان میں شامل ہو گیا تھا۔  
۱۸۶۵ء میں اوتھت و رچپورہ اور اسد پور کی تحصیلیں تھیں ۱۸۶۵ء میں رچپورہ  
اور اسد پور شامل ہو کر گنور میں تحصیل قائم کی گئی۔ ۱۸۶۵ء میں سلیم پور کی تحصیل  
مقام دانا گنج کو منتقل ہوئی ۱۸۶۵ء میں اُجمیانی اور اوتھت کی تحصیلیں دو کر دی  
گئیں۔ اور پرگنہ جات اُجمیانی اور اوتھت تحصیل بدایوں میں شامل کیے گئے۔  
اور پرگنہ کوٹہ۔ سالباہن۔ جو اُجمیانی میں شامل تھا تحصیل سہسوان میں شامل

کامیابی نہوتی تھی۔ انہوں نے اپنے روزنامہ میں لکھا ہے کہ جب قدر میں انتظام کرتا تھا بلوہ فرو نہوتا تھا۔ ظہرت گری روز بروز ترقی پذیر تھی۔ جب صاحب مدوح نے یہ کیفیت دیکھی تو انہوں نے فوراً اپنی بی بی اور بچوں کو مقام بنی تال کو روانہ کر دیا اور وہاں وہ حفاظت سے پہنچ گئے۔

تاریخ ۱۶ رمضان المبارک ۱۲۸۳ھ مطابق ۱۰ مئی ۱۸۶۵ء یوم دوشنبہ کو میرے عم مکرم بھوکو سوار ہونے لگے۔ چونکہ مہینہ جلیہ کا تھا کچھ ہی عدالت دیوانی مجھ سے ہوتی تھی میں ایک مکان سے بالا خانہ پہنچا جو قاسم جاں کی گلی کے کنارہ پر جانب شرق لب سرک مقابل کوچہ ادینہ بیگ خاں سے چھوٹے مرزا صاحب کا مشہور تھا اور اسوجہ سے کہ دیوان خانہ جناب دادا صاحب میں ایک بیگم صاحبہ جو چوٹی بیگم کو کہتے مشہور تھیں اور وہ کسی یورپین کی بھینس اور ان کی لڑکی عیسائی کسی عمدہ جلیہ پر سوار تھیں اور ان کو دو ٹکڑے ہار کی پنشن یا کسی بنک سے جیب خرچ ملتا تھا اور وہ ہنسایت بوڑھی بیگم بھینس بہت روزوں سے رہتی تھیں۔ جبکہ دادا صاحب اپنے وطن تدریجی بدایوں میں تشریف لائے تھے ان کو کہایہ پردے دیا تھا اس لیے چچا صاحب نے وہ بالا خانہ نشست کو لے لیا تھا۔ اور میرے استاد محمد حسین صاحب جو نگینہ ضلع بھونر کے رہنے والے تھے وہاں طالب علمی کے طریقہ پر گئے تھے مقیم تھے اور بھوکو پڑھایا کرتے تھے اتفاقاً اس تاریخ پر میں مع اپنے چھوٹے بھائیوں کے ان سے سبق پڑھتا تھا اور نواب ولی داد خاں صاحب جاگیر دار مالی گٹھ ضلع بندر شہر جو ریس دہلی تھے اسوقت وہ جد امجد کے پاس تشریف لائے تھے اور چھوٹے مرزا صاحب بھی (رقبہ نوٹ بصفہ آئندہ)

اُس کے ایک ہفتہ کے بعد ضلع میں بلوے اور غریزی کھلم کھلا شروع ہو گئی  
گنگا پار ہنگر بدایوں کے محاذ ضلع ایٹھ میں زیادہ بد انتظامی تھی اور  
اُسی طرف سے یہ بد انتظامی پر گنہ اسد پور ضلع بدایوں میں پہنچی۔  
اگرہ۔ اور کلکتہ کی ڈاک بالکل مسدود ہو گئی۔ ضلع مراد آباد میں جیٹ کے

موجود تھے بازار کی طرف کھڑکی میں نواب ولی داد خاں جہاں کھتے تھے قریب نو باؤں  
بچے دن کے ہنگر میرے استناد سے چھٹی دی میں اپنے بھائیوں کے ہاتھ پکڑے ہوئے  
کہ وہ چوٹے تھے قاسم جان کی گلی کے پھاٹک سے ثنا اللہ جی عرف سنو جی کے مسجد  
کے قریب تھا اور دو گروں کی گلی میں جانا چاہتا تھا کہ اپنے زمانہ مکان کو جاؤں جہاں  
میری والدہ و دادی وغیرہ تھیں کہ کیا دیکھتا ہوں کہ جانب شرقی ناہنی کے حوض کی جانب  
سے دو یا تین سوار گھوڑے سرپٹ بھگاتے ہوئے جانب غرب لال کنوے کی طرف کو  
جاتے ہیں اور وہ خیال نہیں کرتے کہ بازار میں کوئی دہب جائیگا جھکو خوب یاد ہے کہ نواب  
ولی داد خاں نے اس وقت کھڑکی بالاعانہ سے سر ہار کر کے بہ آواز بلند مجھے کہا کہ (لوٹے بچ)  
میں ہنگر اپنے بھائیوں کے ہاتھ پکڑے ہوئے ایک دیوار سے لگ گیا اور وہ سوار میرے  
قریب سے نکل گئے اور دفعتاً دو کابین بازار کی بند ہونا شروع ہو گئیں اور لوگ یہ کہتے تھے  
کہ روم وروس کی فروغ قاضی کے حوض تک آگئی ہیں بھاگ کر اندر زنان خانہ کے پہنچنا  
اور اپنی جہدہ ماجدہ سے یہ بھی کہا کہ بازار بند ہو گیا اور روم وروس کی فروغ آگئی وہ مجھ پر  
بہت خفا ہوئیں اور فرمائے لگیں کہ ہمارے خاندان میں کوئی جھوٹ نہیں بولا کرتا ہے  
تو کیا ابھی اس عمر میں جھوٹ بولنا سیکھتا ہے میں نے قسم سے کہا کہ (بقیہ نوٹ ابھی آئندہ)

سپاہیوں نے جیلخانہ کو توڑ ڈالا۔ مسٹر کیمل صاحب جاینٹ مجسٹریٹ ضلع مراد آباد نے مجسٹریٹ بدایوں کو اطلاع دی کہ بنجواں قیدی جو ضلع بدایوں کا تھا اس جیلخانہ سے گر وہ قیدیوں کے ساتھ فرار ہو گیا ہے۔ یہ بنجواں وہ شخص تھا کہ جس نے مسٹر کوٹ صاحب جاینٹ مجسٹریٹ بہادر بدایوں کو

سوار ہاتے ہوئے میں نے ہی دیکھے انہوں نے باور نہ کر کے میرے ایک بلکا سا ٹپا پتہ مارا کہ اب جھوٹی فتیں بھی کہا تا ہے۔ الغرض اسی عرصہ میں میرے جد بزرگوار بھی نشوونما کی حالت میں تشریف لائے اور انہوں نے فرمایا کہ (غریب) یعنی میرے چچا کو بتایا کہ وہ ہر شہر کے کچہری میں ہیں اور شہر میں غدر ہو گیا۔ سنا ہے کہ میرٹھ کی فوج کے کچھ سپاہی باغی ہوئے یہاں آ گئے ہیں اور قتل و غارتگری ہوئی ہے۔ راستے آمد و رفت شہر کے آنے والے کے بند ہیں۔ اسی عرصہ میں یکم صاحب مجسٹریٹ بہادر ضلع ٹمبھڑ ہوا ٹپا یعنی منادی ہوئی کہ سب لوگ دکانیں کھولیں چند باغی میرٹھ سے آئے ہیں ان کا انتظام ہو جائیگا اس کے دس یا پندرہ منٹ کے بعد میرے چچا کچہری سے پاکی میں تشریف لائے تو انہوں نے بیان فرمایا کہ کچہری میں جب جنرل بولڈین کی ہوئی تو مفتی صدر الدین صاحب آرزو و تخلص جو اس وقت بھدرہ صدر الصدور سی ممتاز تھے فوراً اپنا اجلاس برخواست کر کے چلے گئے وکلاء نے مسٹر لباس صاحب بہادر سے اس خبر کو کہا وہ انفصال مقدمات میں مصروف تھے انہوں نے بھی اجلاس برخواست کیا اور سب وکلاء و محال روانہ ہوئے وہ پانچ گھنٹہ تک جب شہر پناہ کی کشمیری دواخانہ پر آئے تو وہاں گراٹہ بند تھے اور تنگے فوج سرکاری کے پہرے پر تھے وہ کو انہیں کھولتے تھے۔ تھے تھے کہ باغی گس آئیگا اس سے بہت منت سماجت کی کہ ہم (بقیہ لڑکے یعنی آئندہ)

قبل غدر زحمنی کیا تھا۔ اور دوبرس تک مغرور رہا تھا۔ آخر شش ستر  
ایڈواردس صاحب مجسٹریٹ ضلع کی کوشش سے گرفتار ہوا اور مقید  
حبس دوام ہو کر ضلع مراد آباد کے جیلخانہ کو بھیجا گیا تھا ہینری عبورڈ پائے شور  
ہوا تھا کہ جیلخانہ مراد آباد کے ٹوٹنے سے بدایلوں کی طرف بھاگ آیا۔ یہ جنر

کچہری کے ملازم کو لاپس ہو کر جانے دو لیکن وہ کب سنتے تھے اتفاقاً مسٹر لباس صاحب راج بہادر  
اپنی گلی بھگائے ہوئے پریشان حالت میں اس طرف سے گزرے اور انہوں نے کراٹ  
کھلو کر اندر شہر کے کر دیا۔ پھر صاحب بہادر اپنی اور ایک میم کی جان بچا کر علی پور کی راہ چلے  
گئے بغایت الٹی میج و سلامت بچ گئے اگر وہ شہر میں آتے تو ضرور مارے جاتے یہاں تک کہ  
میرے بچا صاحب نے قہم اپنے شہر میں آنے کا کہا کہ اب شہر میں لوٹ مار کا بازار گرم  
ہو گیا اور بازار بالکل بند ہوا بلوائی اور ان کے ساتھ شہر کے چند اوباش اکٹھے ہو گئے  
اور انگریزوں کی تلاش کا بجائے شروع ہوئی اور شہر کی لالینیں جو کھنبوں میں لگی تھیں وہ  
توڑنا شروع کر دیں اور گڑیاں اکھاڑیں کہ یہ بھی انگریزوں کی بنائی ہیں پھر اسی روز  
قریب سہ پہر کے کیا دیکھا ہوں کہ ایک ہاتھی پر مرزا ابوبکر شاہزادہ کم عمر کو بایں سوار  
کر کے اور ایک منادی نواز آگے آگے یہ منادی کرتا ہوا کہ ملک بادشاہ کا حکم بادشاہ کا  
کہ اب سرکار کینہی کی علداری گئی کوئی دکاندار دکان بند نہ کرے اور دکانیں کھولے ورنہ  
سزا ہوگی خدا کی شان کا ایک منورہ نظر آیا ایک دن میں دو ڈیوڑھوں کے چند گھنٹوں کے  
اندر دو مکرانوں کے نام سے پہنے پٹے ہوئے دیکھے کیا انقلاب ایک دم میں ہو گیا۔ اب پڑنا  
کہ صاحب کشتہر بہادر مارے گئے باوجودیکہ انکی اردلی میں چند سوار (بقیہ نوٹ لصفو آئندہ)

سنکر مجسٹریٹ ضلع بدایوں نے اپنی حفاظت کا بندوبست کیا۔ مگر کسی پولیسمن  
پر اُن کو اطمینان نہ تھا۔ نہ یہ وقت اطمینان کا تھا۔ ضلع کے مغربی حصہ میں  
عام طور پر خلافت دہری قانون شروع ہوئی اور لوٹ مار ہونے لگی۔ دو  
زمیندار پرگنہ اسپور کے جو قوم کے ٹھاکر تھے۔ موضع پتریا میں ایہروں کے ہاتھ سے

نواب جہر کے اُن کی سواری کے وقت اکثر ہوتے تھے اسوقت بھی تھے لیکن ان نکاح حراموں  
نے کچھ نہ کیا۔ دو باغی سوار صاحب بہادر کی بگھی کے پیچھے گھوڑا دوڑا کر بارادہ قتل متعاقب  
ہوئے صاحب بہادر نے ایک سوار اردلی کی ہندوق لیکر فیر کی ایک سوار گولی کھا کر گر گیا  
دوسری ہندوق صاحب کو بھری ہوئی اُن کے سوار اردلی نے نہیں دی انہوں نے  
اپنی بگھی قلعہ کے نزدیک آکر اُنکر قلعہ کے اندر گئے اور پور بیہ سپاہیوں نے جو  
گارس و فوج کا تعینات رہتا تھا اُن سے کہا کہ دروازہ قلعہ کا بند کرو باغی آتا ہے اُس نے  
دروازہ بند نہیں کیا صاحب بہادر قلعہ دار انگریز کے پاس جو قلعہ کے دروازہ پر رہتا تھا  
اوپر چڑھ کر پہلے گئے سنا ہے کہ وہ سوار قلعہ کے دروازہ پر آکر اُترا اور شاہد اور بھی اُسکے  
ساتھ تھے اُس کے اوپر چڑھ گئے اور صاحب بہادر اور قلعہ دار کے بال بچوں کو ان پیرچوں  
نے قتل کیا۔ اب جا بجا قتل شروع ہو گیا لوگوں نے اپنے اپنے دروازے بند کر لیے اور  
اپنی حفاظت کے لیے گھروں میں بیٹھے پھر قریب شام کے ایک بہت بڑی آواز مہیب ہوئی  
اور سیاہ گرد آسمان پر چھا گئی لوگ حیران تھے کہ یہ کیا آفت آئی معلوم ہوا کہ میگزیں  
سرکاری اُڑ گیا ایک جو انڈیا انگریز افسر میگزیں کے اندر محبوس ہو گیا تھا۔ اُس نے دیکھا  
کہ میری جاسبری کی کوئی صورت نہیں ہے۔ تب اُس نے (بقیہ نوٹ اصفحہ آئندہ)

مارے گئے۔ تیسرے شخص سلمان مسے یوسف خاں کو راجپوتوں نے  
تختہ بناور میں قتل کر دیا۔ ۲۵ مئی ۱۸۵۷ء کو مسلمانوں کی عید الفطر کا روز  
تھا اُس دن مجسٹریٹ ضلع کو یہ غلط اطلاع کسی نہ کسی طرح پہنچی کہ یہاں کے  
اہل اسلام بعد نماز عید ملن کرینگے۔ صاحب مجسٹریٹ نے یہ خبر سنکر

سیکڑین میں آگ دیدی اور اپنے کو ہلاک کیا اور جو باغی اُس کے نزدیک تھے وہ اور بہت  
سے نمائندگی اور اشخاص راہ گیر بھی آگے بلکہ گردنواح کے مکانات کو اُس سیکڑین کے  
اُٹنے سے صدمہ پہنچا۔ الغرض وہ دن اور رات جن مصیبت سے گزری کچھ بیان نہیں  
ہو سکتا ہے۔ اب گویا بالکل عداوتی سرکار کی پٹی بہاؤ کی شہد سے اٹھ گئی دوسرا دن ہوا  
تو باغیوں کو انگریزوں کی تلاش درپیش ہوئی شہر میں جو ملازم یا خیر طلب سرکار تھے  
یا جن لوگوں کے نام مخبروں نے لیے کہ اس کے گھر میں کوئی یورپین مرد یا عورت یا  
کچھ یا عیسائی ہے اُس کے گھر دھڑ دھڑ آئے اور خانہ تلاشی اور لوٹ شروع ہو گئی ہمارے  
دادا اور چچا پر بھی ایک آفت دوسرے روز آئی اور وہ یہ تھی کہ یہوڈی بیگم جن کا ذکر ہم  
اوپر کر چکے ہیں ہمارے دیوانخانہ میں عرصہ دراز سے کرایہ پر رہتی تھی اُسکے قتل اور لوٹ  
کے لیے باغی آئے اور دادا صاحب اور چچا صاحب سے کہا کہ تمہیں انگریزوں کو چھپایا ہے  
اور تمہارے اس دیوان خانے میں جو انگریز ہے اُسکو بتاؤ (اُس سے کہا کہ وہ تو مسلمان ہے  
اور اپنے لڑکوں سے علیحدہ رہتے ہوئے مدت ہوتی ہے وہ اپنی جان کے خوف سے  
کل کے دن سے بیچاری کہیں چلی گئی ہے اور اُس کے نوکر چاکر بھی بھاگ گئے اسباب  
اور لڑکا اور دو ملازم ہیں اور ہمارے پاس کوئی نہیں ہے) (بقیہ نوٹ بعد آئندہ)

مشاہیر مسلمانوں کو اپنے بنگلہ پر طلب کیا اُن کا مشورہ شہر میں امن قائم رکھنے کی بابت لیا۔ اور اُن کو اُس وقت تک بنگلہ سے جانے نہ دیا جب تک کہ عید کی نماز کا وقت نہ گزر گیا۔ اُن میں سے بعض اشخاص کو یہ احرا ناگوار گذرا کہ ہکو نماز عید ادا نہیں کرنے دی۔ اس بات پر عام جماعت میں ایک سخت شور مچا

وہ حرا مزادے کب مانتے تھے پہر سب حملہ والے اور دیگر حملوں کے عامل لوگ دادا صاحب کے کہنے سے جمع ہو گئے اور اُن مفسدوں میں بعض اہل شہر بھی ایسے تھے جو ہماری خاندانی حالت اور ہمارے دادا صاحب مرحوم سے واقف تھے بعض اُن کے ملازم رہے تھے۔ تب سب جمع لئے بالاتفاق شہادت دی کہ وہ بیگم مسلمان ہے اُس کے اسباب کو نہ لوٹو اور ان مالکان مکان سے کچھ باز پرس نہ کرو۔ ہمارے خدا خدا کر کے ہمارے بزرگوں اور عزت دار عورت کی جان و مال کو ان ظالموں کے ہاتھ سے نجات ملی۔

اب جا بجا سے فوجیں جو باغی ہو گئیں تھیں دہلی میں آتی شروع ہو گئیں۔ قریب پچاس ہزار سپاہ پیدل و سوار شہر دہلی کے اندر و باہر جمع ہو گئے اور انگریز لوگ کچھ موزوں کالی پہاڑی پر چڑھ کر کی جانب غریب و گوشہ شمال ہے اور کشمیری دروازہ و لاہوری دروازہ سے بہت فاصلہ نہیں ہے اپنا لشکر فراہم کر کے مقابلہ کو مورچہ قائم کر کے مستعد جنگ ہوئے ہر روز صبح سے فوج مقابلہ کو شہر سے جایا کرتی تھی اور پہاڑی پہرے سے فوج انگریزی اُن کو مقابلہ کرتا تھا اور دونوں جانب سے آدمی قتل ہوتے تھے انگریزی فوج نے چند مورچہ پہاڑی پر قلوں کے قائم کیے تھے اور شہر کی فصیل پر کشمیری دروازہ و لاہوری دروازہ وغیرہ پر اور شمن بُرج پر فوج باغی نے توپوں کو لگایا تھا تمام رات ہر دو جانب سے گولہ باری ہوتی تھی (بقیہ نوٹ صفحہ آئندہ)



اندر بر بھی پیدا ہو گئی مگر عاید مسلمانوں نے عوام کی اس بر بھی کو فرو کر دیا اور کسی قسم کا ہنگامہ نہ ہونے دیا۔ مجسٹریٹ ضلع کو اس امر کی نہایت فکر تھی کہ ایسا ہنوشہر میں بلوانی بابوہ کریں اور خزانہ لوٹ لیں۔ خزانہ کی حفاظت پر گارڈ فوج دیسی پلٹن نمبر ۲۸ بریلی کا ستعین تھا مگر وہ بزدل تھا اور اُس پر کوئی

شہر کے اندر کے مکانات جو پھاڑی کو قرب واقع تھے وہ سب شکست ہوئی تھی اور بازاروں اور گلیوں میں ہم کسے گولے پھٹ کر اور ٹکڑے ہو کر گرتے تھے اکثر اشخاص زخمی ہوتے تھے چنانچہ ایک روز تربیب ناز مغرب کے اُس بالانائے پر جبکہ میں اوپر ذکر کر چکا ہوں ایک گولہ ہم کا کر پٹھا میں بھاگ کر میرے پیچھا صاحب کے اندر چلا گیا اور میرے اُستاد مولوی محمد حسین صاحب بدحواسی میں چار پائی کے پیچھے جو صحن میں پڑی تھی پیچھے اس حرکت پر انکی سب لوگ ہنستے رہے کہ چار پائی ان کو کیا پناہ دے سکتی تھی اگر گولہ یا کوئی ٹکڑہ گرتا۔ بارے چیز گزری کہ وہ بچ گئے اور ایک ٹکڑا گولہ کا ہمارے ایک دوسرے مکان میں ایک تیلی رہا رہتا تھا اُس کے گائے کے پاؤں میں لگا فوراً پاؤں لوٹ گیا۔ چار ہینڈ تک یہ حال تھا کہ شہر کے اندر فرد بشر اطمینان سے نہیں رہتا تھا ہر وقت ملک الموت کا سامنا تھا مکان میں روئی کسے کھاف گودریاں پانی میں تر کر کے رکھی رہتی تھیں۔ جس وقت گولے ٹھکن آ کر گرتے فوراً اسپر پیر پیرا سے تر ڈال دیتے جاتے تھے تاکہ وہ سرد ہو کر اُسی جگہ رہ جائیں۔ الغرض ہمارے ہینڈ کوئی دن اہالیان شہر پر بہت سختی سے گذرے۔ اے مئی شہداء کو دس یا پندرہ روز بعد ایک نادور واقعہ پیش آیا۔ حکیم محمد احسن اللہ شاہ وزیر ابو ظفر بادشاہ پر تلنگوں کو شبہ اس امر کا ہوا کہ یہ انگریزوں سے ملے ہوئے ہیں۔ لہذا لٹل بلیو آئینہ

زیادہ معتبر ہوتی تھیں اس میں اکثر اے عنوانی پائی گئی تو بموجب قانون ۱۸۳۸ء  
رجسٹرار عدالت ججی بریلی و مراد آباد کو حکم رجسٹری اس ضلع کا عطا ہوا پھر ۱۸۶۱ء میں  
سوقوت ہو گیا۔ قاضیوں کے متعلق رجسٹری بھٹی اور اسی سال ۱۸۶۱ء ہندو پٹنہ اور  
مفتی سلمان واسطے پوسٹہ جات اور قواوے کے مقرر ہوئے بعدہ بموجب  
قانون ۱۸۳۲ء کام رجسٹری کا صدر الصدور کے متعلق کیا گیا۔ پھر بموجب  
قانون ۱۸۳۰ء کام رجسٹری کا منصفوں کے متعلق کیا گیا۔ انکو فیس رجسٹری  
کی ملتی تھی ۱۸۶۲ء میں صدر امین بدایوں رجسٹرار مقرر ہوئے بعد ازاں  
۱۸۶۴ء بموجب قانون ۱۸۶۲ء میں عہدہ رجسٹرار و سب رجسٹرار قائم ہوئے  
اور رجسٹری متعلق تحقیق اردل کے ہوئی سوائے تحصیل بدایوں کے جو صدر امین  
کے متعلق رہی اور رجسٹرار ضلع جج ضلع کے ہوئے۔

تحقیق اردل سے رجسٹری نکالی گئی بھٹی میں علیحدہ  
سب رجسٹرار جزا آٹواہ اور جزا فیس سے مقرر کیے گئے۔ چنانچہ اب تک اسی  
طور سے عہدہ آ رہے ۱۸۹۶ء تک محکمہ رجسٹری متعلق جج صاحب ضلع شاہجہانپور  
بحیثیت رجسٹرار ضلع کے رہا۔ اور اب کل ضلع کی رجسٹری کا محکمہ متعلق جج مراد آباد  
بحیثیت رجسٹرار ضلع کے ہے۔

ضلع بدایوں والوں کو نہایت درجہ تکلیف ہے یعنی رجسٹری کے کام کے واسطے اور  
لفظ لینے کے لیے ضلع مراد آباد جانا پڑتا ہے اور دیوانی کے واسطے ضلع  
شاہجہاں پور اور فوجداری کی اپیل کے واسطے بعض وقت بھڑو اور بعض وقت  
مراد آباد جہاں ان لیشن جج مراد آباد موجود ہوں جانا ہوتا ہے اور صرف گیشور

اور سختی سفر برداشت کرنا پڑتی ہے۔ اہالیان بدایوں نے ایک میموریل مباحثہ لائنٹ گورنر بہادر صوبہ متحدہ کی خدمت میں اپنی مضمون کہ ضلع بدایوں میں با اختیار کام جج و سب جج علیحدہ ہونا چاہیے جیسا کہ سابق میں تجویز ہوا تھا بھیجا گیا تھا اس پر گورنمنٹ غور فرماتی تھیں اور نقیحات تعداد و مقدمات ضلع بدایوں طلب ہوئے ہیں بظاہر اوجہ اخراجات زیادہ کے یہ امید بہت کم معلوم ہوتی ہے کہ بدایوں میں جج علیحدہ قائم ہو اگر کچھ اور انتظام محض تقریباً جج کیا گیا تو اس سے اہالیان بدایوں کو کچھ فائدہ نہیں ہے کیونکہ زبان انکو تکلیف مقدمات فوجداری و صغیر رجسٹری سے ہے۔ رجسٹری کی نقول ہر ایک مقدمہ دیوانی میں درکار ہوتی ہیں اور معاملہ رجسٹروں کا کرنا ضروری ہے اور یہ تکلیف اس وقت رفع نہیں ہو سکتی ہے جب تک کہ ایک جج بدایوں میں علیحدہ با اختیار کامل مقرر نہ کیا جائے۔

ہکو امید ہے کہ گورنمنٹ عادل بہت جلد غور فرما کر اس تکلیف کو رفع فرمائے گی ورنہ اقل درجہ صیغہ رجسٹری کو بدستور ضلع شاہجہاں پور کے متعلق کرنا چاہیے جہاں کام دیوانی بھی متعلق ہے۔

## فصل ہفتم

### حالات بند و بست مالگذاری ضلع

سنہ ۱۸۷۷ء سے عمارت گورنمنٹ انکلیشیہ کی بدایوں میں ہوئی نواب وزیر نے جبکہ وہ فرضہ جو بمعاوضہ جنگ روہیلوں نے ایسٹ انڈیا کمپنی کو نہیں دیا تب اس کے

نقشہ ضلع پر نواب وزیر یعنی نواب سعادت علی خاں نے مطابق عہد نامہ مورخہ  
 ۱۲۸۱ فی ۱۲۸۱ جولائی ویزلی صاحب بہادر گورنر جنرل اور نواب کے درمیان  
 ہوا ایک روٹیکہنڈ جنس بدایوں بھی شامل ہے کہ اپنی کوئی تفریق کر دیا اور یہ ملک  
 مقصودہ کہلا یا گیا اور کل روٹیکہنڈ میں دو ضلع مقرر ہوئے ایک بریلی اور دوسرا  
 مراد آباد بدایوں کے کل پرگنات ضلع مراد آباد کے متعلق ہوئے پھر ۱۲۸۶ء  
 میں تعمیر و تبدیل اس طور پر ہوا کہ پرگنہ ہسوان بدایوں و کوٹ داؤجیاں  
 و اوسہت و سیم پر مراد آباد سے خارج ہو کر ضلع بریلی میں شامل کیے گئے اور  
 باقی پرگنہ چورہ - اس پور - تناسی - بسولی - اسلام نگر - ضلع مراد آباد میں  
 بدستور رہے بعدہ بموجب حکم گورنٹ مورخہ ۳۱ - اکتوبر ۱۲۸۶ء فروری ۱۲۸۷ء  
 سے یہ ضلع علیحدہ مقرر ہوا - اور ہسوان اسکا صدر مقام قرار پایا - مسٹر سوئیٹن ہم  
 صاحب کلکٹر مقرر ہوئے قانون ہفتم ۱۲۸۶ء کا عملدرآمد شروع ہوا ۱۲۸۷ء میں  
 مسٹر سوئیٹن ہم تبدیل ہوئے اور ان کے جانشین سٹریج وائٹ صاحب مقرر  
 ہوئے یہ کلکٹر اپنے ماتحتوں کے اختیار میں تھے - اس لیے ضلع کی حالت ۱۲۸۷ء  
 لغایت ۱۲۸۸ء نہایت خراب رہی - مئی ۱۲۸۳ء میں انکی معطلی کا حکم ہو چکا اس  
 رینج والہم سے انہوں نے بمقام ہسوان تپتہ مار کر خودکشی کر لی - بعدہ مسٹر سینڈبرون  
 صاحب کلکٹر مقرر ہوئے اس سے پہلے ساٹ بند و بست اس ضلع کی عملداری  
 گورنٹ انچلشیپ میں ہو چکی تھی جیسا کہ نقشہ آئندہ سے ظاہر ہوگا - اب مسٹر  
 سینڈبرون نے بموجب آئین ہفتم ۱۲۸۶ء بند و بست ہفتم شروع کیا - مسٹر برن  
 اور مسٹر کلاک اور مسٹر لونی بھی اس کار بند و بست میں بہ ماتحتی ان کے کام نہیں

جمع کا انجام دیتے تھے۔ سٹر سینڈبرون نے پرگنہ ہسوان۔ اسلام نگر۔ بلیم پور۔  
 اجمیانی۔ بدایوں۔ اوہت اور کوٹ کی جمع تشخیص کی اور ان کے حدود مقرر  
 کیے۔ اور سٹر کلارک نے پرگنہ رچپورہ۔ بسولی۔ ستاسی کا بندوبست کیا۔ اور  
 سٹر لونی نے پرگنہ اسد پور کی جمع تشخیص کی بعدہ سٹر شنس نے ترمیم بندوبست پرگنہ  
 اسلام نگر۔ واہت کی فرمائی۔ حج کل ضلع کی اس بندوبست میں اولاً لکھ  
 معہ اکام علیہ روپیہ منظور ہوئی تھی لیکن در بیان بندوبست کے حج ترمیم ہو کر  
 اضافہ لکھ روپیہ کا ہوا اور کل جمع بوقت ختم بندوبست کے لکھ روپیہ کا ہوا۔

روپیہ تھی۔

بندوبست کی جمع ورقہ کا حال اس نقشہ سے جو ہم دیتے ہیں بابت حالات بندوبست  
 شاہی و انگریزی بخوبی معلوم ہوگا۔ صفحہ آئندہ دیکھو۔



عقبت پر تیرا رخ شکر بندہ دوست من ابتداء سے بندہ دوست محمد اکبر کی خدایتہ بندہ دوست حال ۱۲۸۷ھ متعلق خلق جہا یوں

[illegible]

نمبر	نوع	تعداد	سند ابتدائی	سند انتہائی	تاریخ	ملاحظات	نمبر
۱	بند	۱	۲	۵	۱۳۲۵	۱۳۲۵	۱
۲	بند	۲	۳	۴	۱۳۲۶	۱۳۲۶	۲
۳	بند	۳	۴	۵	۱۳۲۷	۱۳۲۷	۳
۴	بند	۴	۵	۶	۱۳۲۸	۱۳۲۸	۴
۵	بند	۵	۶	۷	۱۳۲۹	۱۳۲۹	۵
۶	بند	۶	۷	۸	۱۳۳۰	۱۳۳۰	۶
۷	بند	۷	۸	۹	۱۳۳۱	۱۳۳۱	۷
۸	بند	۸	۹	۱۰	۱۳۳۲	۱۳۳۲	۸
۹	بند	۹	۱۰	۱۱	۱۳۳۳	۱۳۳۳	۹
۱۰	بند	۱۰	۱۱	۱۲	۱۳۳۴	۱۳۳۴	۱۰
۱۱	بند	۱۱	۱۲	۱۳	۱۳۳۵	۱۳۳۵	۱۱
۱۲	بند	۱۲	۱۳	۱۴	۱۳۳۶	۱۳۳۶	۱۲
۱۳	بند	۱۳	۱۴	۱۵	۱۳۳۷	۱۳۳۷	۱۳
۱۴	بند	۱۴	۱۵	۱۶	۱۳۳۸	۱۳۳۸	۱۴
۱۵	بند	۱۵	۱۶	۱۷	۱۳۳۹	۱۳۳۹	۱۵
۱۶	بند	۱۶	۱۷	۱۸	۱۳۴۰	۱۳۴۰	۱۶
۱۷	بند	۱۷	۱۸	۱۹	۱۳۴۱	۱۳۴۱	۱۷
۱۸	بند	۱۸	۱۹	۲۰	۱۳۴۲	۱۳۴۲	۱۸
۱۹	بند	۱۹	۲۰	۲۱	۱۳۴۳	۱۳۴۳	۱۹
۲۰	بند	۲۰	۲۱	۲۲	۱۳۴۴	۱۳۴۴	۲۰
۲۱	بند	۲۱	۲۲	۲۳	۱۳۴۵	۱۳۴۵	۲۱
۲۲	بند	۲۲	۲۳	۲۴	۱۳۴۶	۱۳۴۶	۲۲
۲۳	بند	۲۳	۲۴	۲۵	۱۳۴۷	۱۳۴۷	۲۳
۲۴	بند	۲۴	۲۵	۲۶	۱۳۴۸	۱۳۴۸	۲۴
۲۵	بند	۲۵	۲۶	۲۷	۱۳۴۹	۱۳۴۹	۲۵
۲۶	بند	۲۶	۲۷	۲۸	۱۳۵۰	۱۳۵۰	۲۶
۲۷	بند	۲۷	۲۸	۲۹	۱۳۵۱	۱۳۵۱	۲۷
۲۸	بند	۲۸	۲۹	۳۰	۱۳۵۲	۱۳۵۲	۲۸
۲۹	بند	۲۹	۳۰	۳۱	۱۳۵۳	۱۳۵۳	۲۹
۳۰	بند	۳۰	۳۱	۳۲	۱۳۵۴	۱۳۵۴	۳۰
۳۱	بند	۳۱	۳۲	۳۳	۱۳۵۵	۱۳۵۵	۳۱
۳۲	بند	۳۲	۳۳	۳۴	۱۳۵۶	۱۳۵۶	۳۲
۳۳	بند	۳۳	۳۴	۳۵	۱۳۵۷	۱۳۵۷	۳۳
۳۴	بند	۳۴	۳۵	۳۶	۱۳۵۸	۱۳۵۸	۳۴
۳۵	بند	۳۵	۳۶	۳۷	۱۳۵۹	۱۳۵۹	۳۵
۳۶	بند	۳۶	۳۷	۳۸	۱۳۶۰	۱۳۶۰	۳۶
۳۷	بند	۳۷	۳۸	۳۹	۱۳۶۱	۱۳۶۱	۳۷
۳۸	بند	۳۸	۳۹	۴۰	۱۳۶۲	۱۳۶۲	۳۸
۳۹	بند	۳۹	۴۰	۴۱	۱۳۶۳	۱۳۶۳	۳۹
۴۰	بند	۴۰	۴۱	۴۲	۱۳۶۴	۱۳۶۴	۴۰
۴۱	بند	۴۱	۴۲	۴۳	۱۳۶۵	۱۳۶۵	۴۱
۴۲	بند	۴۲	۴۳	۴۴	۱۳۶۶	۱۳۶۶	۴۲
۴۳	بند	۴۳	۴۴	۴۵	۱۳۶۷	۱۳۶۷	۴۳
۴۴	بند	۴۴	۴۵	۴۶	۱۳۶۸	۱۳۶۸	۴۴
۴۵	بند	۴۵	۴۶	۴۷	۱۳۶۹	۱۳۶۹	۴۵
۴۶	بند	۴۶	۴۷	۴۸	۱۳۷۰	۱۳۷۰	۴۶
۴۷	بند	۴۷	۴۸	۴۹	۱۳۷۱	۱۳۷۱	۴۷
۴۸	بند	۴۸	۴۹	۵۰	۱۳۷۲	۱۳۷۲	۴۸
۴۹	بند	۴۹	۵۰	۵۱	۱۳۷۳	۱۳۷۳	۴۹
۵۰	بند	۵۰	۵۱	۵۲	۱۳۷۴	۱۳۷۴	۵۰
۵۱	بند	۵۱	۵۲	۵۳	۱۳۷۵	۱۳۷۵	۵۱
۵۲	بند	۵۲	۵۳	۵۴	۱۳۷۶	۱۳۷۶	۵۲
۵۳	بند	۵۳	۵۴	۵۵	۱۳۷۷	۱۳۷۷	۵۳
۵۴	بند	۵۴	۵۵	۵۶	۱۳۷۸	۱۳۷۸	۵۴
۵۵	بند	۵۵	۵۶	۵۷	۱۳۷۹	۱۳۷۹	۵۵
۵۶	بند	۵۶	۵۷	۵۸	۱۳۸۰	۱۳۸۰	۵۶
۵۷	بند	۵۷	۵۸	۵۹	۱۳۸۱	۱۳۸۱	۵۷
۵۸	بند	۵۸	۵۹	۶۰	۱۳۸۲	۱۳۸۲	۵۸
۵۹	بند	۵۹	۶۰	۶۱	۱۳۸۳	۱۳۸۳	۵۹
۶۰	بند	۶۰	۶۱	۶۲	۱۳۸۴	۱۳۸۴	۶۰
۶۱	بند	۶۱	۶۲	۶۳	۱۳۸۵	۱۳۸۵	۶۱
۶۲	بند	۶۲	۶۳	۶۴	۱۳۸۶	۱۳۸۶	۶۲
۶۳	بند	۶۳	۶۴	۶۵	۱۳۸۷	۱۳۸۷	۶۳
۶۴	بند	۶۴	۶۵	۶۶	۱۳۸۸	۱۳۸۸	۶۴
۶۵	بند	۶۵	۶۶	۶۷	۱۳۸۹	۱۳۸۹	۶۵
۶۶	بند	۶۶	۶۷	۶۸	۱۳۹۰	۱۳۹۰	۶۶
۶۷	بند	۶۷	۶۸	۶۹	۱۳۹۱	۱۳۹۱	۶۷
۶۸	بند	۶۸	۶۹	۷۰	۱۳۹۲	۱۳۹۲	۶۸
۶۹	بند	۶۹	۷۰	۷۱	۱۳۹۳	۱۳۹۳	۶۹
۷۰	بند	۷۰	۷۱	۷۲	۱۳۹۴	۱۳۹۴	۷۰
۷۱	بند	۷۱	۷۲	۷۳	۱۳۹۵	۱۳۹۵	۷۱
۷۲	بند	۷۲	۷۳	۷۴	۱۳۹۶	۱۳۹۶	۷۲
۷۳	بند	۷۳	۷۴	۷۵	۱۳۹۷	۱۳۹۷	۷۳
۷۴	بند	۷۴	۷۵	۷۶	۱۳۹۸	۱۳۹۸	۷۴
۷۵	بند	۷۵	۷۶	۷۷	۱۳۹۹	۱۳۹۹	۷۵
۷۶	بند	۷۶	۷۷	۷۸	۱۴۰۰	۱۴۰۰	۷۶
۷۷	بند	۷۷	۷۸	۷۹	۱۴۰۱	۱۴۰۱	۷۷
۷۸	بند	۷۸	۷۹	۸۰	۱۴۰۲	۱۴۰۲	۷۸
۷۹	بند	۷۹	۸۰	۸۱	۱۴۰۳	۱۴۰۳	۷۹
۸۰	بند	۸۰	۸۱	۸۲	۱۴۰۴	۱۴۰۴	۸۰
۸۱	بند	۸۱	۸۲	۸۳	۱۴۰۵	۱۴۰۵	۸۱
۸۲	بند	۸۲	۸۳	۸۴	۱۴۰۶	۱۴۰۶	۸۲
۸۳	بند	۸۳	۸۴	۸۵	۱۴۰۷	۱۴۰۷	۸۳
۸۴	بند	۸۴	۸۵	۸۶	۱۴۰۸	۱۴۰۸	۸۴
۸۵	بند	۸۵	۸۶	۸۷	۱۴۰۹	۱۴۰۹	۸۵
۸۶	بند	۸۶	۸۷	۸۸	۱۴۱۰	۱۴۱۰	۸۶
۸۷	بند	۸۷	۸۸	۸۹	۱۴۱۱	۱۴۱۱	۸۷
۸۸	بند	۸۸	۸۹	۹۰	۱۴۱۲	۱۴۱۲	۸۸
۸۹	بند	۸۹	۹۰	۹۱	۱۴۱۳	۱۴۱۳	۸۹
۹۰	بند	۹۰	۹۱	۹۲	۱۴۱۴	۱۴۱۴	۹۰
۹۱	بند	۹۱	۹۲	۹۳	۱۴۱۵	۱۴۱۵	۹۱
۹۲	بند	۹۲	۹۳	۹۴	۱۴۱۶	۱۴۱۶	۹۲
۹۳	بند	۹۳	۹۴	۹۵	۱۴۱۷	۱۴۱۷	۹۳
۹۴	بند	۹۴	۹۵	۹۶	۱۴۱۸	۱۴۱۸	۹۴
۹۵	بند	۹۵	۹۶	۹۷	۱۴۱۹	۱۴۱۹	۹۵
۹۶	بند	۹۶	۹۷	۹۸	۱۴۲۰	۱۴۲۰	۹۶
۹۷	بند	۹۷	۹۸	۹۹	۱۴۲۱	۱۴۲۱	۹۷
۹۸	بند	۹۸	۹۹	۱۰۰	۱۴۲۲	۱۴۲۲	۹۸
۹۹	بند	۹۹	۱۰۰	۱۰۱	۱۴۲۳	۱۴۲۳	۹۹
۱۰۰	بند	۱۰۰	۱۰۱	۱۰۲	۱۴۲۴	۱۴۲۴	۱۰۰

نمبر	تاریخ	مقام	موضوع	ملاحظات	نتیجہ	تاریخ	مقام	موضوع	ملاحظات	نتیجہ
۱	۱۰	۱۰	۱۰	۱۰	۱۰	۱۰	۱۰	۱۰	۱۰	۱۰
۲	۱۱	۱۱	۱۱	۱۱	۱۱	۱۱	۱۱	۱۱	۱۱	۱۱
۳	۱۲	۱۲	۱۲	۱۲	۱۲	۱۲	۱۲	۱۲	۱۲	۱۲
۴	۱۳	۱۳	۱۳	۱۳	۱۳	۱۳	۱۳	۱۳	۱۳	۱۳
۵	۱۴	۱۴	۱۴	۱۴	۱۴	۱۴	۱۴	۱۴	۱۴	۱۴
۶	۱۵	۱۵	۱۵	۱۵	۱۵	۱۵	۱۵	۱۵	۱۵	۱۵
۷	۱۶	۱۶	۱۶	۱۶	۱۶	۱۶	۱۶	۱۶	۱۶	۱۶
۸	۱۷	۱۷	۱۷	۱۷	۱۷	۱۷	۱۷	۱۷	۱۷	۱۷
۹	۱۸	۱۸	۱۸	۱۸	۱۸	۱۸	۱۸	۱۸	۱۸	۱۸
۱۰	۱۹	۱۹	۱۹	۱۹	۱۹	۱۹	۱۹	۱۹	۱۹	۱۹
۱۱	۲۰	۲۰	۲۰	۲۰	۲۰	۲۰	۲۰	۲۰	۲۰	۲۰
۱۲	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱
۱۳	۲۲	۲۲	۲۲	۲۲	۲۲	۲۲	۲۲	۲۲	۲۲	۲۲
۱۴	۲۳	۲۳	۲۳	۲۳	۲۳	۲۳	۲۳	۲۳	۲۳	۲۳
۱۵	۲۴	۲۴	۲۴	۲۴	۲۴	۲۴	۲۴	۲۴	۲۴	۲۴
۱۶	۲۵	۲۵	۲۵	۲۵	۲۵	۲۵	۲۵	۲۵	۲۵	۲۵
۱۷	۲۶	۲۶	۲۶	۲۶	۲۶	۲۶	۲۶	۲۶	۲۶	۲۶
۱۸	۲۷	۲۷	۲۷	۲۷	۲۷	۲۷	۲۷	۲۷	۲۷	۲۷
۱۹	۲۸	۲۸	۲۸	۲۸	۲۸	۲۸	۲۸	۲۸	۲۸	۲۸
۲۰	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹
۲۱	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰
۲۲	۳۱	۳۱	۳۱	۳۱	۳۱	۳۱	۳۱	۳۱	۳۱	۳۱
۲۳	۳۲	۳۲	۳۲	۳۲	۳۲	۳۲	۳۲	۳۲	۳۲	۳۲
۲۴	۳۳	۳۳	۳۳	۳۳	۳۳	۳۳	۳۳	۳۳	۳۳	۳۳
۲۵	۳۴	۳۴	۳۴	۳۴	۳۴	۳۴	۳۴	۳۴	۳۴	۳۴
۲۶	۳۵	۳۵	۳۵	۳۵	۳۵	۳۵	۳۵	۳۵	۳۵	۳۵
۲۷	۳۶	۳۶	۳۶	۳۶	۳۶	۳۶	۳۶	۳۶	۳۶	۳۶
۲۸	۳۷	۳۷	۳۷	۳۷	۳۷	۳۷	۳۷	۳۷	۳۷	۳۷
۲۹	۳۸	۳۸	۳۸	۳۸	۳۸	۳۸	۳۸	۳۸	۳۸	۳۸
۳۰	۳۹	۳۹	۳۹	۳۹	۳۹	۳۹	۳۹	۳۹	۳۹	۳۹
۳۱	۴۰	۴۰	۴۰	۴۰	۴۰	۴۰	۴۰	۴۰	۴۰	۴۰
۳۲	۴۱	۴۱	۴۱	۴۱	۴۱	۴۱	۴۱	۴۱	۴۱	۴۱
۳۳	۴۲	۴۲	۴۲	۴۲	۴۲	۴۲	۴۲	۴۲	۴۲	۴۲
۳۴	۴۳	۴۳	۴۳	۴۳	۴۳	۴۳	۴۳	۴۳	۴۳	۴۳
۳۵	۴۴	۴۴	۴۴	۴۴	۴۴	۴۴	۴۴	۴۴	۴۴	۴۴
۳۶	۴۵	۴۵	۴۵	۴۵	۴۵	۴۵	۴۵	۴۵	۴۵	۴۵
۳۷	۴۶	۴۶	۴۶	۴۶	۴۶	۴۶	۴۶	۴۶	۴۶	۴۶
۳۸	۴۷	۴۷	۴۷	۴۷	۴۷	۴۷	۴۷	۴۷	۴۷	۴۷
۳۹	۴۸	۴۸	۴۸	۴۸	۴۸	۴۸	۴۸	۴۸	۴۸	۴۸
۴۰	۴۹	۴۹	۴۹	۴۹	۴۹	۴۹	۴۹	۴۹	۴۹	۴۹
۴۱	۵۰	۵۰	۵۰	۵۰	۵۰	۵۰	۵۰	۵۰	۵۰	۵۰
۴۲	۵۱	۵۱	۵۱	۵۱	۵۱	۵۱	۵۱	۵۱	۵۱	۵۱
۴۳	۵۲	۵۲	۵۲	۵۲	۵۲	۵۲	۵۲	۵۲	۵۲	۵۲
۴۴	۵۳	۵۳	۵۳	۵۳	۵۳	۵۳	۵۳	۵۳	۵۳	۵۳
۴۵	۵۴	۵۴	۵۴	۵۴	۵۴	۵۴	۵۴	۵۴	۵۴	۵۴
۴۶	۵۵	۵۵	۵۵	۵۵	۵۵	۵۵	۵۵	۵۵	۵۵	۵۵
۴۷	۵۶	۵۶	۵۶	۵۶	۵۶	۵۶	۵۶	۵۶	۵۶	۵۶
۴۸	۵۷	۵۷	۵۷	۵۷	۵۷	۵۷	۵۷	۵۷	۵۷	۵۷
۴۹	۵۸	۵۸	۵۸	۵۸	۵۸	۵۸	۵۸	۵۸	۵۸	۵۸
۵۰	۵۹	۵۹	۵۹	۵۹	۵۹	۵۹	۵۹	۵۹	۵۹	۵۹

کی تقریباً چاندی میں کھلائی گئی ہو اسکی وجہ سے یہ کراستہ  
رہے ہو جو دیا پرہ ہو جائے دیکھتے نظر آئے گا کہ کھلائی کے  
دیکھا مشاعرے میں شامل ہو گیا۔

خانہ ۹ میں وہ تھوڑا کھلائی گئی ہو اسکی وجہ سے یہ کراستہ  
رہے ہو جو دیا پرہ ہو جائے دیکھتے نظر آئے گا کہ کھلائی کے  
دیکھا مشاعرے میں شامل ہو گیا۔

خانہ ۱۰ میں وہ تھوڑا کھلائی گئی ہو اسکی وجہ سے یہ کراستہ  
رہے ہو جو دیا پرہ ہو جائے دیکھتے نظر آئے گا کہ کھلائی کے  
دیکھا مشاعرے میں شامل ہو گیا۔

خانہ ۱۱ میں وہ تھوڑا کھلائی گئی ہو اسکی وجہ سے یہ کراستہ  
رہے ہو جو دیا پرہ ہو جائے دیکھتے نظر آئے گا کہ کھلائی کے  
دیکھا مشاعرے میں شامل ہو گیا۔

خانہ ۱۲ میں وہ تھوڑا کھلائی گئی ہو اسکی وجہ سے یہ کراستہ  
رہے ہو جو دیا پرہ ہو جائے دیکھتے نظر آئے گا کہ کھلائی کے  
دیکھا مشاعرے میں شامل ہو گیا۔



بند و بست ہم میں مسٹر کارمیکل صاحب نے بہت نیکنامی حاصل فرمائی یعنی تشفی جمع کا کام نہایت مشکل تھا۔ اور ہتھم بند و بست ایک ایسے تنگ راستہ پر چلا کرتے ہیں کہ جن میں ہر دو جانب خندق عمیق ہوتی ہیں کہ اگر ذرا بھی قدم راستہ سے کسی جانب کو نیچا پڑا تو ہلاکت کا احتمال ہوتا ہے

ہماری مراد اس تحریر سے یہ ہے کہ ہتھم بند و بست کے فرائض منصبی نہایت اہم اور مشکل ہیں یعنی اگر انہوں نے سختی کی نگاہ سے گورنمنٹ کی جانب داری پر خیال فرما کر جمع تشفی کی تو اس سے غریب رعایا کی ہمیشہ کے واسطے حق تلفی ہوتی ہے اور اگر نرمی کو کام فرمایا تو گورنمنٹ کا نقصان۔ پس ایسی حالت میں مسٹر کارمیکل صاحب نے جادہ اعتدال اور راستی سے قدم کو نہ بڑھایا۔ اور مقول جمع حالت موجودہ پر بہ تجویز فرمائی۔ تاہم بعض زمینداران پر جمع سنگیں بھی اتفاقیہ شخص ہو گئی کہ جسکی وہ ادا کے متحمل نہ ہو سکے اور ان کی جائدادیں برباد اور نیلام ہوئیں۔ لیکن ایسے کمتر زمیندار تھے جن پر یہ اثر پڑا۔ مسٹر کارمیکل صاحب نے آئین ہتھم سلسلہ کی جمع سے کامیاب روپیہ اضافہ فرمایا۔

آئین ہتھم سلسلہ کی جمع بھی اس ضلع کی حالت کے لحاظ سے نرم نہ تھی بلکہ اس سے پیشتر ادیل میں جو جمع مقرر ہوئی تھی اسکے وصول میں کارپردازان گورنمنٹ کو دقت اٹھانی پڑتی تھی۔ چنانچہ بند و بست چارم میں جبکہ لکھنؤ روپیہ ضلع کی جمع تشفی ہوئی تھی بہت سے دیہات بقایائے مالگداری کی علت میں نیلام ہوئے۔ اور جن دیہات کا خریدار نہ ہوا وہ کلکٹر ضلع کو اپنے انتظام میں رکھنے پڑے۔ دیکھو صفحہ ۱۱ رپورٹ بند و بست ضلع بدایوں مرتبہ مسٹر کارمیکل صاحب بڑا

مطبوعہ ۱۸۶۲ء

سٹرکار میکمل صاحب کے بند و بست کے اثناء میں یعنی ۱۸۶۵ء سے لغایت ۱۸۹۵ء  
 بکثرت جائدادیں منتقل ہوئیں جسکا نقشہ ہم ذیل میں رپورٹ بند و بست بدایوں  
 مرتبہ سٹرکشن صاحب ہا در مطبوعہ ۱۸۹۵ء سے دینگے۔ یہ اکثر پیشی مالگداری کا  
 نتیجہ تھا کہ زمینداروں نے قرض مہاجنوں سے واسطے ادائے مالگداری اور  
 اپنے اخراجات ضروری کے پورے کرنے کے لیے لیا اور مہاجن سنگدل نے  
 سود کی افراش کرتے کرتے ٹھوڑے سے روپیہ کے بدلے سب جائدادیں نیلام  
 کرالیں۔

نقشہ انتقال آراضی ضلع بدایوں جو درمیان بند و بست ہم دوہم واقع ہوئے یعنی  
 من ابتداء ۱۸۶۵ء لغایت ۱۸۹۵ء عیسوی

ردیف	مردت	بند و بست		کیفیت
		بند و بست	بند و بست	
۱	۱۸۹۵	۱	۱	۱۸۹۵
۲	۱۸۹۵	۲	۲	۱۸۹۵
۳	۱۸۹۵	۳	۳	۱۸۹۵
۴	۱۸۹۵	۴	۴	۱۸۹۵
۵	۱۸۹۵	۵	۵	۱۸۹۵
۶	۱۸۹۵	۶	۶	۱۸۹۵
۷	۱۸۹۵	۷	۷	۱۸۹۵
۸	۱۸۹۵	۸	۸	۱۸۹۵
۹	۱۸۹۵	۹	۹	۱۸۹۵
۱۰	۱۸۹۵	۱۰	۱۰	۱۸۹۵
۱۱	۱۸۹۵	۱۱	۱۱	۱۸۹۵
۱۲	۱۸۹۵	۱۲	۱۲	۱۸۹۵
۱۳	۱۸۹۵	۱۳	۱۳	۱۸۹۵
۱۴	۱۸۹۵	۱۴	۱۴	۱۸۹۵
۱۵	۱۸۹۵	۱۵	۱۵	۱۸۹۵
۱۶	۱۸۹۵	۱۶	۱۶	۱۸۹۵
۱۷	۱۸۹۵	۱۷	۱۷	۱۸۹۵
۱۸	۱۸۹۵	۱۸	۱۸	۱۸۹۵
۱۹	۱۸۹۵	۱۹	۱۹	۱۸۹۵
۲۰	۱۸۹۵	۲۰	۲۰	۱۸۹۵
۲۱	۱۸۹۵	۲۱	۲۱	۱۸۹۵
۲۲	۱۸۹۵	۲۲	۲۲	۱۸۹۵
۲۳	۱۸۹۵	۲۳	۲۳	۱۸۹۵
۲۴	۱۸۹۵	۲۴	۲۴	۱۸۹۵
۲۵	۱۸۹۵	۲۵	۲۵	۱۸۹۵
۲۶	۱۸۹۵	۲۶	۲۶	۱۸۹۵
۲۷	۱۸۹۵	۲۷	۲۷	۱۸۹۵
۲۸	۱۸۹۵	۲۸	۲۸	۱۸۹۵
۲۹	۱۸۹۵	۲۹	۲۹	۱۸۹۵
۳۰	۱۸۹۵	۳۰	۳۰	۱۸۹۵
۳۱	۱۸۹۵	۳۱	۳۱	۱۸۹۵
۳۲	۱۸۹۵	۳۲	۳۲	۱۸۹۵
۳۳	۱۸۹۵	۳۳	۳۳	۱۸۹۵
۳۴	۱۸۹۵	۳۴	۳۴	۱۸۹۵
۳۵	۱۸۹۵	۳۵	۳۵	۱۸۹۵
۳۶	۱۸۹۵	۳۶	۳۶	۱۸۹۵
۳۷	۱۸۹۵	۳۷	۳۷	۱۸۹۵
۳۸	۱۸۹۵	۳۸	۳۸	۱۸۹۵
۳۹	۱۸۹۵	۳۹	۳۹	۱۸۹۵
۴۰	۱۸۹۵	۴۰	۴۰	۱۸۹۵
۴۱	۱۸۹۵	۴۱	۴۱	۱۸۹۵
۴۲	۱۸۹۵	۴۲	۴۲	۱۸۹۵
۴۳	۱۸۹۵	۴۳	۴۳	۱۸۹۵
۴۴	۱۸۹۵	۴۴	۴۴	۱۸۹۵
۴۵	۱۸۹۵	۴۵	۴۵	۱۸۹۵
۴۶	۱۸۹۵	۴۶	۴۶	۱۸۹۵
۴۷	۱۸۹۵	۴۷	۴۷	۱۸۹۵
۴۸	۱۸۹۵	۴۸	۴۸	۱۸۹۵
۴۹	۱۸۹۵	۴۹	۴۹	۱۸۹۵
۵۰	۱۸۹۵	۵۰	۵۰	۱۸۹۵
۵۱	۱۸۹۵	۵۱	۵۱	۱۸۹۵
۵۲	۱۸۹۵	۵۲	۵۲	۱۸۹۵
۵۳	۱۸۹۵	۵۳	۵۳	۱۸۹۵
۵۴	۱۸۹۵	۵۴	۵۴	۱۸۹۵
۵۵	۱۸۹۵	۵۵	۵۵	۱۸۹۵
۵۶	۱۸۹۵	۵۶	۵۶	۱۸۹۵
۵۷	۱۸۹۵	۵۷	۵۷	۱۸۹۵
۵۸	۱۸۹۵	۵۸	۵۸	۱۸۹۵
۵۹	۱۸۹۵	۵۹	۵۹	۱۸۹۵
۶۰	۱۸۹۵	۶۰	۶۰	۱۸۹۵
۶۱	۱۸۹۵	۶۱	۶۱	۱۸۹۵
۶۲	۱۸۹۵	۶۲	۶۲	۱۸۹۵
۶۳	۱۸۹۵	۶۳	۶۳	۱۸۹۵
۶۴	۱۸۹۵	۶۴	۶۴	۱۸۹۵
۶۵	۱۸۹۵	۶۵	۶۵	۱۸۹۵
۶۶	۱۸۹۵	۶۶	۶۶	۱۸۹۵
۶۷	۱۸۹۵	۶۷	۶۷	۱۸۹۵
۶۸	۱۸۹۵	۶۸	۶۸	۱۸۹۵
۶۹	۱۸۹۵	۶۹	۶۹	۱۸۹۵
۷۰	۱۸۹۵	۷۰	۷۰	۱۸۹۵
۷۱	۱۸۹۵	۷۱	۷۱	۱۸۹۵
۷۲	۱۸۹۵	۷۲	۷۲	۱۸۹۵
۷۳	۱۸۹۵	۷۳	۷۳	۱۸۹۵
۷۴	۱۸۹۵	۷۴	۷۴	۱۸۹۵
۷۵	۱۸۹۵	۷۵	۷۵	۱۸۹۵
۷۶	۱۸۹۵	۷۶	۷۶	۱۸۹۵
۷۷	۱۸۹۵	۷۷	۷۷	۱۸۹۵
۷۸	۱۸۹۵	۷۸	۷۸	۱۸۹۵
۷۹	۱۸۹۵	۷۹	۷۹	۱۸۹۵
۸۰	۱۸۹۵	۸۰	۸۰	۱۸۹۵
۸۱	۱۸۹۵	۸۱	۸۱	۱۸۹۵
۸۲	۱۸۹۵	۸۲	۸۲	۱۸۹۵
۸۳	۱۸۹۵	۸۳	۸۳	۱۸۹۵
۸۴	۱۸۹۵	۸۴	۸۴	۱۸۹۵
۸۵	۱۸۹۵	۸۵	۸۵	۱۸۹۵
۸۶	۱۸۹۵	۸۶	۸۶	۱۸۹۵
۸۷	۱۸۹۵	۸۷	۸۷	۱۸۹۵
۸۸	۱۸۹۵	۸۸	۸۸	۱۸۹۵
۸۹	۱۸۹۵	۸۹	۸۹	۱۸۹۵
۹۰	۱۸۹۵	۹۰	۹۰	۱۸۹۵
۹۱	۱۸۹۵	۹۱	۹۱	۱۸۹۵
۹۲	۱۸۹۵	۹۲	۹۲	۱۸۹۵
۹۳	۱۸۹۵	۹۳	۹۳	۱۸۹۵
۹۴	۱۸۹۵	۹۴	۹۴	۱۸۹۵
۹۵	۱۸۹۵	۹۵	۹۵	۱۸۹۵
۹۶	۱۸۹۵	۹۶	۹۶	۱۸۹۵
۹۷	۱۸۹۵	۹۷	۹۷	۱۸۹۵
۹۸	۱۸۹۵	۹۸	۹۸	۱۸۹۵
۹۹	۱۸۹۵	۹۹	۹۹	۱۸۹۵
۱۰۰	۱۸۹۵	۱۰۰	۱۰۰	۱۸۹۵

چنانچہ نقشہ ذیل سے یہ امر بھی ظاہر ہوگا کہ بوقت بندوبست مسٹر کارسکیل صاحب  
جو دیہات بقبرضہ اقوام زمیندار پیشہ کے تھے وہ بندوبست حال کے وقت میں  
زیادہ تر ان اشخاص کے قبضہ میں پہنچ گئے تھے جو پیشہ داد و ستد کا کرتے ہیں  
یا ان لوگوں کے قبضہ میں کہ جنہوں نے ملازمت سرکاری یا دیگر وسائل سے روپیہ  
جمع کر کے زمینداروں کو خرید لیا۔ اب افسر بندوبست مسٹر جے۔ ایس۔ مسٹن صاحب  
بہادر نے حکم گورنمنٹ بحیثیت مہتمم بندوبست کے بندوبست فرمایا۔ اس بندوبست  
کے وقت عام رعایا کے ضلع کے دل میں نہایت خوف اور اندیشہ تھا اور یہ علم  
خبر مشہور تھی کہ گورنمنٹ کا یہ خیال ہے کہ ضلع بدایوں کا بندوبست کارسکیل صاحب  
نے ملایم کیا تھا اس لیے اس بندوبست میں سختی ہوگی۔ الا سٹر جے۔ ایس۔ مسٹن  
صاحب بہادر نے اس حزم و ہوشیاری سے اس کام کو انجام فرمایا کہ گورنمنٹ  
میں بھی انکی نیکنامی ہوئی اور رعایا کے بدایوں بھی ان کی شکر گزار رہی  
کسی نتیجہ نے اس مہتمم کی شکایت نہیں کی کہ کسی پر ایسی سختی ہوئی کہ وہ ادا  
نہا گزاری کا تحمل نہ ہو سکے۔ صاحب بہادر کو جس نے خود اپنی آنکھ سے دیکھا  
کہ کوسوں تک ہر ایک موضع میں پیدل ہر ایک کھیت پر جاتے تھے۔ اور  
ہر ایک کاشتکار و زمیندار سے حالات خاندانی اور اُسکی گذر اوقات و حالات  
آراضی و پیداوار کی نسبت دریافت کرتے تھے جھکو بھی ایک مرتبہ اپنے ایک  
وضع میں صاحب بہادر کے ساتھ بوقت معائنہ جانے کا اتفاق ہوا تھا مگر  
میں اُنکے ساتھ پیدل گشت نہ کر سکا۔ الغرض اس ضلع کی جمع جاہلہ بندوبست  
۱۸۹۵ء میں ۵۴۵۸۷ روپیہ منظور ہوئی جو علاوہ معافی انگذاری کے

جس سے بندوبست سابق سبٹر کار میکل صاحب ۸۴۶۸۳۰ کا افسانہ جمع جدید  
میں ہوا جو قریب ۲۹ فیصدی کے جمع سابق سے زیادہ ہے۔ ۱۶ روپیہ فیصدی  
ابو اس مزید براں ہے۔ اب اس ضلع کی حالت موجودہ زمانہ میں ایسی نہیں ہے  
جو اسے مالگزاری و دشواری ہو۔ اگر بھی ندخ غلہ کار رہا۔ لیکن اگر کسی وقت خدا  
کے فضل و کرم سے ارضانی غلہ کی ہوئی یا خدا نخواستہ قحط واقع ہوا تو ہم یقینی کہتے  
ہیں کہ گورنمنٹ عادل کو جمع مجوزہ میں تخفیف کرنی پڑے گی۔

لفٹنر زمینداری ضلع بدایوں میں تفصیل قوم و تعداد آراضی بروئے بندوبست سابق  
۱۸۶۳ء و بندوبست حال ۱۸۹۵ء

نمبر شمار	تفصیل اراضی کی ذات	بندوبست حال				بندوبست سابق		کیفیت
		رقبہ بحساب ایکڑ	تعداد حصہ داران		رقبہ بحساب ایکڑ	رقبہ بحساب ایکڑ		
			سکونت پذیر زمین	غیر سکونت پذیر زمین				
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹
۱	شھار	۳۲۷۹۹۵	۸۰۷۲۰	۷۱۰۱۷	۸۵۷۶۸	۴۵۲۵۶۱	۳۶۸۰۷	
۲	شہنچ	۴۲۶۳۶۴	۲۲۶۳۳	۷۶۸۷	۷۰۷۰۸	۲۷۰۷۸	۱۶۱۷۸	
۳	ایسر	۱۱۳۱۲۵	۵۸۲۹	۳۵۱۰	۱۱۰۱۳	۱۱۹۳۶	۲۶۲۹	
۴	جنت	۱۱۸۰۱۷	۵۶۸	۳۳۷۹	۹۷۸۰	۶۶۲۵۰	۵۷۵۳	
۵	برہمن	۷۷۸۶۷	۲۱۸۲	۳۰۳۷	۶۷۹۸	۶۶۲۶۶	۱۶۸۵	
۶	پٹیان	۶۶۹۶۲	۳۱۹۱	۳۳۳۳۰	۵۷۵۷	۶۶۹۷۱	۱۷۵۹۱	

نمبر	نمیداروں کی ذات	ہندو بست حال				ہندو بست سابق		کیفیت
		رتہ بحساب ایکڑ	تعداد حصہ داران		فیصد قوم داران	رتہ بحساب ایکڑ	فیصدی قوم دار	
			مکنت پر موضع	غیر مکنت پر موضع				
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹
۷	کلیتھ	۶۱۸۰۲	۵۵۹	۱۶۸۱	۵۵۱۶	۷۰۱۸۷	۵۵۸۵	
۸	سید	۳۶۲۲۸	۳۷۳	۱۹۱۹	۳۵۸۹	۳۵۴۸۵	۳۵۷۷۹	
۹	کھتری	۳۶۳۸۹	۲۰	۲۲۳	۳۵۰۵	۲۷۳۷۹	۲۵۲۸۰	
۱۰	مہاجن	۳۱۲۳۷	۲۶۳	۱۰۸۵	۲۵۶۱	۲۳۶۹۳	۱۷۹۸	
۱۱	کوری	۱۰۵۹۲	۷۳۹	۲۷۲	۷۸۹	۱۱۳۰۲۰	۱۷۰۸	
۱۲	گورنمنٹ	۵۱۷۲	۰	ایک	۳۳۷	۱۳	-	یہ وہ آراہنی جو بطور نزعہ قبول کی گئی ہے اسکا کوئی ریتیدار نہیں ہے
		۰	۰	۰	۰	۰	۰	
۱۳	گوشائین	۳۶۶۷	۱۵۹	۱۱۶	۳۳۱	۲۰۱۹	۳۳۲	
۱۴	نوسلم	۳۰۶۵	۹۶	۱۱۰	۳۶۶	۶۸۶۱	۷۵۷	
۱۵	نیلی	۲۹۱۵	۱۹	۷۸	۳۲۲	۲۰۳۶	۷۱۷	
۱۶	منل	۲۲۱۳	۲۵	۱۲۱	۷۱۹	۲۳۶۹۶	۱۷۹۲	
۱۷	جٹ	۲۱۷۳	۳۶	۷۲	۷۱۸	۲۱۰	۷۰۲	
۱۸	گریجیہ	۱۹۹۹	۹۹	۳۹	۷۱۷	۱۲۱۶	۷۱۰	
۱۹	عیسائی	۱۸۰۶	۲	۱۱	۷۱۵	۱۲۸۹۸	۷۰۸	
۲۰	مراؤ	۱۲۲۳	۸۵	۸۹	۷۱۰	۶۶۶	۷۰۵	

نمبر شمارہ کی ذات	بدولبت حال				بدولبت سابق		کیفیت
	رقم بحساب ایکڑ	نقد و حصہ داران		نکوت پیرائے	نکوت پیرائے		
		نکوت پیرائے	نکوت پیرائے				
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸
۲۱	فقیر	۱۲۱۶	۲۵۶	۱۹۲	۲۱۰	۱۳۵۲	۲۱۱
۲۲	پیراگی	۱۰۲۶	۳۵	۵۰	۲۰۹	۹۲۷	۲۰۸
۲۳	پہار	۸۲۵	۳۸	۲۹	۲۰۷	۳۲۳	۲۰۳
۲۴	گڑیہ	۷۸۲	۵۷	۱۵	۲۰۷	۵۰۷	۲۰۲
۲۵	کبوتر	۵۱۵	۵	۱۹	۲۰۵	۲۹۳	۲۰۲
۲۶	مشتعل	۲۰۱۰	۰	۰	۲۰۳	۳۰۲۶	۲۰۵
۲۷	مشتعل	۲۹۸۲	۰	۱	۲۰۵	۲۶	۰
۲۸	مشتعل	۶۶۳۳	۵۶۰	۲۲۲	۲۰۷	۱۲۲۶۰	۲۰۲
میزان کل		۱۱۹۳۸۲۱	۲۵۵۲۵	۲۶۲۲۱	۲۰۷	۱۱۹۹۰۵۶	۱۰۰۷

اس آراء کی کئی شخص خاص مالک نہیں ہو بلکہ واسطے صرف زیارات کے چند شاہزی سے معاف ہیں خدام یا متولی ایکڑ اہتمام سے آمدنی صرف کر سکتے ہیں اور جو بھی کھاتے ہیں۔

اہل ہندو کے اکثر مندر جدید بنائے ہوئے انہیں لوگوں نے واسطے معارف کے حقیقت زینداری ہی بھی وقت کر دی۔

اس ضلع میں کاشتکار پیشہ اشخاص زیادہ ہیں۔ گزشتہ مردم شماری میں فیصدی آٹھ  
 کاشتکار و مزدور تھے کل ضلع میں دو قصبہ ایسے ہیں جنکی آبادی دس ہزار سے  
 زیادہ ہے۔ یعنی بدایوں جنکی آبادی بندوبست سابقہ سنہ ۱۹۳۷ء کی ۳۵۳۷  
 اور سہسوان جنکی مردم شماری ۱۹۶۱ء تھی۔ آبادی تھوڑی تھوڑی بڑھتی جاتی ہے  
 چنانچہ مردم شماری سنہ ۱۹۷۱ء میں بدایوں خاص کی آبادی ۳۹۰۳۱ ہے اور سہسوان  
 کی ۱۸۰۰۴ ہے۔ اگرچہ یہ شہر بدایوں مسلمانوں کا مشہور شہر ہے۔ مگر ضلع میں چھٹے  
 حصہ سے زیادہ مسلمان نہیں ہیں۔ جنہیں بہت سے لوگ نو مسلم ہیں۔ جو قبیل سہسوان  
 کی کھاد میں گور اور گور مار کے نام سے مشہور ہیں۔ ہندوؤں میں چار سب سے  
 زیادہ ہیں۔ اس کے بعد تعداد اہیروں کی ہے جو کل مردم شماری ضلع میں دس  
 فیصدی کے حساب سے ہیں۔ یہ اہیر لوگ تحصیل گنور کے جنگل ڈھاکہ میں زیادہ  
 تر آباد ہیں اور چوری مویشی کے عادی ہیں۔ برہمنوں اور ٹھاکروں کی مردم شماری  
 بحساب ۴ فیصدی۔ اور برہمن کم زراعت پیشہ ہیں۔ دانا گنج جگہاری اور پرگنہ کوٹ  
 و بسولی میں بنس اور گور ٹھاکر مشہور ہیں۔ اور قوم جگہاری سے بڑھکر کوئی حالت  
 تنزل میں نہیں ہے۔ بندوبست سابق میں ۶۰ فیصدی مع کاشتکار ۱۸  
 ساقط المملکت کے موروثی تھے اور ۲۱ فیصدی غیر موروثی ہیں ٹھاکروں کی  
 زمینداری میں کمی ہوئی وقت بندوبست گزشتہ کے بحساب ۱۲۳۶ تھے اور  
 اب بندوبست حال میں ۶۴۷ فیصدی تھی۔ کوٹ اور ستاسی کے ٹھاکر  
 خانہ جنگی و خیرہ ہیں۔ بہادر ہوتے۔ صرف جھنگارہ ناندان اسپتہ حال میں رہا۔  
 ٹھاکر دل کی زمینداری تنگابہ بنیوں اور کھنڈیوں کے پاس خاصکر ایکشن کیا

کے پاس گئی۔ ممتاز زمیندار زادہ تراس ضلع میں مسلمان ہیں بندوبست سالانہ مسلمان زمینداروں کی تعداد اس وقت بظاہر ترقی پذیر معلوم ہوتی ہے لیکن یہ حالت اطمینان بخش نہیں ہے کیونکہ جو مسلمان مقروض ہیں ان کی جائدادیں یقیناً آج نہیں توکل سود خوار قرضخواہوں کے قبضہ میں پہنچ جائیگی۔

اہیروں نے کچھ ترقی کی خاص گنور کی تحصیل میں اہیروں کے ۱۱۰-۱۲۰ فیصدی ہے کل ضلع میں انکے قبضہ میں زمینداری پچھلے بندوبست میں فیصدی ۱۰ کے حساب سے تھی کالیستہ اور برہمن اسی حالت میں ہیں جو سٹرکاریل کے وقت میں تھے۔

آئندہ گورنمنٹ کے غور کرنے کی بات ہے کہ جن ٹھاکروں کے زمینداری نہیں رہی ہے ان کا انجام کیا ہوگا۔ اس مقام پر ہم ایک نقشہ رپورٹ بندوبست حال نقل کرتے ہیں جس سے یہ دریافت ہو سکتا ہے کہ کس قدر رقبہ مربع ہیکل تحصیل میں بدوبست حال کس قدر مردم شماری تھی۔



نقشه بابت رقبه و مردم شماری ضلع بدایون مطابق رپورت شستر مستن  
صاحب بهادر ۱۹۹۵ء

نام تحصیل	رقبہ بحساب میل مربع			مردم شماری ۱۹۸۱ء	اوسط مردم شماری بحساب آبادی فی میل مربع
	کل رقبہ	مزرعوں	آب پاشی و دیگر زمینیں		
گنور	۳۱۷۰	۱۹۷۰	۶۲	۱۳۸۵۲۲	۳۳۷
بسولی	۳۶۰۵	۳۰۲۰	۸۴	۱۹۷۳۰۴	۵۴۷
سہسوان	۳۶۲۰	۲۶۱۰	۶۷	۱۵۴۷۰۵	۳۹۵
دانا گنج	۳۷۶۵	۲۵۶۵	۶۸	۱۸۹۳۷۸	۵۰۲
بدایون	۴۲۰۰	۲۸۳۰	۶۸	۲۲۲۱۸۲	۵۳۴
میرنگل ضلع	۱۱۸۶۹۰	۱۳۰۱۰	۷۰	۹۰۳۰۹۳	۳۸۴

سندھ  
داتا گنج  
تاریخ  
بدایون ضلع  
۱۹۹۵ء

# فصل نہم

## مردم شماری ضلع بدایوں مع تفصیل اقوام باعتبار مذکورہ پیشہ و عمر وغیرہ

اس سہ ماہی مردم شماری ضلع بدایوں کی ابتدا ۱۸۵۳ء لغایت ۱۸۵۶ء جس جس سال میں  
 بدیشہ گورنمنٹ انگلشیہ ہوئی ہے اس مقام پر درج کرتے ہیں اور جہاں تک ممکن  
 ہوگا ان کے مذاہب کے اور پیشہ مع تفصیل قوم اور عمر وغیرہ کے جس جس مردم شماری  
 میں ہنگو کاغذات منظور شدہ گورنمنٹ سے حالات دریافت ہوئے ہیں وہ کہیں گے  
 اور نقشہ غلطہ تفصیل وارد درج کیے جائیں گے جس سے ناظرین کو یہ بات معلوم  
 ہوگی کہ کس وقت کس قدر مردم شماری اس ضلع کی تھی اور اقوام میں کیا کمی بیشی  
 ہوئی اور کونسی قوم کی زمینداری تھی اور ہے اور بدیشہ و رلوگ کس تعداد سے  
 اس ضلع میں آباد ہیں اور خانہ اور خانہ کس قدر ہیں۔

نقشہ نمبر اول مردم شماری ضلع بدایوں من ابتدا  
 ۱۸۵۳ء لغایت ۱۸۵۶ء

رقبہ	نار	پیشہ	مذہب	تعداد	پیشہ	کیفیت
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۸
۱۸۵۳ء	۰	۰	۳۲۲	۳۵۸۶۸	۰	اس سال مردم شماری باضابطہ سرکار سے

سندھ	۲	۳	۴	۵	۶	۷	کیفیت
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	کیفیت
							شروع ہوتی اس سے سابق مردم شماری بصورت معلوم نہیں
۶۱۸۶۵	۰	۰	۸۸۹۸۱۰	۲۵۱	۲۳۹۲۲	۰	اس سال دوبارہ مردم شماری ہوئی اور تعداد میں اضافہ ہوا۔
۶۱۸۶۵	۵۱۳۸۲۳	۲۳۸۲۶۵	۹۳۳۶۶۰	۲۶۶	۲۲۸۶۰	۰	اس سال تیسری مردم شماری ہوئی چونکہ زیادہ بند و بست تھا لہذا اس قدر تعداد مردم شمار سندھ ج ہوئی۔
۶۱۸۸۱	۲۸۷۲۵۱	۲۱۹۱۰۰	۹۰۶۲۵۱	۲۵۳	۰	۰	برسر قحط سالی ۱۹۱۸ء کے اس ضلع میں کمزورت غزافوت ہوئی اس لیے پیشی کے کی فرق ہوئی
۶۱۸۹۱	۲۹۸۳۳۹	۲۶۷۶۳۳	۹۲۵۹۸۲	۲۵۹	۱۰۹۹۸ مرد ۸۵۳۳ عورت ۱۹۵۳۱ میلین	۰	اس سال مردم شماری پانچویں مرتبہ ہوئی

سندھ	مر	عورت	بزرگ	بچہ	بچہ	سندھ	کیفیت
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸
							اور اس میں بچہ ہر بچہ کی کالیم الہدیل ہو گیا۔
۶۱۹۰۱	۵۵۳۱۲۰	۴۲۴۳۳	۱۰۲۵۴۵۳	۵۱۵۰	۱۰۲۵۴۵۳ ۴۲۴۳۳ ۵۵۳۱۲۰	۰	بہر سال چھٹی مرد و عورت کا: بچہ

نفس آباء کی تحفیں وار صلہ پر الیاب باعتبار ذریب و کرم و خواف و ناخواف بہت مردم شامی را و اجسوسے

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]



[illegible]

## نقشه شمیر ۳ مردم شماری تفصیل دار ضلع بدایلوں بابت سال ۱۹۷۶ء

شماره	نام تحصیل	ہندو		مسلمان		دیگر اقوام		کل آبادی	
		مرد	مجموع	مرد	مجموع	مرد	مجموع	مرد	مجموع
۱	بدایلوں	۹۸۳۱۵	۹۶۱۱۲	۳۰۱۵۷	۱۵۷۳۲	۱۲۳۰	۱۰۷۳۳	۲۰۳۱۲	۲۱۱۵۰
۲	بسولی	۸۳۰۲۶	۸۶۶۸۰	۵۸۹۵۲	۲۹۲۲۲	۱۳۲۸	۶۰۷	۱۱۳۲۹	۱۱۷۷۰
۳	داتا گنج	۱۰۱۹۲	۸۵۵۲۹	۱۲۱۹۹	۳۳۳۳۳	۸۹۰	۷۲۷	۹۸۷۶۰	۱۰۱۵۱۸۴
۴	سہلون	۸۷۶۸۲	۱۳۱۱۶	۱۸۲۹۳	۱۶۶۲۲	۹۸۶	۷۵۶	۵۰۷۷۷	۱۹۳۶۲۰
۵	گنور	۷۷۳۳۵	۶۷۷۰۲	۸۵۳۰۵	۱۸۶۶۷	۹۰۳	۷۰۱	۷۳۶۸۳	۱۶۲۲۹۱
۶	میرنگھ	۲۵۵۰۰	۳۳۸۲۷	۷۹۷۶۰	۸۲۷۹۷	۵۲۶۲	۴۶۶۲	۵۵۳۱۲۰	۱۰۳۵۷۰۱

نقشه شهرم روزنامه‌ای تغییرات زمین‌های قاعدیه و زمین‌های جاری این منطقه در تغییرات نسبت مردم شماری سال ۱۹۵۰ عیسوی

کمیته	میزان کل			دیگر			عیسائی			چینی			مسلمان			هندو			نام زمین		شماره
	میزان	مرد	مرد	میزان	مرد	مرد	میزان	مرد	مرد	میزان	مرد	مرد	میزان	مرد	مرد	میزان	مرد	مرد	نام زمین	شماره	
۲۱	۲۰	۱۹	۱۸	۱۷	۱۶	۱۵	۱۴	۱۳	۱۲	۱۱	۱۰	۹	۸	۷	۶	۵	۴	۳	نام زمین	۲	۱
کل سطح زمین در شهر	۱۳۰۶۳	۱۹۶۴۳	۱۹۶۴۱	۵۶۵	۱۱۳	۲۷۲	۲۰۵	۲۰۸	۲۰۰	۰	۰	۰	۲۱۹۹۵	۱۱۲۳۱۱	۱۰۴۶۲۰	۱۴۰۲۳۴	۶۱۲۷	۶۹۱۱	مایل	۱	۱
آب	۵۶۹	۷۶۷	۹۶۴۶	۱۰۹	۴۲	۲۴	۱۲۱	۵۷	۴۲	۰	۰	۰	۹۰۶۶	۲۹۴۶۲	۲۶۲۳۴	۲۰۴۰۷	۲۴۶۳۳	۲۶۲۳۲	مایل	۲	۲
آب: زمین‌های آبی: سکه و قنات	۱۰۰۷۱	۷۶۷	۹۶۴۶	۱۰۹	۴۲	۲۴	۱۲۱	۵۷	۴۲	۰	۰	۰	۹۰۶۶	۲۹۴۶۲	۲۶۲۳۴	۲۰۴۰۷	۲۴۶۳۳	۲۶۲۳۲	مایل	۲	۲
سکه و قنات	۷۶۷	۷۶۷	۹۶۴۶	۱۰۹	۴۲	۲۴	۱۲۱	۵۷	۴۲	۰	۰	۰	۹۰۶۶	۲۹۴۶۲	۲۶۲۳۴	۲۰۴۰۷	۲۴۶۳۳	۲۶۲۳۲	مایل	۲	۲
سکه و قنات	۷۶۷	۷۶۷	۹۶۴۶	۱۰۹	۴۲	۲۴	۱۲۱	۵۷	۴۲	۰	۰	۰	۹۰۶۶	۲۹۴۶۲	۲۶۲۳۴	۲۰۴۰۷	۲۴۶۳۳	۲۶۲۳۲	مایل	۲	۲



۱۳۰

## نقشه اقوام هندو بابت مردم شماری ۱۹۰۱ء

میزان	عورت	مرد	ذات	بجای	بجای
۷	۶	۵	۴	۳	۲
۱۴۳۹۰۵	۴۵۴۲۷	۷۸۱۷۸	۰	اھر	۰
۲۸۱۶	۱۱۸۴	۱۶۳۲	۰	اھر	۰
۹	۷	۲	۰	آرکھ	۰
۱۱۹	۴۶	۷۳	۰	بادکھ	۰
۱۷۲۶	۷۷۴	۹۵۲	۰	پیلیا	۰
۴۶	۲۵	۲۱	۰	بجائ	۰
۱۷۱۹۲	۷۸۷۴	۹۳۱۸	۰	پڑھی	۰
۵۲۹	۲۲۰	۳۰۹	۰	باری	۰
۱۰۲	۳۵	۶۷	۰	بیلدار	۰
۲۹	۱۳	۱۶	۰	بجالی	۰
۲۱	۹	۱۸	۰	بھگت	۰
۱۴۱۱۶	۶۵۱۴	۷۶۰۲	۰	بھنگی	۰
۱	۰	۱	۰	بھانتر	۰
۷۴۵۲	۳۴۵۶	۳۹۹۷	۰	بھرجی	۰
۱۹۷۱	۸۳۳	۱۱۳۸	۰	بھٹ	۰

میزان	عورت	مرد	ذات	بچه	جمع
۷	۶	۵	۴	۳	۲
۴۰۹۳۸	۲۴۹۹۲	۳۳۹۳۴	۰	بهرین	۰
۵۹	۳۰	۳۹	۰	پنجه	۰
۱۰۳۰۳	۴۶۱۴	۵۶۸۷	۰	پاسی	۰
۲	۱	۱	۰	پتیرا	۰
۱۳۰۱	۵۹۳	۸۰۸	۰	پوشا	۰
۳۱	۱۲	۱۹	۰	بکھا	۰
۴۹۷	۲۹۴	۴۰۱	۰	تمولی	۰
۱۳۱۷۷	۴۰۲۰	۷۱۵۷	۰	تیلی	۰
۷۰	۳۲	۳۸	۰	ٹھیرا	۰
۴۸۴۴	۲۱۵۴	۲۷۱۲	۰	جاٹ	۰
۱۳۴۳	۴۰۰	۷۴۳	۰	جوشی	۰
۱۳۴۰۰۴	۴۳۸۴۴	۷۰۱۴۰	۰	چمار	۰
۴۲۴	۱۷۵	۲۵۱	۰	چھپی	۰
۹۹	۵۰	۴۹	۰	حلوائ	۰
۳۰۹۴	۱۳۷۴	۱۷۲۰	۰	دیزی	۰
۱۳۴۴	۵۳۷	۷۰۹	۰	دھانک	۰
۱	۰	۱	۰	ڈھاری	۰

۱۳۳

کد	نام	زادگان	مرد	عورت	میزان
۱	۲	۳	۴	۵	۶
۳۳	۰	دھوبی	۰	۴۲۸۴	۱۴۹
۳۳	۰	دوساز	۰	۲۰	۴۲
۳۵	۰	راج	۰	۲۸	۴۶
۳۴	۰	راچپوت	۰	۰	۰
	۱	ایبٹھا	۱	۰	۱
	۲	باچھل	۱۴۱۰	۱۳۱۰	۲۶۲۰
	۳	بیس	۳۴۲۲	۲۶۲۱	۴۱۴۳
	۴	برگوجر	۱۶۶۸	۱۲۲۰	۲۸۸۸
	۵	بھویریا	۴۶۶	۳۸۳	۸۶۰
	۶	بھٹی	۵۸	۸	۶۶
	۷	بسین	۴۵	۲۵	۷۰
	۸	بندیلہ	۰	۱	۱
۳۶	۹	برچپت	۳۱۲	۲	۳۵
۰	۱۰	چنیل	۹۰۴	۸۰۶	۱۷۱۰
۰	۱۱	چوہان	۳۶۱۶	۲۶۸۳	۶۲۹۹
۰	۱۲	دھاکڑا	۸۳	۱۶	۹۹
۰	۱۳	گہلوٹ	۲۱۹	۱۵۰	۳۶۹

۱۳۳۵

ردیف	نام	زات	مرد	عورت	میزان
۱	۲	۳	۴	۵	۶
۳۶	۱۳	رجبوت گروار	۱۶	۰	۱۶
"	۱۵	" گور	۲۸۶۹	۲۳۷۲	۵۲۵۱
"	۱۶	" گوتم	۲۰۳۲	۱۶۸۲	۳۷۱۳
"	۱۷	" جادو	۲۹۳	۱۹۷	۲۹۱
"	۱۸	" جندوی	۱۲	۲	۱۲
"	۱۹	" بیسار	۲۸۹	۲۳۶	۵۲۵
"	۲۰	" کچوال	۱۶۵	۱۰۹	۲۷۲
"	۲۱	" کلش	۰	۱	۱
"	۲۲	" گمپرا	۲۵۹۰	۱۸۹۹	۲۲۸۹
"	۲۳	" نوسیا	۷۲	۵۹	۱۳۳
"	۲۴	" پنوار	۵۳۳	۳۲۸	۸۶۲
"	۲۵	" پربار	۷	۱۰	۱۷
"	۲۶	" پشیر	۱۳	۱۱	۲۲
"	۲۷	" سگونی	۲۰۳	۱۳۲	۳۳۷
"	۲۸	" ریکوار	۳۵۳	۲۸۲	۶۳۶
"	۲۹	" راجکوار	۸۲۳	۶۰۰	۱۵۰۳
"	۳۰	" راجکوار	۱۲۹۵	۱۱۱۲	۲۴۰۷



۱۳۴

میزان	عورت	مرد	ذات	بیمار	بیمار
۷	۶	۵	۴	۳	۲
۷	۴	۳	سنگار	بچپوت	۳۱
۱۰۴	۳۵	۲۹	سکوار	۳۲	۳۴
۱۵۵۱	۷۱۰	۸۴۱	سنگی	۳۳	۳۴
۴۱۵	۱۸۰	۲۳۵	سومشی	۳۴	۳۴
۲	۲	۰	سورجی	۳۵	۳۴
۳۳۲۳	۱۴۳۹	۱۸۸۴	نوتر	۳۶	۳۴
۱۴۸۰۴	۶۴۹۸	۸۳۰۶	دیگر	۳۷	۳۴
۴۲۳۷۱	۲۷۴۱۷	۳۴۹۵۴	میزان کل		
۴۴۱۶	۳۰۰۰	۳۶۱۶	۰	سنگار	۳۷
۳۲۵	۱۴۳۰	۱۸۴	۰	سنگار	۳۸
۶۲۵۳	۲۸۰۲	۳۴۵۱	۰	فقیر	۳۹
۴۹۰۵	۲۱۰۸	۲۷۹۷	۰	کاجی	۴۰
۳۲۰۲	۱۴۲۵	۱۷۷۷	۰	سنگار	۴۱
۴۹۴۳	۲۱۵۷۲	۲۵۳۷۱	۰	کبار	۴۲
۱۸۳۳	۸۶۶	۹۶۷	۰	کوار	۴۳
۶۷۳	۳۱۴	۳۵۹	۰	سنگار	۴۴

ردیف	نام	مرد	عورت	میزان
۱	۲	۳	۴	۵
۳۵	کابینه	۵۵۶۸	۲۹۱۸	۱۰۲۸۴
۳۶	کجالی	۵۳۲۱	۲۲۰۷	۹۷۲۸
۳۷	کتابخانه	۲۵۳۴	۲۰۲۸	۲۵۴۲
۳۸	کهریزی	۲۲۷	۱۹۳	۲۲۰
۳۹	کسان	۱۲۴۹۱	۱۲۲۹۹	۲۴۹۹۰
۴۰	گسترش	۱۲۵۵۵	۱۳۲۹۲	۲۸۰۲۹
۴۱	کوبه	۱۸۲۵	۱۳۸۲	۳۲۰۷
۴۲	لودی	۲۷۱۴	۳۸۲۷	۸۵۲۳
۴۳	لوهار	۱۸۱۹	۱۲۲۳	۳۲۲۲
۴۴	لوتیا	۱۲۲۷	۱۲۷۷	۲۷۲۲
۴۵	مهابین	۲۷	۳۳	۸۰
۴۶	مالی	۱۳۸۰	۱۰۲۳	۲۲۲۳
۴۷	ملاح	۲۰۹	۱۴۵	۳۷۲
۴۸	منه	۱۹۱	۱۳۵	۳۲۴
۴۹	میو	۲۱۸	۲۶۴	۸۸۲
۵۰	موجی	۳۲۰	۲۴۵	۵۸۵
۵۱	مراو	۲۴۰۲۹	۳۹۹۰۱	۸۵۹۵۰

۱۳۴

میزان	عورت	مرد	ذات		بچه	کل
۷	۶	۵	۴	۳	۲	۱
۱۵۱۳۱	۶۸۰۹	۸۳۲۲	۰	ثانی	۰	۶۲
۳۳۱۰	۱۳۹۹	۱۸۱۱	۰	نصف	۰	۶۳
۰	۰	۰	۰	دیش	۰	۶۴
۲۲۸۱	۱۰۷۲	۱۳۰۹	اگر وال	"	۱	"
۵۲۷۰	۲۲۳۳	۲۸۲۶	بارد سینی	"	۲	"
۲۶۷	۱۱۵	۱۵۲	بر نوال	"	۳	"
۲۸	۱۳	۳۵	گهوئی	"	۴	"
۳۲۵	۱۲۲	۲۰۱	کسوندن	"	۵	"
۳۸	۹	۲۹	کهنه نوال	"	۶	"
۴۹۰	۲۷۳	۳۱۷	مهیسی	"	۷	"
۱۰۳۶	۳۸۷	۵۵۹	رستوگی	"	۸	"
۷۰۱	۳۰۸	۳۹۳	آمار	"	۹	"
۲۲۳۹۹	۹۹۴۲	۱۲۳۳۵	کوارتی بخور	"	۱۰	"
۳۳۲۸۸	۱۳۸۳۲	۱۸۳۵۶		میزان دیش		
۲۹۷	۲۱۳	۲۸۲		۴۵ بلا القربح		
۸۳۸۷۳۷	۳۸۸۴۳۷	۴۴۰۰۹۰		میزان کل اهل هندو		

نقشہ ۱۹ میں ۳۲ ۴۵ ۷۹ مرد و عورت اہل ہندو کی تھی اب اس کا اضافہ ۱۹۷۰ میں  
۸۴ ۸۷ ۲۸۸۰ ہندو و آریہ جملہ ۸۵۱۶۱۷ ہوتی جن میں اضافہ ۷۷۰۸ کا ہوا اور  
اضافہ فیصدی ۷۷ کسر سے زائد کا ہوا۔

کل مردم شماری ہندو کی ۴۷۰۰۹۰ ہے جن میں ۱۱۱۹۶۱۱ خواتین ہیں بحساب اوسط  
۲ فیصدی کسر سے زائد خواتین ہندو مرد ہیں اور کل عورت ہندو کی مردم شماری  
۳۸۸۶۴۷ ہے جملہ اسکے ۴۲۱ خواتین ہیں اوسط عورت خواتین کا فیصدی کسر سے زائد  
۱۳ ہوتا ہے۔

### نقشہ اقوام اہل اسلام بابت مردم شماری ۱۹۷۰ء

جملہ	بچے	ذات	مرد	عورت	میزان
۱	۲	۳	۴	۵	۶
۱		سیلیا	۱	۰	۱
۲		بنجان	۵۱	۲۷	۷۸
۳		بٹھری	۹۵۷	۷۳۰	۱۶۸۷
۴		باری	۸۹	۷۶	۱۶۵
۵		ہینہ	۱۲۵۶	۱۰۹۸	۲۳۵۴
۶		بیلدار	۰	۲	۲
۷		بھانڈ	۱۷	۱۴	۳۱
۸		سنگی	۳۶۰	۳۱۰	۶۷۰

میزان	عورت	مرد	ذات	باز	باز
۷	۶	۵	۴	۳	۲
۹۳۱	۲۲۲	۵۰۹		بهر بخت	۹
۳۴۲	۱۶۲	۲۰۰		بجاء	۱۰
۲۹۳۰	۱۲۲۳	۱۵۰۷		بجاء	۱۱
۲۸۰۵	۱۳۸۹	۱۲۱۶		بجاء	۱۲
۵	۰	۵		بلوچ	۱۳
۲۲	۱۸	۲۲		بساطی	۱۴
۵۶	۲۳	۳۳		پنکھیا	۱۵
				پنهان	۱۶
۱۶۵	۶۳	۱۰۲	افریقی	"	۱
۷۸۹	۲۰۲	۳۸۷	نگش	"	۲
۳۵	۱۷	۱۸	نارین	"	۳
۷۵۲	۲۴۹	۳۸۳	ننگ	"	۴
۵۳۹	۲۷۱	۲۶۸	دلازاگ	"	۵
۲۹۹	۱۳۳	۱۶۶	روسیا	"	۶
۱۰۰	۲۸	۵۲	نعمتی	"	۷
۶۶۲۸	۲۲۰۱	۳۲۰۷	عمومی	"	۸
۲۵	۱۱	۱۲	کاکرٹ	"	۹

سلسلہ	پرچہ	ذات	مرد	عورت	میزان
۱	۲	۳	۴	۵	۷
	۱۰	لودی	۷۹۸	۷۲۹	۱۵۲۷
	۱۱	ٹھرنی	۳۷۰	۳۵۱	۷۲۱
	۱۲	ورکنی	۲۳	۳۱	۵۴
	۱۳	پسٹنی	۱۳۹۱	۱۱۵۴	۲۵۴۷
	۱۴	دیگر	۷۴۹۴	۷۱۲۴	۱۴۶۲۲
میزان کل ذات پٹھان			۱۴۹۱۵	۱۴۱۰۸	۲۹۰۲۳
۱۷	۰	تیلی	۳۱۵۳	۲۸۲۰	۵۹۷۳
۱۸		نرک	۸	۰	۸
۱۹		ہولاسہ	۱۰۵۴۳	۹۵۴۸	۲۰۱۱۱
۲۰		چھپی	۲	۰	۲
۲۱		حلوانی	۴۳	۵۳	۱۱۶
۲۲		دزنی	۱۱۳۱	۹۰۹	۲۰۴۰
۲۳		دغالی	۴۳۴	۳۴۱	۷۷۵
۲۴		دھاری	۴۰۲	۳۱۵	۷۱۷
۲۵		دھوبی	۲۸۸۱	۲۳۱۹	۵۲۰۰
۲۶		رایس	۶	۰	۶

میزان	عورت	مرد	ذات		بجای	بجای
۷	۶	۵	۴	۳	۲	۱
۷۶۱	۳۳۳	۳۱۷		رنگریز		۲۷
۲۱۶	۱۸۳	۲۳۲		راج		۲۸
۸	۳	۵		رنگساز		۲۹
۲۶۷	۱۳۱	۱۳۶	میس	راجپوت	۱	۳۰
۳۳۳	۱۹۵	۲۳۹	بزرگوبر	"	۲	"
۶۷۵	۳۱۵	۳۶۰	بھی	"	۳	"
۱۲۵	۶۶	۷۹	پیار	"	۴	"
۹۸	۳۸	۶۰	نوترا	"	۵	"
۲۰۵	۱۸۱	۲۲۲	چومان	"	۶	"
۳۸	۹	۲۹	گوتم	"	۷	"
۳۲۰۳	۱۳۱۳	۱۷۹۰	دیگر	"	۸	"
۵۲۶۵	۲۳۲۸	۲۹۱۷	میزان کل ذات راجپوت			
				سید		
۲۰۰	۹۷	۱۰۳	نجامی	"	۱	۳۱
۳۸	۱۳	۲۵	تقوی		۲	
۱۱۷	۵۲	۶۳	جعفی		۳	

ردیف	نام	زات	مرد	عورت	میزان
۱	۲	۳	۴	۵	۶
	۴		۴۱۱	۴۳۲	۱۲۲۳
	۵		۴۳	۴۸	۱۳۱
	۶		۲۲	۲۳	۳۷
	۷		۳۰	۲۵	۵۵
	۸		۱	۳	۴
	۹		۸۶	۱۰۹	۱۹۵
	۱۰		۸۶۱	۷۰۸	۱۵۶۹
میزان کل سادات			۱۸۷۷	۱۷۳۲	۳۶۰۹
	شیخ				
۳۲	۱	۷	۹۶۱	۷۲۵	۱۶۸۶
	۲	۷	۵۰۸	۳۱۵	۸۲۳
	۳	۷	۷۹۸۱	۷۶۳۰	۱۵۶۱۱
	۴	۷	۲۱۰	۱۷۶	۳۸۶
	۵	۷	۷۴	۷۲	۱۴۶
	۶	۷	۲۲۳	۱۸۱	۴۰۵
	۷	۷	۶۰۵۵	۵۵۰۷	۱۱۵۶۲



میزان	عورت	مرد	ذات		بیمار	بیمار
۷	۶	۵	۴	۳	۲	۱
۱۱۷۴۵	۶۱۴۴	۵۶۲۲	دیگر		۸	
۴۴۷۲۰	۲۰۹۳۶	۲۱۷۸۴	میزان کل شیخ			
۳۸	۲۳	۱۵	صیقل			۳۳
۵۱۸	۳۹۴	۱۲۴	طوالت			۳۴
۹۹۰۷	۴۵۸۴	۵۳۲۴	فقیر			۳۵
۳۶	۱۵	۲۱	قلبی			۳۶
۳۹۸۷	۱۸۰۸	۲۱۷۹	قصاب			۳۷
۱۹	۸	۱۱	کبوه			۳۸
۶۵	۲۹	۳۶	کهار			۳۹
۱۰۵۱	۵۰۹	۵۴۲	کوبه			۴۰
۲۵۲۶	۳۰۰۱	۳۵۲۵	لومار			۴۱
۱۵	۳	۱۲	گلج			۴۲
۲۵۰۰	۱۱۱۸	۱۳۸۲	منهار			۴۳
۱۰۸۱	۵۰۸	۵۷۳	بیوانی			۴۴
۱۳۶	۸۰	۵۶	سوی			۴۵
۴۰۱	۱۶۲	۲۳۹	میرانی			۴۶

سلسلہ	بچہ	ذات	مرد	عورت	میزان
۱	۲	۳	۴	۵	۶
		منسل			
۴۷	۱	۵	۳۶۶	۳۷۰	۷۳۶
	۲	۵	۲۴	۱۷	۴۱
	۳	۵	۳۱۷	۲۵۷	۵۷۴
میزان کل					
۴۸		نانی	۲۲۵۰	۱۹۶۵	۴۲۱۵
۴۹		نان باقی	۲۰	۱۵	۳۵
۵۰		نیش	۱۲۸	۱۲۸	۲۵۶
۵۱		نومسلم	۱۳۷۹	۱۱۰۷	۲۴۸۶
۵۲		چھڑے	۱۳	۰	۱۳
۵۳		بلانشریح	۵۰	۱۶	۶۶
میزان اعلیٰ مسلمانان					
			۸۸۱۵۸	۷۹۸۶۲	۱۶۸۰۲۰

۱۹۷۷ء میں ۱۳۹۴ مسلمانوں کی مردم شماری مرد و عورت کی تھی ۱۹۷۷ء میں  
 تیس برس کے اندر ۱۶۸۰۲۰ ہوئی اس عرصہ میں ۴۳۳۳۳ یعنی فیصدی تیس  
 کسریہ کا اضافہ ہوا۔

کل مردم شماری مرد و اہل اسلام کی ۸۸۱۵۸ ہے بھلے اسکے ۷۰۶۱۲ خوانین ہیں اور

خوانہ کا فیصدی ۴۴ کسر کے زائد ہوتا ہے اور کل عورت اہل اسلام ۷۹۸۹۲  
ہیں انہیں سے ۲۱۹ خوانہ ہیں اوسط خوانہ عورت کا فیصدی کسور اعشاریہ  
۲۷ ہے۔

### نقشہ اقوام آریہ

سلسلہ	قبائل	ذات	مرد	عورت	میزان
۱	۲	۳	۴	۵	۷
۱		اہیر	۴	۳	۷
۲		اہر	۱۹۷	۱۳۳	۳۳۰
۳		بنیادیش	۳۶۳	۳۶۲	۷۲۵
۴		بھنگی	-	۱	۱
۵		بھرجو بھرجو	۴	۰	۴
۶		برہمن	۲۲۱	۱۷۶	۳۹۷
۷		متولی	۲	۱	۳
۸		یتلی	۳	۰	۳
۹		جاٹ	۱	۰	۱
۱۰		چار	۱	۰	۱
۱۱		درزی	۱	۰	۱
۱۲		راچوت	۳۰۷	۲۶۱	۵۶۸

سلسلہ	تعداد	نات	مزد	عورت	میزان
۱	۲	۳	۴	۵	۶
۱۳		سمنار	۵۰	۵۷	۱۰۷
۱۴		فقیر	۱۲	۸	۲۰
۱۵		گہار	۱۹	۱۳	۳۳
۱۶		کدھیرا	۱	۰	۱
۱۷		کالیستہ	۳۱۳	۲۶۸	۸۵۱
۱۸		کھاگی	۱	۰	۱
۱۹		کوری	۲۲	۱۷	۳۹
۲۰		گوچر	۸	۱۲	۲۰
۲۱		گڈپہ	۱	۱	۲
۲۲		مالی	۱	۰	۱
۲۳		مراڑ	۴	۶	۱۰
۲۴		نائی	۲	۲	۴
۲۵		پلاٹریج	۳	۵	۸
میزان کل آریہ			۱۵۴۱	۱۳۳۹	۲۸۸۰
۲۶		عیسائی	۳۳۳۱	۲۷۸۵	۶۱۱۶
۱۸۷۲ عیسائی ۱۲۹۹ مرد و عورت عیسائی کی تقی ۱۹۷۲ میں ۶۱۱۶ ہوتی ہیں					

نقشہ مردم شماری اُن اشخاص کا جنہیں نقص جسمانی پیدائشی ہے

نمبر	نکرت لوی غفر	فاتر العقل	پہرے گوشتے	اندھے	کوڑھی
۱	۲	۳	۴	۵	۶
۱۵۴۶	۱۳۹۴	۱۳۰۴	۸۰	۲۶۴	۲۷۴

## نقشہ مردم شماری اقسام مذہب فرقہ ہائے ہنود

ردیف	مذہب و فرقہ	مرد	عورت	میزان
۱	ہندو	۲۰۳۱۵۱	۱۷۰۱۹۵	۳۷۳۳۴
۲	"	۲۷۰	۳۱۷	۵۸۷
۳	"	۱۲۵	۸۵	۲۱۰
۴	"	۱۶۳۳۵	۱۲۲۵۸	۳۰۵۹۳
۵	"	۲	۰	۳
۶	"	۹۳	۱۸۳	۲۷۶
۷	"	۲۸۲۶	۲۷۶۳	۵۵۸۹
۸	"	۱	۸	۹
۹	"	۰	۳	۳
۱۰	"	۲۰۰	۱۳۰	۳۳۰
۱۱	"	۳۹۲۲	۲۹۵۲	۵۸۷۴
۱۲	"	۳۱/۳۱	۳۷۰۶	۷۸۳۷
۱۳	"	۵۰۲۹	۴۳۶۱	۹۳۹۰
۱۴	"	۲۸	۱۹	۴۷
۱۵	"	۰	۱	۱

پیشوا	مذهب و فرقہ	مرد	عورت	میزان
۱	۲	۳	۵	۶
۱۶	ہندو نیمبارکہ	۵	۴	۹
۱۷	پرمانی	۳۴	۵۰	۸۴
۱۸	رادھا بلدی	۱۰۸	۱۹	۱۹۷
۱۹	راما تندی	۳۰۱	۲۷۷	۵۷۷
۲۰	ولابھاریہ	۶۷	۶۳	۱۳۰
۲۱	رام داسی	۷۰۹	۷۳۳	۱۴۴۲
میزان کل اہل ہندو				
		۴۵۹۷۰۰	۳۸۸۲۷۷	۸۴۷۹۷۷

نقشہ مردم شماری اہل اسلام بہ تفصیل مذہب

پیشوا	مذهب و فرقہ	مرد	عورت	میزان
۱	۲	۳	۵	۶
۱	مسلمان	۸۶۸۹۲		
۲	شیعہ	۳۹۰	۴۷۹	۸۶۹
۳	صوفی	۲۴۵	۲۱۹	۴۶۴
۴	اہل حدیث	۱۶۸	۱۲۳	۲۹۱
۵	الہیگی	۳۵۱	۳۵۰	۷۰۱

شماره	نذہب و فرقہ	مرد	عورت	میزان
۱	۲	۳	۴	۵
۶	سلمان نامعلوم	۱۱۰	۱۵۰	۲۶۰
میزان کل اہل اسلام				
۸۸۱۵۸				
۴۹۸۶۲				
۱۶۸۰۲۰				
نقشہ مردم شماری خوانان و ناخوانان کل ضلع				
شماره	خوانان	مرد	عورت	میزان
۱	۲	۳	۴	۵
۱	اردو زبان	۸۲۲۸	۲۶۹	۸۴۹۷
	ہندی دال	۵۶۰۷	۶۶۹	۶۲۷۶
	اردو و ہندی دال	۱۵۴۷	۶۳	۱۶۱۰
	دیگر زبان دال	۳۴۱	۶۰	۴۰۱
میزان				
۱۵۷۲۳				
۱۰۶۱				
۱۶۷۸۳				
شماره	ناخوانان	مرد	عورت	میزان
۲	۰	۵۳۷۳۹۷	۴۷۱۵۷۲	۱۰۰۸۹۶۹
میزان کل ناخوانان و ناخوانان				
۵۵۳۱۲۰				
۴۷۲۶۳۳				
۱۰۲۵۷۵۳				
خلہ خواندہ اشخاص میں ۸۲۹ انگریزی دال مرد اور ۱۲ عورتیں شامل ہیں۔				



# فصل دہم

## (صنعت و حرفت و تجارت)

خاص شہر ہدایوں میں قلعہ ان کوٹ کے رنگساز عین قسم کے نقش و نگار کے ساتھ بناتے ہیں اور نہایت مضبوط ہوتے ہیں کشمیری قلعہ انوں سے مقابلہ کرتے ہیں چمچے و چھری و کاٹنا لکڑی کے بہت مسبک و خوشنایک شخص بنایا کرتا ہے کہ جو اُس کے خاندان میں مورد وثق یہ فن چلا آتا ہے ان چچوں اور چھری اور کاٹوں کی اکثریورپین قدر کرتے ہیں اور اپنی میزوں پر یا کمروں میں بطور نمائش کے رکھتے ہیں۔ حتیٰ کہ اُس کا ریگر کا نام حاجی چچہ ہو گیا اور اب تک تمام اسکی نسل حاجی چچہ کہ کے مشہور ہے۔

باقی اور کوئی چیز اس قسم کی یہاں ظہور نہیں ہوتی ہے کہ جو خصوصیت کے ساتھ ذکر کیجا وے عام اشیاء ہر قسم کی مثل دیگر شہروں کے یہاں ظہور ہوتی ہیں۔

تجارت اس ضلع میں بہت نہیں ہے۔ اہل اسلام خصوصاً شرفا بہت کم تجارت کرتے ہیں اکثر پیشہ نوکری اور وکالت اختیار کرتے ہیں یا زبیدار و معاہدہ و کاشتکار ہیں البتہ مہاجن پیشہ داد و ستد یا تجارت معمولی اس ضلع میں کرنے والے ہیں کوئی مل اس ضلع میں جاری نہیں ہے۔ کوٹھیٹا نیل اکثر ضلع میں ہیں لیکن اب نیل کی تجارت کم ہو چکی ہے اور کوٹھیٹا معدوم ہوتی جاتی ہیں کا رخانہ کھنڈ سار وغیرہ بھی اس ضلع میں بہ نسبت دیگر

اضلاع روسیکہند کے کم ہے۔ ہر ایک پیشہ ور کی تفصیل اور قوموں کی تعداد ہم آئندہ نقشہ مردم شماری میں ظاہر کریں گے۔ نقشہ جس سے در آمد ہر آمد شیار تجارتی ضلع ہذا کا واضح ہوتا ہے درج کرتے ہیں۔

تفصیل ان اشیاء کی جو غیر اضلاع سے اس ضلع میں آتی ہیں		تفصیل ان اشیاء کی جو اس ضلع سے دوسرے اضلاع و مقام کو جاتی ہیں	
نام شے	نام ضلع یا مقام جہاں سے آتی ہیں	نام شے	نام ضلع یا مقام جہاں جاتی ہیں
کھانڈ	ہاترس	کپڑا ولایتی	دہلی و فرخ آباد و کانپور
مٹیا کو کھانے	راہنپور۔ چند پوری	چھینٹ دیسی	ٹھاکر دوارہ
پینے کی	مراد آباد	چھینٹ دیسی ہنگوڑ	کوئچ
روٹی	فرخ آباد۔ شاہجہانپور	دکھار وا	
	کانپور	سوئی بادامی و چاٹھا	مراد آباد
بھدسی	فرخ آباد۔ شاہجہانپور	سرخ	
	مرزا پور۔	نک کنٹھل و ماہنجر	دہلی۔ میرٹھ۔ چندوسی۔ ہاترس۔
قلہ	کانپور۔ فرخ آباد		
	دہلی۔ کلکتہ	کالاٹک و سیدھا	فرخ آباد۔ ہاترس۔
چٹرا	کانپور۔ کلکتہ	لاہوری	چندوسی۔
سوت دیسی	شاہجہانپور۔	کھانڈ	پہلی بھیت۔ شاہجہانپور۔

تفصیل ان اشیا کی جو خیر اضلاع سے اس ضلع میں آتی ہیں		تفصیل ان اشیا کی جو اس ضلع سے دوسرے اضلاع و مقام کو جاتی ہیں	
نام شے	نام ضلع یا مقام جہاں جاتی ہیں	نام شے	نام ضلع یا مقام جہاں آتی ہیں
موہنج	بریلی	کرانہ	فرخ آباد - پٹی بھیت - چندوسی - ہاترس -
ہابان	بریلی		
سودھلی	چندوسی -	گھی	گنگا پار کا سنگھ - ہاترس وغیرہ
ٹٹاٹ	پٹی بھیت - ہاترس	لونا	ہاترس - فرخ آباد - مین پوری گلکنہ -
	چندوسی - پٹی بھیت		
	ہاترس -	چاول باریک	پٹی بھیت
نیل	گلکنہ	پیش - تانبا - ظروٹ	فرخ آباد
کچھو رکی	پٹی بھیت - بریلی	سی - پیش -	
پٹا پٹیاں		ظروٹ پھول	مراد آباد
سسن	ہاترس	ظروٹ کس کٹ	فرخ آباد - مراد آباد
قلندر ان کوٹ کا	بریلی - شاہ جہا پور	یعنی بھرت	
	راہ پور - مراد آباد	جو تہ	جالیسٹر - پکھوا - دہلی - بریلی علی گڑھ
چمچہ کاٹھسکے	بریلی شاہ جہا پور -	گوٹہ کناری	بریلی
	راہ پور - مراد آباد	بساط	بریلی
	علی گڑھ وغیرہ -		

تفصیل ان اشیاء کی جو اس ضلع سے دوسرے اضلاع و مقام کو جاتی ہیں۔		تفصیل ان اشیاء کی جو غیر اضلاع سے اس ضلع میں آتی ہیں۔	
نام شے	نام ضلع یا مقام جہاں جاتی ہیں	نام شے	نام ضلع یا مقام جہاں آتی ہیں
گل کیوڑہ و عرف کیوڑہ	بریلی۔ رام پور۔ مراد آباد۔	سیوہ کشش بادام پستہ وغیرہ۔	اکثر جاڑے میں کابل لاتے ہیں اور فرخ آباد و ہاترس سے بھی آتا ہے۔
مورٹا کیڑا	نسرہ آباد		
دھان کی کھیل	آگرہ و ہاترس	بان بیب کا	مراد آباد۔ رام پور۔ چندوسی۔
چارخانہ سوتی	کاسگنج	کرسی۔ کچ۔ مسہری پاکلی صندوق و ڈپارہ	بریلی
گائے بھینس۔	اضلاع سیتا پور۔	صندوق نگین	تلہر
بیل وغیرہ	لکھنؤ و ہردوی وغیرہ	تیل خوشبودار وعطر۔	قنوج و لکھنؤ
		حرق گلاب و گلشن	سنبھل
		پھوڑی	مراد آباد۔ بریلی۔ جاگیر رام پور۔ قنوج۔
		بالنس چھڑکا	چندوسی و بریلی۔
		بالنس پربتی	ہردوار



# باب دوم اہل ہندو حکمرانوں کی تاریخی حالات

برہمنوں کے تحقیق تاریخی یہ نہیں معلوم ہو سکتا کہ راجہ بھرت کے زمانہ کے بعد کون حکمراں رہا۔ مگر جو راجہ سلسلہ وار دہلی یا تھا بٹشر میں جانشین ہوئے وہ بدایوں کے بھی حکمراں رہے اب ہم تاریخی سلسلہ راجہ بکرماجیت سے اس شہر کے حکمرانوں کا کہتے ہیں۔

**راجہ بکرماجیت**۔ راجہ اُجین ملک مالوہ کا تھا اور وہ اندر پرست دہلی کا بھی بادشاہ ہوا اور پالہاں کی عملداری تھی۔ جس سبب سے کہہ سکتے ہیں کہ بدایوں بھی اُس کی عملداری میں تھا۔ بکرماجیت کو راجہ سالباہن عرف سمندر پال جوگی نے قتل کیا جو قوم کا چھتری تھا اگرچہ بعض مورخوں نے چھتری ہونا مشکوک کہا ہے اور اُس کو جوگی کے لقب اور نسب سے لکھ کر چھوڑ دیا ہے مگر ہمارے نزدیک جوگی کوئی قوم یا نسل نہیں ہے بلکہ خدا پرست عابد لوگ جوگی کہلاتے تھے۔ راجہ شیور پشار دستارہ ہند نے اپنی تاریخ آئینہ تاریخ نما میں لکھا ہے کہ راجہ بکرماجیت کو ایک اہمیر نے جسکی آنکھیں تابنے کے رنگ کی تھیں مارا اور وہ راجہ اُجین کا ہوا۔

شمس العلماء رشتی ذکار اللہ خاں بہادر اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ سالباہن ایک کھار کا لڑکا تھا خدا کی قدرت سے وہ راجہ ہو گیا۔ اور سمندر سالباہن

شیخ برہنہ پیشتر حضرت عیسیٰ سے شروع ہوا ہے اور مسٹر منہی جارج  
کیس اپنی تاریخ ہندوستان ص ۸۹۲ صفحہ ۳۴۳ میں لکھتے ہیں کہ ششہ ۶  
میں ساکھ سالباہن بخاری ہوا اور اسکا باپنی سالباہن بادشاہ ہتھاسکی سلطنت  
پنچالا میں رہی جسکا صدر مقام قنوج تھا۔

اور مسٹر ڈائنا لٹراس اپنی تاریخ بھٹنودہ در سن ۱۸۹۹ء جو کی صفحہ ۳۲ پر لکھتے ہیں  
کہ سالباہن پاٹری یعنی کھار یا کسگر کا لڑکا تھا۔ الغرض یہ امر بہت مشتبہ ہے  
کہ وہ کس قوم کا تھا۔ لیکن ہم کو راجہ شیو پرشاد کی اس تحریر سے اتفاق ہے  
جو انہوں نے اپنی تاریخ کے صفحہ ۵۵ پر لکھی ہے یعنی راج پانے کی وجہ سے  
راجہ چھتری زمانہ قدیم میں کہلاتا تھا۔ اب سیر المتاخرین اور جامع التواریخ  
اور راج ترنگی وغیرہ میں سالباہن کو جوگی لکھا ہے اور یہ لکھا ہے کہ اسکو  
جادو طلسم آتا تھا سمندر پال جوگی نے بکرم کو علم کا یا پلٹ سکھایا اور حیوان مردہ کے  
قالب میں اس کی روح ڈلو کر آپ بکرم اجیت کے قالب میں گھس بیٹھا۔ اور اسکو  
سقا قتل کروا دیا اور سلطنت لے لی۔ یہ قصہ بطور ناول کے ہے جسکو مورخوں نے تسلیم  
نہیں کیا ہے۔ تاریخ فرشتہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بکرم اجیت ہنصر آر و شیر باجوان  
کا تھا اور بعض کا قول ہے کہ عہد شاہ پور میں تھا اور اس کے ادھر عہد میں سالباہن  
نام ایک زمیندار دکن نے اسپر چڑھائی کی اور بحر کرن میں کنارہ زبرد اپرا اسکو  
پکڑ کر قتل کیا یہاں تک کہ بننے بطور تہید کے حال راجہ بکرم اجیت و سالباہن کا خضر  
کہا ہو۔

اب ہم اصل مقصود کو لکھنا چاہتے ہیں اور وہ یہ ہے جو کتبہ پتھر قلعہ بدایوں میں

نکلا ہے اور جبکہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ لکھنؤ کے عجائب خانہ میں رکھا ہے ۔  
 اُس کی سطر دوم میں یہ لکھا ہے کہ اول اول چند پال پہاں حکمران تھا اور شجرہ  
 خاندان چند پال کا کہ جنہوں نے حکومت بدایوں کے تاج لکھن پال کے گیارہ  
 درجہ تک اُس پتھر پہن لکھا ہے اور ہر ایک کی تعریف شاعر نے کی ہے ۔ اُس کے  
 دیکھنے سے یہ بات دریافت ہوتی ہے کہ خاندان پال سے بدراہنہ تھے ہکو  
 اس امر میں سابق تحریر پر وفیدہ سطر ایت کیل ۔ ہارون ۔ ڈی ۔ سی ۔ آئی ۔ اسے  
 گوٹن چین ۔ جنہوں نے اُس کتبہ کا ترجمہ کر کے عجائب خانہ لکھنؤ کو بھیجا ہے یقین  
 ہوا تھا کہ یہ خاندان پال کا راٹھور قوم کے ٹھاکروں متعلقہ قنوج سے تھا اور  
 لکھن پال کا زمانہ جس کے وقت میں وہ کتبہ لکھا گیا ۔ حسب اسے سطر موصوف  
 سلسلہ مطابقت یہ ہوتا ہے اسوجہ سے کہ کتاب تذکرۃ الواصلین  
 کی مشروح مہتد میں کچھ تاریخی حالات جو مسلمانوں کی آمد لکھنؤ میں ایسے زیادہ لکھن پال  
 کو شہاب الدین غوری کے چند میں خیال کیا تھا ۔ اور اُنہی کے مطابق لکھا انا  
 اب تاریخی تحقیق جو ہم نے کی ہے اس سے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ کتبہ میں  
 جن راجاؤں کا نام بدایوں کے حکمرانوں میں درج ہے وہ عجم اسلام سے  
 بہت پیشتر کیے ہیں ۔ اور اگرچہ وفیدہ موصوف کے ان سطر میں کچھ  
 نہیں تھی اب ہم اُن دلائل کو جن سے اُنکا پیشتر ہونا ثابت ہوتا ہے  
 کہتے ہیں ۔

کتبہ میں گیارہ راجہ برابر لفظ پال پر ختم ہوتے ہیں اور جب ہم یہ خیال کرتے  
 ہیں کہ قنوج کے حکمرانوں میں سلسلہ لفظ پال کا راٹھور ٹھاکروں سے ملے



کسی تاریخ سے ہکو یہ سلسلہ نہیں ملتا جیسا کہ اس پتھر میں مسلسل درج ہے تاریخ  
 بمبئی و خاندن شاہی میں ضرور ایک نام اچھے پال راجہ قنوج کا بوقت حملہ  
 محمود غزنوی کے لکھا ہے الاول و آخر یعنی اس کی اولاد و احفاد یا آبا و اجداد کا  
 نام و حال نہیں لکھا اور دیگر تاریخوں میں اس نام کا نام بے خبر لکھا ہے  
 اور اس کے آبا و اجداد کے نام بھی لکھے ہیں مگر پال پر کسی کا نام نہیں ہے۔  
 ابٹ یہ امر کہ یہی پال راجہ دہلی کا تو مرٹ خاندان راجپوت کا تھا اس خاندان کے  
 ان برائیوں کے پالوں کا سلسلہ ملایا جاوے جو اس کے موروثوں یا اولاد میں سلسلہ  
 لفظ پال کا تاریخوں میں نہیں ہے۔

ہمارے نزدیک یہ خاندان پال سمندر پال جوگی کی نسل سے ہے جسکو ہم اوپر  
 لکھ آئے ہیں۔ کہ اسکا عرف سالباہن بھی تھا بلایوں سے ساٹ میل کے  
 فاصلہ پر جانب غرب و گوشہ شمال متصل قصبہ لمبی پرگنہ کوٹ سالباہن اسوقت  
 کات موجود ہے اور وہاں ایک قلعہ شکستہ اور ایک کوٹ مہندم مشدہ  
 کے آثار اسوقت تک نمایاں ہیں اور سرکاری دفاتر ہیں وہ پرگنہ بلنظ کوٹ  
 مرقوم ہوتا ہے۔ اور اگر کہ عہد میں پرگنہ کوٹ سالباہن آئین اکبری میں مندرج  
 ہے۔ جس سے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ راجہ سالباہن کو تعلق شہر بلایوں سے تھا

سہ سرنگم کے بیان کے موافق اس راجہ نے دہلی کا بڑا قلعہ تعمیر کرایا تھا جس پر شاہ کا کچھ حصہ آ رہا ہے اسنے  
 ایک مندر بھی بنوایا تھا جس میں تین ہزار ایک سو مسلمانوں کی جامع مسجد ہی لیکن یہی پال کا نام یہاں یعنی شہر میں  
 نہیں آیا ہو۔

اور اسکا ایک قلعہ بنا ہوا تھا

از نقش و نگار و دیوارش گسترہ + آئندہ پدید است ویدر عجم را  
 اب اسی کتبہ سے ہم یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ سطر دوم میں جو یہ عبارت درج ہے  
 کہ سب سے پہلے یہاں کا حکمران چندرپال ہو اور راجہ سمندرپال عرف سالباہن  
 کا بیٹا چندرپال تھا۔ (کتبہ اس کے تاریخ قدیمہ و جدیدہ میں بالاتفاق یہ درج  
 ہے کہ دہلی کی حکومت میں بعد بکرماجیت کے جوگیوں کے خاندان سلطنت  
 کا حال سمندرپال سے شروع ہوتا ہے جس نے بکرماجیت کو قتل کیا اور وہ حاکم  
 انجمن دارالحکومت بکرماجیت اور دہلی کا ہوا) اور اندر پرست کی سلطنت اس  
 خاندان میں آئی سمندرپال کو جوگی کے لقب سے ملقب کیا گیا ہے الا چندرپال  
 اس کے بیٹے سے بخوبی سلسلہ راج کا اور لفظ راجہ کا تاریخوں میں درج ہونا شروع ہوا  
 سولہ درجہ تک اس خاندان کی سلطنت سمیت بکرماجیتی سے سمت ۴۴۶ء تک  
 قائم رہی پھر تلوک چند کے خاندان نے انکو بر باد کیا۔ اگرچہ سیر المتاخرین اور  
 تاریخ جد ولیہ میں جو تفصیل ایام حکومت راجگان پال کی لکھی ہو وہ صحیح نہیں ہو  
 کیونکہ اس کے جمع کرنے سے بعد قریب ساڑھے چھ سو سال معلوم ہوتی ہے۔ مگر  
 وہ خود یعنی مصنفین کتب مذکور کل مدت سلطنت اس خاندان کی ۴۴۳ سال  
 بیان کرتے ہیں پس یہ آخر میزان انکی صحیح ہے۔ اب ہم خاندان پال  
 بدایوں کا حکمران سمندرپال جوگی کے خاندان سے مقابلہ کرتے ہیں۔  
 اولاً۔ اسوج سے کہ چندرپال سب سے اول حکمران بدایوں پتھر میں درج  
 ہے اور یہی نام چندرپال حکمران دہلی میں سمندرپال جوگی کے بیٹے کا

کہا ہے۔

ووم۔ بدایوں کے بھی حکمرانوں کا نام پال پر ختم ہوا اور دہلی کے بھی ہر ایک حکمران کا نام پال پر ختم ہوتا ہے۔

سوم۔ سالباہن کا تعلق بدایوں سے اور اُس کے نام سے قلعہ ہونا۔

چہارم۔ پچالہ کی زریب وزینت اس مشہر کو اس شعر میں لکھنا اور پچالہ

سے مراد منوشاستر میں قنوج سے لی ہے اور سٹرنہری جارج کین نے

جیسا کہ ہم لکھ آئے ہیں ساکھا سالباہن ششہ میں جاری ہونا اور اُس کی

سلطنت پچالہ میں رہنا اور اُس کا صدر مقام قنوج ہونا اپنی تاریخ میں درج

کیا ہے اور سطر اول پتھر میں جہاں شہر کی تعریف کی گئی وہاں یہ درج ہوا

کہ یہ شہر ویداموٹہ پچالوں کے ملک کی زریب وزینت ہے ہماری اس

راسے کی سوبید ہے کہ یہ وہی خاندان تھا۔ ایک اور فقرہ سطر اول میں

درج ہے کہ محافظ اس شہر کے استراکوٹا کے مشہور شہزادے رہے ہیں

اس لفظ کی تحقیق نہیں ہوئی کہ استراکوٹا کون مقام تھا اگر وہ مقام قنوج تھا

تو یہ مراد ہو سکتی ہے جیسا کہ جارج کین نے لکھا ہے کہ صدر مقام سالباہن کا

قنوج تھا۔ اب ہم یہاں پر یہ بھی لکھنا چاہتے ہیں کہ کیا وجہ ہے کہ چند پال کو

بورٹ خاندان پال یا جٹان نہیلی وراجگان بدایوں کا قرار دیا گیا ہے

اور اُس کی کیا دلیل ہے کہ وہ بدایوں کا بھی حکمران اول تصور کیا جاوے

اور دہلی کا بھی حکمران اول سمجھا جاوے۔

بہرحال جو اب اس طرح سے دیتے ہیں کہ سالباہن کو جب تعلق انتہا بدایوں

تھا تو ایسا قرینہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس نے اپنی حیات میں جب  
 اُجین یا دہلی یا فتوح میں دار السلطنت بنائی تو اپنے بیٹے چندرپال کو  
 بدایوں میں اپنے نام سے قلعہ بنکرا اپنی زندگی میں اس شہر کا حکمران کیا  
 بعد وفات سمندرپال کے چندرپال جو بدایوں کا حکمران تھا وہ بڑی  
 دار السلطنت دہلی یعنی اندرپرست میں چلا گیا اور یہاں اپنے  
 ایک بیٹے وگرپال دیو کو جانشین کر گیا۔ اب اُس کا دوسرا  
 بیٹا ٹہن پال دہلی کی سلطنت پر بعد وفات چندرپال جانشین ہوا۔  
 اب ہم ایک شجرہ سمندرپال جوگی عرف سالبہا ہن کی اولاد کا اس مقام  
 پہ درج کرتے ہیں۔

وہ شاخ خاندان جس نے دہلی میں حکومت کی اور مسلسل تاریخوں سے  
 اُن کا نام بنام سوسہ حکومت کے پتہ چلتا ہے وہ اس شجرہ میں جانب  
 راست ہیں اور جن راجاؤں نے اس خاندان سے بدایوں میں حکومت  
 کی انکی شاخ جانب چپ ہوگی۔

# جگہ سمند پال عرف سالباہن

## چندر پال

بجڑہ دیوان پیر پال

شیخہ پیر پال

۳ وگرا پال دیو

۳ مین پال

۴ بھون پال

۴ دیس پال

۵ سکول پال دیو

۵ نرسنگہ پال

۶ ترن پال

۶ سو پال

۷ مرن پال

۷ کلپ پال

۸ دیوان اور پال

۸ امرت پال

۹ بھیم پال

۹ چھی پال

۱۰ سور پال

۱۰ بھیم پال

۱۱ امرت پال

۱۱ گوند پال

۱۲ کھن پال

۱۲ پنی پال

۱۳ ہر پال

۱۳ مرن پال

۱۴ کر پال

۱۴ کمر پال

جو سچہ ہنسنے بدایوں کے خاندان پال کا درج کیا ہے اب اس ہر ایک حکمران کے حالات کا ترجمہ جو کتبہ پنجر میں لکھیں بھنسہ بے کم و کاست بزبان اردو درج کرتے ہیں۔

## چندر پال

یہ راجہ سب سے اول حکمران یہاں کا ہوا جو جمع تھا بے انتہا خوہوں کا۔ اس نے اپنی تلوار سے تمام دشمنوں کو خالفت کر دیا۔

## وگر اپال دیو

یہ چندر پال کا لڑکا تھا۔ بعد اپنے باپ کے حکمران ہوا جو اپنے دشمنوں میں بہت مشہور ہے اور حاجتمندوں کے ساتھ بہت فیاض تھا۔

## بھون پال

یہ لڑکا وگر اپال کا تھا۔ حقیقت میں عالم دنیا کا قانون مجسم دنیا کی عظمت کرنے کے بعد وہ بیکٹھہ باشی ہوا۔

## گوپال دیو

یہ بھون پال کا لڑکا تھا۔ یہ دنیا کا حکمران ہوا جب یہ راجہ جو کہ رعایا کی مصیبت کا دور کرتے والا تھا راج پر بیٹھا تو سب قومیں اپنے اپنے فرایض منجھی خوشی و خوشی سے ادا کرتی تھیں اور خوشحال تھیں (یہاں تک سطر اول کتبہ کی تمام ہوئی)

## تری بھون پال

یہ لڑکا گوپال کا تھا جب یہ دنیا کا محافظ و حکمران ہوا اس نے دشمنوں کو  
گروہ کو عاجز کر دیا اسی وجہ سے وہ بہت مشہور ہو گیا۔ جب یہ برادر  
خدیجہ کے حکم سے بیکینٹہ باشی ہوا تو اسکا بھائی مدن پال حکمران ہوا۔

(سطر سوم تمام ہوئی)

### مدن پال

یہ گوپال کا لڑکا تھا جسکے مشہور و معروف قوت کی وجہ سے کبھی ہم پیر پیتا  
کا دیوتاؤں کے دریا کے کنارہ پر چرچا نہوا پھر اسکا چھوٹا بھائی دیو پال جائیں ہوا

### دیو پال

پسر گوپال اپنی بھائی کا پیشینہ چاہنے لے کہ لاکھوں مغرور دشمنوں کو تباہ کر دیا  
اور فیاض درجیم تھا اس بادشاہ کا معروف و مشہور نام دیو پال تھا کہ  
جسکے کاموں کے تذکرہ کی وجہ سے اس زمانہ میں بھی اپنے دشمنوں پر  
غیاب ہو سکتے ہیں۔

### بھیم پال

یہ لڑکا دیو پال کا تھا اس نے بہادر دشمنوں کو جو ناقابل فتح تھے شکست  
دی اور جب تکافیس جہم مثل سولنے کے بے عیب تھا اور وہ پیدائشی مدبر  
تھا ہر جگہ اس نے نیر و فلاح مخلوق میں اپنے ہمید میں پھیلائی اور دیوتاؤں  
اور بہمنیوں کا وہ مطیع تھا۔

### سور پال

یہ لڑکا بھیم پال کا تھا۔ بعد بھیم پال کے حکمران ہوا کہ تمام دنیا میں مشہور ہوئی

سورپال کے نام سے ہے جسکا کہ راجوں میں ایسا مرتبہ تھا جیسا کہ دیوتاؤں کے گروہ میں اندر کا یا جیسا کہ اندر کے چیدہ پائیتوں میں اروان کا یا جیسا کہ چاند کا ستاروں کے مجمع میں۔ یا جیسا کہ شیر کا درندوں میں۔

### لکھن پال

یہ لکھن پال کا تھا جسکو کہ خدا نے بہت بڑی قوت عطا کی تھی جس نے کہ اپنے ہاتھ کی تیز تلوار سے اپنے دشمنوں کو ڈرا دیا وہ دیوتاؤں اور دو جہنی اور ننگوں کا مطیع تھا۔ اور ہر علم کا شوقین تھا اور ان سب کا استاد تھا جنکے ہتھیار سخت سزا دیتے تھے۔ (پانچ اور چھ سطر کا ترجمہ ہوا) یہ لکھن پال کا تھا خدا کرے کہ اُسکا چھوٹا بیٹا یعنی امرت پال کا یہ شہزادہ لکھن پال جو اُسکا جانشین ہوا ہے سنگھوں اور مدتوں تک قایم رہے اور حکمرانی کرے کہ جسکی فیاضی کی کچھ انتہا نہیں ہے اسکے کثیر پھینکے کے ہتھیار جو مشابہ ہوتے ہیں سورج کے جھلسانے والی کرنوں کے۔ مشہور معروف دشمنوں کے خون کی دھاریں بہتی ہیں۔

اس راجہ کے عہد میں ایک مندر شیو کی پرستش کا اس شہر میں تعمیر ہوا۔ جسکا مختصر حال ہم اُس کتبہ سے اس مقام پر لکھتے ہیں شیو کی پرستش کیا کرنے والا ایک عابد جسکا نام وسو میشتو تھا اسکا وطن اناہلہ ٹیکہ تھا اسنے اپنے منتر کے زور سے ایک بت چوپٹوں نے ڈکنا پٹنہ میں قایم کیا تھا مینست و نابود کر دیا۔ اس نے اپنے زہد اور ایسی قوت کو جو انسانی قوت سے بالاتر تھی کشمیر میں دکھلایا تھا پھر وہ پھرتے پھرتے ویرا سوختہ میں



بھی آیا یہاں پر دیپال کے وزیر رُلہا نے اُس کو مٹھ یعنی شہر  
کی خانقاہ کا افسر کر دیا (سطر ۱۲ لغایت ۱۳)

اسکا جانشین اس عہدہ پر اس کے بعد ایک اور پاک مشہور شخص سسی مورتی  
گن ہوا یہ مورتی گن راجہ سورپال دیوکا دینی معاملات میں ناصح ہو گیا۔  
(سطر ۱۳ لغایت ۱۵)

مورتی گن کے بعد اسکا شگرد ایٹان شیو اس کے جانشین ہوا یہ بیان کیا  
گیا ہے کہ وہ گوڈ میں پیدا ہوا جو کہ وٹا پر گو گو تر کے متعلق تھا مہہ پانچ  
پروروں کے - یعنی ہر گوا - چیاوٹن - اپنواٹن - اودواٹن -  
جٹا گنی - یہ دو جنہی وکشو کا بڑا لڑکا تھا - اور ساون وکشا پٹی جو ملک ہربانہ  
میں واقع ہے اُس کا باشندہ تھا - ایٹان شیو نے دنیا کو ناپا بدار وفانی  
سمجھ کر ایک مندر شیوکا بنایا - جس میں خیال کیا جا سکتا ہے کہ یہ کتبہ اول اُس میں  
نصب کیا گیا - اور بہداون لک کی مالگداری اُس کے متعلق کر دی - (سطر ۱۶  
لغایت ۲۱)

کتبہ کے اُس حصہ کے اختتام پر ایک شعر ہے اور سطر ۲۱ سے ظاہر ہوتا ہے کہ  
رُلہا وزیر کے بعد کہ جبکا اوپر ذکر کر چکے ہیں چلھی دھ اور جگت پال  
وزارت پر مقرر ہوئے - جو کہ شیو کی پرستش رُلہا کی طرح بہت خلوص سے  
کرتے تھے - باقی ماندہ دیگہ مقامات جبکا کہ ویداموٹھ کے علاوہ کتبہ میں ذکر  
کیا گیا ہے، انالہ پیا جو سو گجرات میں اہل وارہ کے نام - مشہور ہے اور  
ہر چند کہ حال میں ہرانہ کے نام سے مشہور ہے امپس بل گن پٹس سے موافق

پہنچاب کے ضلع حصار میں ایک قصبہ پہل اور بہدوان لاک اور اہالی گٹھ جو سطر  
۱۲ میں نام آئے ہیں ان مقاموں کو مترجم یعنی پروفیسر سٹرگوٹن جن نہیں بیان  
کر سکتے کہ یہ مقام کون ہیں۔

یہاں تک پہنچے عبارت خلاصہ رپورٹ پر پروفیسر موصوف نقل کی ہے۔ اسیسا  
معلوم ہوتا ہے کہ راجہ لکھن پال کے عہد میں جو مندر شیوکا بنایا گیا تھا اور  
جسکی پرستش کرنے والے اور چیلے جنکا ذکر اوپر ہو چکا ہے وہ بڑے مذہب  
والوں کے خلاف شیوکی عبادت کے پابند تھے۔ اب یہ امر پایہ تحقیق کو  
نہیں پہنچا کہ وہ مندر شہر کی کس جگہ پر تعمیر ہوا تھا لیکن ہم اسوجہ سے کہ  
سکتے ہیں کہ جہاں سے یہ کتبہ یعنی تھمر برآمد ہوا ہے وہ قلعہ کا منڈ ہی دروازہ  
شہر تھا جس سے یہ قیاس ہوتا ہے کہ کسی گوشائیں یا عابد کی منڈائی  
متصل مندر شیوکے جانب مشرق قلعہ سے ضرور ہوگی کیونکہ قلعہ کے دروازہ  
کا نام منڈ ہی دروازہ رکھا گیا اور یہ کتبہ بھی وہاں سے برآمد ہوا۔ معلوم  
ہوتا ہے کہ بودہ والوں نے اس مندر کو نیست و نابود کیا اور اس کتبہ کو اس  
دروازہ کی تعمیر میں لگا دیا جو متصل اسکے تھا۔ باقی حالات ہم آئندہ شہر  
کی عمارتوں میں اسکے تعلق بھی لکھیں گے۔ یہاں ہمکو صرف اسقدر لکھنا  
مقصود تھا کہ راجہ لکھن پال کے عہد میں ایک بڑی یا دگار یعنی شیوکا  
مندر بنایا گیا۔ تحریر مذکورہ بالا سے ناظرین کو یہ بھی معلوم ہوگا کہ قبل تعمیر  
مندر کے خاٹقاہ یعنی عبادت خانہ اہل ہنود کا کوئی بہت بڑا اس شہر  
میں تھا کہ جسکا تذکرہ راجہ دیو پال کے عہد میں ہوا ہے کہ وزیر رہا جسے

۱۔ یعنی پتھر کی ایک خانقاہ کا افسر و مہیش کو کیا تھا۔  
 اب ہکو یہ لکھتا ہے کہ بعد شہزادہ لکھن پال کے کون حکمران اس شہر کا  
 ہوا۔ یہ امر ہکو کسی تاریخ سے ہمیں معلوم ہوتا کہ لکھن پال کے بعد ان راجاؤں  
 کے جو حکمران رہے کیا کیا نام تھے مگر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ جب ہم نے اپنی تحقیق  
 سے سمندر پال جوگی سے سلسلہ لکھن پال کا ملایا ہے تو لکھن پال کا نمبر بارہواں  
 سمندر پال سے ہوتا ہے۔ اور جو شجرہ راجگان دہلی کا ہم نے جابجا راست  
 لکھا ہے اسیں بارہویں نمبر پر مینی پال کا نام ہے اور مینی پال کے بعد  
 ہر پال اور مدن پال اور کریم پال اور بکریم پال تک یہ خاندان حکمران رہا ہے  
 اس حساب سے چار درجہ اور ہکو قیاس کرنا چاہیے کہ خاندان پال میں بدایوں  
 کی بھی سلطنت رہی۔ پس سمندر پال کی اولاد کا زمانہ سلطنت ۱۴ پشت تک  
 تاریخ سے ثابت ہوتا ہے۔ سمندر پال کی اولاد کا خاتمہ تلوک چند والی پڑاؤ  
 نے آخر راجہ بکریم پال کو محاربر میں قتل کر کے کر دیا۔ پھر راجہ تلوک چند کی  
 اولاد نے ایک سو اٹھارہ برس کچھ مہینہ سلطنت کی اور نو پشت تک حکمران  
 رہی مگر یہ نہیں معلوم ہوتا کہ تلوک چند یا اس کی اولاد بدایوں میں حکمران  
 رہی ہو یا ممکن ہے کہ اس کی طرف سے کوئی گورنر یہاں حکمران رہا ہو۔  
 کیونکہ تواریخ میں ذیل سلاطین ہندوستان اس کا سلسلہ قائم کیا گیا ہے۔  
 اب ہم ایک دوسرے کتبہ سے بدایوں کی ابتدائی تاریخ کا پتہ لگائیں گے  
 ۱۷۸۶ء میں کاتب الحروف ذوالہ کثیری الہ ساہوکار شاہجہاں پور کی پوری  
 آنریری مہلتیان قلعہ شاہجہاں پور میں اجلاس کر رہے تھے کہ ایک چرسی

نے خبر دی کہ ایک شخص اس کو ٹھٹھی کے پیچھے بازار میں ایک لیسہ سے کی بہت  
 بھاری سل رکھے لیے جاتا ہے ہنر اس شخص کو مع سل کے اپنے سامنے  
 طلب کیا تو دیکھا کہ ایک تختی تانبے کی جو تھینا بیس سیر سے زائد وزن  
 میں ہوگی اور اس میں کچھ ہندی میں لکھا ہوا ہے۔ اس کے پاس ہے  
 جب اس شخص سے دریافت کیا کہ یہ تجھ کو کہاں ملی اس نے بیان کیا  
 کہ موضع بالنس کھڑے گا میں کاشتکار ہوں جو شاہجہاں پور سے  
 آٹھ سات میل جانب جنوب و شرق واقع ہے وہاں ایک کھڑے پر حمل  
 چلاتا تھا کہ چھکویہ ملا ہذا فروخت کو لایا ہوں لالہ کشوری لال نے اس پر  
 اس کاشتکار کو دیکر وہ تختی خرید لی میں نے اُن کو یہ مشورہ دیا کہ بہتر ہے  
 اسکو مجسٹریٹ و کلکٹر ضلع کے روپر لیجاؤ کیونکہ اُسکے حرف پڑھنے میں  
 نہیں آتے ہیں شاید کوئی دینہ کی تختی ہو۔ چنانچہ وہ سٹر آرون صاحب  
 بہادر مجسٹریٹ ضلع کے پاس لے گئے صاحب مدوح نے اس کو واسطہ  
 ترجمہ اور دریافت حال کے محکمہ آثار قدیمہ میں روانہ کر دیا اُسکا ترجمہ  
 محکمہ مذکور سے ہو کر عجائب خانہ لکھنؤ میں وہ تختی رکھی گئی اور ایک چٹھی نمبر ۱۸۹  
 مورخہ ۱۸ ستمبر ۱۸۹۷ء کیورپٹر پراونشل عجائب خانہ لکھنؤ نے بنام صاحب کلکٹر

۱۵ ترجمہ چٹھی رسل کیورپٹر پراونشل نمبر ۱۸۹ مورخہ ۱۸ ستمبر ۱۸۹۷ء۔ بنام کلکٹر صاحب  
 شاہجہاں پور گذشتہ ۲۸ اگست کو لالہ کشوری لال ساہوکار و آریزی مجسٹریٹ  
 شاہجہاں پور ایک پتھر عجائب خانہ کیواسطہ لائے کہ جو ایک تانبے کے پتھر پر کندہ ہے  
 (بقیہ کورٹ دیکھو آئندہ)

شاہجہاں پور بھیجی اس کتبہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اُس زمانہ میں ہر شاہ دروہن جو راجہ تھا جسکا دارالسلطنت تھا نیسر واقع ملک پنجاب تھا اور اُس کی عملداری پنجاب سے لیکر کوہ ہمالہ تک تھی اس راجہ نے موضع سری بایہ چکرا واقع ضلع گنگا درگہ و صوبہ اہانی چترا یعنی رام نگر متصل آنولہ جیسے ایک بہت پرانا قلعہ کوٹ اب موجود ہے دربرہنوں کو جو شام دیدی اور رگ دیدی تھے بوجہ عالم ہونے کے قدر دانی میں عطا کیا تھا اس تخریر سے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ بدایوں جو متصل رام نگر کے واقع ہے (یعنی بدایوں سے رام نگر جانب شمال میں بائیس میل کے فاصلہ پر ہے) ضرورت حکومت ہر شاہ دروہن کے اور اُس کے موروثوں کے رہا ہو گا۔ اور جب ہم دوسری نوایس پر نگاہ کرتے ہیں تو اُن سے بھی یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ

اور ایک مہر لگی ہوئی ہے اور یہ پتھر انہوں نے خود اُنکے بیان کے بموجب مبلغ دس روپیہ کو بانس کھڑے کے ایک کاسٹیکار سے خریدا تھا۔ یہ یقین کر کے کہ یہ وہی پتھر ہے جسکا حوالہ ایک چٹی مہری ۵۹۳ مورخہ ۲۱ اگست میں ہے سپر پورٹ ذیل کرتا ہوں۔

پتھر پر ایک اچھا نوشتہ تحریر ہے یہ نوشتہ بادشاہ اعظم ہر شاہ دروہن بادشاہ تنہا نیسر کا جو راجہ اب پنجاب میں واقع ہے یہ بادشاہ سلطنت سے مستعفی ایک بہت بڑے بادشاہی و وسط ہندوستان پر حکمران تھا۔ اُس کی اور اس کے خاص مورثان کی سوانح ماری میاں جٹ نے اپنی کتاب سری پرشکاری تم میں اور چینی بُدھ مذہب کے سبب ۵۰۰ سنہ پہلے جو بادشاہ سے تعلق میں لانا اپنی کتاب (بقید آرٹ بصری آئینہ)

تنوچ کی سلطنت اُس زمانہ میں تھا بنسروالوں کے قبضہ میں تھی اور کوہ ہمالہ مات  
تھا بنسروالوں کی عملداری تھی۔

اس خاندان میں اول درماوردھن۔ بعدہ راجیاوردھن۔ اول  
اور پھرادی ورمادھن پھر پداوکراوردھن نے راج کیا اُس کے بعد  
اُس کے دو بیٹے اولاسراجیاوردھن بربہ ہرشاوردھن حکمران ہوئے  
اس خاندان کی حکومت ۳۵۷ء سے شروع ہو کر ۵۷۷ء پر ختم ہوئی ہرشاوردھن

سی یوٹ میں تحریر کیے ہیں۔

شجرہ خاندان ہرشا یعنی ولیشہ تھا بنسروالوں کی اس تختی پر اس طرح دیا ہوا ہے

(۱) وردھنا جسکی شادی دچرین دیسی کے ساتھ ہوئی (۲) راجیاوردھنا جسکی شادی اپ

سرو دیسی کے ساتھ ہوئی۔ (۳) ادنا یادھنا جسکی شادی ہما سینا گپتا دیسی سے ہوئی۔ (۴)

پرا بھاکراوردھنا جسکی شادی لیسو متی دیسی سے ہوئی

(۵) ہرشاوردھنا

(۶) راجیاوردھنا دوم

یہی شجرہ مہر میں ہے جو کہ پتھر کے ساتھ ہی اس نوشتہ کا مقصد عطا کرنا موضع سہی ماہیہ چکس واقع مویہ

اھائی چتراکا جبکواب رام نگر نزد آ نولہ کہتے ہیں اور ضلع گنگا درگدو عالم بہمنوں سیمیان پٹھانوں

دور جو بھوری چس میگ ویدی کا ہم کتب تھا۔ اور بھٹ بھدر اسوامی جو ہم بہن چندر گوس نام

ویدی کا تھا اور یہ ہردو بھارت دواج گوتر تھے۔

یہ نوشتہ ہرشا کے فقیاب لشکر سے عطا کیا گیا تھا یہ لشکر مقام ہری وردھو سیاناکوئی چھپنیاں

اور ماتھی اور گورٹے موجود تھے واقع تھا اور اسکی تاریخ سمت ۳۲ ہرشا انتھ لاتیہ نوٹا انتھ لاتیہ

۱۷۶۰ء میں حکمران ہوا تھا۔ راہبر شاد دہن کے ماتحت بڑے مذہب کے لوگ  
تھے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بڑے مذہب کا یہ بہت بڑا حامی تھا۔ اولاً ہکو یہ یقین ہوا  
تھا کہ مسلمانوں نے کسی مندر کا پتھر دروازہ میں لگا دیا لیکن ہم اب یہ کہہ سکتے  
ہیں کہ جب بڑے مذہب حوالی تئوچ میں بحالہ تک جاری ہو گیا تھا تو اُس زمانہ  
میں جبکہ قلعہ تعمیر ہوا ہو گا شیو کے مندروں کو ویران کر کے ابتداً قلعہ کے  
دروازہ میں وہ پتھر لگا دیا گیا مسلمانوں نے کبوقت قلعہ کی تعمیر نہیں کی  
اور دروازہ پرانا قلعہ کا تھا پس اس سے یہ بخوبی تحقیق ہو گیا کہ یہ کام سوا کے

پریو کا تک پڑی اندھیری بیچ مطابق ذمہ دار لکھے جے یعنی دو برس پہلے ہرشا کے مرنے سے  
یہ ذمہ دہت ضروری کام کا ہو کہ اس سے تاریخ و جیزہ کے اغراض حاصل ہوتے ہیں  
اور گورنمنٹ کو اسکو حاصل کرنا ہے اور لکھو کے حمایت خانہ کو دینا چاہیے کیٹی پوٹی دس دس  
دینگی اگر لالہ کشوری لال خود اسکو دینا پسند نہ کریں۔

۱۷۶۰ء کی تاریخ غلط ہے۔ راہبر شیو پر شاد وصفہ میں مرقوم ہے کہ جالندھار تھا جس سے لیکر لنگسا تک اور  
جالتہ لیکر دیا تک زیبا اور ہاندی تک تئوچ کے بڑے مہنت راہبر ہرشا اور دہن کے زیرِ حکم تھا اور وہ  
کہ زیادہ انجام کے راہبست لڑتے کیا تھا لیکن ہما۔ اشتہر کے پتھری راہبست اسکو شکست دی۔

کتاب تاریخ ہندوستان میں مذکور ہے کہ ۱۷۶۰ء میں لکھنؤ میں واقعہ ہوا کہ ایک گاہک جو بی بی سیاح  
ہوئے وہیں سید جان جی اپنے حالات سفر کے کہیں کہ تئوچ میں مذکور جی ایک راہب نامی راج کرنا تھا۔

بدھ مت والوں کے کسی دوسری قوم نے نہیں کیا اور یہ مسلمہ امر ہے کہ بدھ  
 مذہب والوں کو شیو وغیرہ کی مورتوں سے سخت نفرت تھی اور وکاشیو کی  
 پرستش کے مخالف تھے اور ہماری اس رائے کی تائید کہ راجہ ہریشا در دھن  
 بدھ مذہب بھنجا چینی سیاح ہوانگ سانگ کے بیان سے ہوتی ہے  
 فرخ آباد کے ضلع میں جو ایک قصبہ کیل ہے چین مذہب والوں کا تیرکھ  
 وہاں ہے اور تاریخ سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ چین مذہب بدھ مذہب کے  
 بہت مشابہ ہے۔ بدھ موافق رائے بعض مورخین حضرت عیسیٰ سے ۶۲۳  
 برس پہلے ہوا۔ اور بعض کے نزدیک ۵۵۰ برس پہلے حضرت عیسیٰ سے  
 شنکا کی سنی گوتم بدھ سورج بنی چھتری راجہ سدھو دھن کا پٹیا تھا  
 شاکی اسکی کنیت تھی گوتم چھتریوں کی ایک عالی ذات کا نام ہے اور بڑی  
 تارک الدنیا کو کہتے ہیں اور بدھ کے معنی عاقل کے ہیں اصلی نام اس کا  
 سہارنہ تھا جب راجہ اسشوک کے زمانہ میں جبکا دار السلطنت  
 پٹنہ تھا بدھ کے مذہب میں کچھ رخنہ پڑا سو فٹ مقام سوروں سے  
 جو بدایوں سے ۲۲ میل بائیں جنوب گنگا کے کنارہ پر واقع ہے بدھ کے  
 مشہور چلیہ ریلوٹ سنہ ۱۸۵۷ء کو بدھ مذہب والے ناؤ پر سوار کر کے پٹنہ لے گئے  
 یہ واقعہ ۱۸۵۷ء قبل زمانہ عیسوی کا ہے الانامیخ الفسٹن میں اشوک کا زمانہ

آئینہ تاریخ ہمارا راجہ شیو پرشاد صفحہ ۵۸ ملاحظہ فرمائیے۔

صفحہ ۵ دفعہ ۴ کتاب تاریخ ہندہ ذکر اللہ شاہ بہادر۔

صفحہ ۶ آئینہ تاریخ ہند۔



سلطنت قریب ڈھائی سو برس قبل حضرت عیسیٰ کے درج ہے اور مورخ  
موصوف نے کتبوں اور دیگر تواریخ معتبر سے حوالہ دیا ہے (دیکھو تاریخ  
الفلسفہ حصہ اول صفحہ ۲۱۱) اور وید کی تالیف حضرت عیسیٰ سے چودہ سو  
برس پیشتر ہوئی اور جب تک بد مذہب والوں نے غلبہ نہیں پایا وید کے  
پابند بہت لوگ تھے۔ اور بد مذہب کا زوال بموجب بیان چینی سیاح  
کے سنہ ۱۰۰ میں شروع ہوا اسوقت گنگا جمنہ کے کنارہ کے ملکوں میں  
بد مذہب بہت زایل ہو چکا تھا۔ مگر دیگر اطراف میں بد مذہب بہت  
پھیلا ہوا تھا۔ لیکن بعد اسکے بد مذہب نے ہند کے بعض اضلاع پر  
غظمت حاصل کر لی تھی۔

شکر اچارج سوامی نے سنہ ۱۰۰ اور سنہ ۱۰۰ کے درمیان بد مذہب والوں  
کو ہندوستان سے بالکل بنیت و نابود کیا۔

ہم اس مقام پر یہ لکھنا چاہتے ہیں کہ بعد ہرشا وردھن کے خاندان کے  
کس خاندان میں حکومت بدایوں کی آئی لیکن کسی تاریخ یا معتبر کتبہ سے  
اسکا پتہ نہ ملا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ طوالت الملوکی رہے۔ مگر یہ امر محقق  
ہے کہ سنہ ۱۰۰ء مطابق سنہ ۱۰۰ء تک اہل ہندو کے قبضہ میں حکومت اس  
ضلع کی رہی۔ بعض اقوال قدام اس طرح ہیں کہ راجہ بد مذہب نامی قوم اہر سے

دیکھو کتاب مبداء تاریخ ہند مؤلفہ گورنر بہمنی صفحہ ۲۰۹  
شیفتاب سوامی علیحدہ۔

تھا اس نے یہ قلعہ بدایوں کا بنایا اور شہر کو آباد کیا اور اس کی اولاد مسلمہ تھی  
 تک مگر اس شہر میں رہی پھر سپاہیوں کو اس وقت سے قدم مسلمانوں کے اس جگہ  
 آئے اور اہل ہندو نے طرح طرح کی روایات جنکا کسی تاریخ سے پتہ نہیں ملتا  
 ہے مشہور کر رکھی ہیں۔ ایک یہ بھی حکایت ہے کہ ۳۲۲ھ بمطابق ۹۳۲ء بکراجیت میں  
 اسے پال نے جو قوم کا راٹھور تھا اس قلعہ کو تعمیر کیا اور بھرت اور سوتی اور  
 منڈی کو جو بڑے بڑے نامی پہلوان تھے قتل کر کے بنیاد قلعہ میں رکھ دیا  
 اور انہیں کئے نام سے دیوانوں کا نام رکھ دیا اور آخر راجہ اس خاندان کا  
 دھرم پال تھا اور وہ بڑا عیاش جسکی نوسوڑانیاں تھیں اور غیر منظم معاملہ  
 تھا اس وقت شہاب الدین غوری نے حملہ کیا اور راجہ کو قتل کر کے قلعہ میں  
 اپنی حکومت کر لی۔ اور کانسین جو اسکے باپ کا وزیر تھا اور اس کا  
 باپ ابے پال مشہور عیس فوج ہو گیا تھا۔ اس وزیر نے کانسین محلہ بسایا  
 تھا جو اب تک کانسین تلاء مشہور ہے۔ اور اسکی چھتری ادھت میں ہے  
 جہاں وہ فوت ہوا تھا۔

پس یہ روایت اس کتبہ سے جو قلعہ کی بنیاد سے نکلا بالکل مختلف ہے  
 اس میں کوئی نام ابے پال یا دھرم پال شجرہ راجگان بدایوں سے  
 نہیں پایا جاتا اور نہ راجہ بدھ کا ذکر ہے۔ البتہ کانسین محالہ موجود ہو  
 ادھت میں ایک چھتری بھی کانسین کی موجود ہے نہ معلوم یہ کانسین  
 کون شخص تھا۔

# باب سوم

## فرمانروایان اسلام

راجہ بدھ کی اولاد ۲۹ھ مطابق سنہ ۲۸ء میں بدایوں میں حکمران بنی  
 مشہور ہے کہ یہ فوج اہر تھی رپورٹ بندوبست اور گزٹیر بدایوں میں  
 یہ لکھا ہے کہ سنہ ۴۰ھ کو میں سید سہارا مسعود غازی جو شیراز  
 سلطان محمود غزنوی کے تختے قلعہ بدایوں حملہ آور ہوئے اور ایک جنگ  
 عظیم واقع ہوئی بہت سے مسلمان شہید ہوئے اور رپورٹ ۴۰ھ کو میں یہ بھی  
 تحریر ہے کہ اُن شہداء کے مزارات زیادہ تر جانب غرب اُس ٹرک کے  
 متصل ہیں جو شہر سے بلسی کو جاتی ہے (یعنی حضرت شاہ ولایت جہاںپا  
 کے بن میں ہو کر) اور کچھ جانب شرق موضع لکھن پور میں اور حوالی شہر  
 بدایوں میں ہیں۔ اور میراں بلہم شہید استاد حضرت مسعود غازی کے  
 تختے اور برہان قال جنکا مزار مثلاً سی دروازہ پر ہے ایک فوج کے افسر تھے  
 میراں بلہم شہید کا نزار بھر نول دروازہ پر چوکی پولیس کے پاس موجود ہے۔  
 حضرت سالار مسعود غازی نے قلعہ فتح کیا اور مسلمانوں کی ابتدائی آمد اور  
 حکومت اس سنہ سے اس ضلع میں قائم ہوئی یہ حالات سنئے گزٹیر بدایوں  
 اور رپورٹ بندوبست ۱۳۸۶ء سے نقل کیے ہیں الا اور کسی تاریخ مستند میں  
 ہماری نظر سے باوجود تلاش نہ کر رہی اگر یہ واقعات صحیح ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے

کہ محمود غزنوی نے حکومت قلعہ جبکہ راجہ نے اطاعت قبول کی پھر اسی کے سپرد کر دی تھی مگر بعد واپسی سلطان مذکور ہندو نے بغاوت اختیار کی اور بدایوں میں راجہ خود دس ہو گیا۔

## ناظم قطب الدین ایبک

شہاب الدین غوری یعنی مغز الدین سام نے قطب الدین ایبک کو یہ اسکی غلام تھا ہندوستان کو واسطے مجادلہ اور محارب کے روانہ کیا تو قطب الدین ایبک نے ساڑھے تین برس میں بدایوں کے قلعہ پر حملہ کیا راجہ بن کی اولاد اس زمانہ میں حکمران شہر پور تھی قطب الدین ایبک نے شب خون مارا اور قلعہ کے اندر داخل ہو کر راجہ کو قتل کیا۔ ہم کو اس راجہ کا نام و تفصیل جنگ کسی تاریخ سے معلوم نہ ہوئی مگر گریٹر بریٹین نے بلا حوالہ کسی تاریخ کے دھر میپال نام لکھا ہے سب سے اول مسلمانوں میں قطب الدین ایبک حکمران بدایوں ہوا اور بعد اُس نے اپنے ایام حکومت میں ایک مدرسہ مغریہ اپنے آقا کے نام پر اندھولن قلعہ بدایوں متصل جامع مسجد قائم کیا اور اسکی تعمیر عمدہ طور سے ہوئی اور یہ مدرسہ زمانہ قدیم میں بہت بڑا دارالعلم مشہور تھا بہت سے دانشمند اور علماء اس مدرسہ سے دستار فضیلت حاصل کر کے فائز المرام ہوئے چنانچہ حضرت محبوب الہی نظام الدین اولیا قدس سرہ نے اپنے طوفان میں مولانا زین الدین کا تذکرہ کیا ہے جو ایک عالم اس مدرسہ میں تھے جنگا حال ہم

تذکرۃ الواصلین میں لکھ چکے ہیں۔ ایک تھینا ایک سال تک حکومت  
بدایوں کرتا رہا تاریخ فرشتہ نے ۵۹۹ھ ہجری اور منتخب التواریخ وغیرہ نے  
۵۹۹ھ ہجری سال فتح قلعہ بدایوں مرقوم کیا ہے۔

بعد وفات شہاب الدین غوری کے قطب الدین ایک دہلی کے تخت پر  
متکون ہوا۔ شہاب الدین نے قطب الدین ایک کو کل ہندوستان کی  
یہ لکھا ہے کہ یہ ~~پندرہ سو سال پہلے~~ اور خود وقت واپسی کنارہ سندھ  
سلطان کے ہاتھ سے ۳۰ شعبان ۷۸۵ھ کو شہید ہوا جس کی تاریخ ۱۱۱۱ھ  
عظیم الفلیم میں خوب لکھی ہے قطعہ

مہاراجا ملک بھویر شہاب الدین + کہ ابتدائی جہاں بھو اور نہا شہ یک  
سوم زغرہ شعبان سال شصت و دو + قنادہ دروہ غریں بمنزل و میک

## ناظم

### سپاہی لارہنہ برالدین حسن ارب

قطب الدین ایک نے محمد شہاب الدین غوری میں جبکہ وہ نائب سلطنت  
تھا سپاہی لارہنہ برالدین حسن ارب کو اپنی جگہ ناظم بدایوں کا کیا تھا  
چنانچہ اسکے عہد میں ملک الغازی محمد بختیار خلیج پوجہ گردش زمانہ و عدم  
قدر دانی بندرگان مغزیہ مہان سپہر الدین حسن کا بدایوں میں ہوا  
اور سپہر الدین سو صرف لے اسکی کچھ تنخواہ سفر کردی مہمتی ہم اس موقع  
پر بختیار خلیج مہان بدایوں کا حال بھی کچھ لکھنا مناسب سمجھتے ہیں۔

یہ شخص ملک افغانستان کا رہنے والا تھا نہایت فرزانه و لیرو مردانہ سمجھا  
 بقصد ملازمت غزنی گیا بندگان شاہی نے کچھ اسکی قدر افزائی نغز مائی  
 چنانچہ وہاں سے ہندوستان میں وزیر سلطان مغل الدین شہاب الدین کی  
 خدمت میں حاضر ہوا وہاں بھی کچھ رسوخ نہ پایا واپس چلا راہ میں بدایوں میں  
 چند مدت تک ہنیر الدین حسن کا مہمان رہا اس نے علاوہ مہمان نوازی کے  
 کچھ مالانہ بھی مقرر کر دیا وہاں سے اودھ چلا وہاں کے حاکم حسام الدین قلیبک  
 نے اسکی قدر افزائی اور حاکم سلٹ و سپہی کا کر دیا چونکہ شجاعت جلی بہر تھا  
 ملک بہار تک اپنے قبضہ میں کر لیا اور خوب غنیمت حاصل کی اسوجہ سے اسکی  
 شہرت قطب الدین ایبک کے کان تک پہونچی اور اس کی طلب ہوئی۔  
 ایبک نے اسکو بڑے اعزاز و اکرام سے رخصت کیا چنانچہ ملک بہار میں اسکی  
 قوت دو بالا اور اثر زیادہ ہوتا چلا گیا اور قلعہ بہار بڑی جوا نمدی سے تنویر  
 کو دکر جو قلعہ کے دروازہ پر تھا فتح کر لیا۔

اب دوبارہ ایبک نے اسکو خلعت و اعزاز بخشا۔ حاسدوں نے جو دربار  
 دہلی میں سو برو قطب الدین ایبک کے رہتے تھے محمد بختیار خلجی کی جانب  
 سے قطب الدین کو بدظن کیا جب بختیار خلجی دہلی گیا تو قطب الدین ایبک نے  
 ایک دست ہا سختی سے بختیار خلجی کو مقابلہ کا حکم دیا۔ بختیار خلجی نے بڑی جوا نمدی  
 سے ایبک کے لگا یا کہ ہاتھی سامنے سے بھاگ گیا اس کی جرأت کو دیکھکر  
 ایبک بہت خوش ہوا اور اس صلہ میں ملک بہار اور بنگال کا اسکو حاکم کر دیا۔  
 اس زمانہ میں مسلمان بکثرت یمن اور عرب سے آکر بدایوں میں آباد ہونا

شروع ہوئے آخر میں اس نے رات کے کچھ بجے کی دارالحکومت لودھیہ کو فتح کیا اور  
 قبت کی جانب رخ کیا چنانچہ اکثر ملک فتح کیے گئے جب مقام کوٹک جھنگو گشتا سپشاہ  
 نے آباد کیا تھا پہونچا تو راستہ بڑے تنان و عجزہ کی وجہ سے اکثر فوج ضائع  
 ہوئی مجبوراً واپس ہوا آخر بھاہر ہو کر ستلجہ میں مر گیا اور بعض کا قول ہے  
 کہ علی مردان نے حالت بیماری میں چاقو مار کر شہید کر دیا۔

## ناظم التشش

قطب الدین ایبک نے زمانہ نیابت سلطنت بجائے ہر برالدین شمس الدین  
 التشش کو ستلجہ میں گورنر بنادیا۔ التشش کا نام سابق الیم خاں تھا  
 اور قوم قراخانی ترک سے تھا۔ اور اسکے باپ کا قبیلہ البری تھا اس کے  
 سگے بھائی یا چچا زاد بھائیوں نے بوجہ اس رشک و حسد کے کہ یہ سب میں دانا  
 و عاقل تھا اسکے ماں باپ سے بھیلہ سیرگھ اسپان کے لیجا کر سوداگر کے ہاتھ  
 مثل پیسٹ علیہ السلام کے بیچ ڈالا اس سوداگر نے بخارا میں لیجا کر صدر جہاں  
 کے رشتہ داروں کے ہاتھ بیچ دیا اس نے بخارا میں تربیت پائی اور علم حاصل  
 کیا پھر حاجی بخاری نے اسکو خرید کیا حاجی بخاری نے شہاب الدین غوری کے  
 ہاتھ بیچنا چاہا۔ لیکن بادشاہ سے کچھ قیمت پر فیصلہ نہ ہوا تب بادشاہ نے  
 عام حکم دیا کہ غوری میں کوئی اسکو نہ خریدے دہلی میں جا کر بیچیں شمس الدین کے  
 ہمراہ ایک اور ایک غلام بھی تھا۔ قطب الدین نے دہلی میں شمس الدین

اور ایبک کو حاجی جمال چست قبائے سے جو دونوں کے مالک تھے ایک لاکھ  
چنیل کو خرید لیا۔ ایک کا نام طغاج رکھ کر بھٹنڈہ کا حاکم مقرر کیا جو لکھ تاج الدین  
بلد و زکی جنگ میں مارا گیا۔ اور الیم خان کا بیٹا ڈراو پر لکھ چکے ہیں التمش نام رکھا  
اور فرزند ہی میں لیا۔ اور میر شمس کا عہدہ دیا اور گوالیار کے فتح ہونے پر اسکو  
گورنر گوالیار مقرر کیا بعدہ علاقہ بہرن یعنی بلند شہر بھی اس کی جاگیر میں  
انساؤ کیا جب اس کی بیاقت زیادہ دیکھی تو اسکو بدایوں کا ناظم مقرر کیا۔  
جب سلطان شہاب الدین غوری لہگروں کے فساد مٹانے کو ہندوستان  
آیا تو قطب الدین ایبک سے حکم سے التمش بدایوں کا لشکر لیکر قطب الدین کے  
لشکر سے پنجاب میں جانا التمش کی دلاوری و مردانگی کی بڑی شہرت تھی  
اس نے اس لڑائی میں اپنی جو اماندی اس طرح ظاہر کی کہ خود گھوڑے پہ سوار  
سوار تھا عقب لشکر دشمن کے اپنا گھوڑا پانی میں ڈال دیا۔ اور دشمنوں سے  
اپنی تھوڑی فوج بچا کر خوب لڑا۔ لہگروں کو شکست دی بارہ ہزار آدمیوں  
کو اس لڑائی میں قتل کیا۔ جب سلطان شہاب الدین نے التمش کی مردانگی  
دیکھ کر غماں پاں دیکھے تو انعام و قلعہ فاجرہ سے سرفراز کیا۔ اور قطب الدین  
سے اسکی تربیت کے واسطے کہا اور حکم دیا کہ اسکو آنا کر دے۔ آنا نہ ہوگا  
وہ مرتبہ ہر تہ امیر الامرائے کے درجہ پہنچا اور سلطان قطب الدین نے  
اپنی دختر سے اسکا نکاح کر دیا۔ جب سلطان قطب الدین ایبک کا لاہور میں  
انتقال ہوا تو وزیر اور امرا کی استدعا سے التمش مع جمہیت و لشکر بدایوں  
سے روانہ ہو کر پہلی پہونچا اور اپنا خطاب سلطان شمس الدین التمش رکھا



جب یہ تخت دہلی پر بیٹھا تو بعض امرا اسکے مخالفت تھے انہوں نے چاروں طرف  
 بغاوت شروع کر دی التمش دہلی سے لشکر لیکر نکلا اور باغیوں سے جنگ  
 شروع کی تاج الدین یلدرز نے معاہدہ کیا لہذا اسکو جتر بھجا اور لاہور و غزنی کا  
 حاکم مقرر کیا مگر ناصر الدین قباچہ سے کسی مرتبہ لاہور پر جنگ ہوئی مسئلہ بھری میں  
 مہرام و سرہند و لاہور تاج الدین یلدرز نے ناصر الدین قباچہ سے چھین لیے  
 اور اس کو شکست دی۔ خدا کی عنایت التمش کے شامل حال تھی جس طرف  
 توجہ کرتی تھی باغی شکست کھاتے تھے۔ تھوڑے عرصہ میں اس نے  
 مالک دہلی و بدایوں و سواک و بنارس کو فتح کر لیا اور بلد وند کو بھی  
 شکست دی مسئلہ ہمیں اس کو قید کر کے بدایوں بھیجا پھر ناصر الدین  
 قباچہ اور التمش سے جنگ ہوئی۔ وہ شکست کھا کر بھاگ گیا۔ اور اسی  
 سال خوارزم کے بادشاہ جلال الدین نے جو چنگیز خاں سے شکست کھا کر  
 بھاگا تھا لاہور پر تسلط کیا۔ مگر اسکو بھی ہزیمت نصیب ہوئی مسئلہ ہکو  
 قلعہ رستمپور التمش نے فتح کیا جسکو پیشتر بادشاہان ہند فتح نہ کر سکے تھے۔  
 اور تمام ملک سندھ اور مالوہ میں اس نے فتوحات حاصل کیں۔ صاحب طبقات  
 ناصری نے جو اسکے عہد میں تھا اور عہدہ مفتی پر مامور تھا اسکو فتوحات میں  
 بدایوں کو بھی شامل کیا ہے اولاً ہکو یہ شبہ ہوا کہ یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ قطب الدین  
 بھی حاکم بدایوں ہوا مگر التمش نے بھی اسکو فتح کیا ہو۔ الا ہمارا شبہ  
 اس طرح رفع ہوا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بعد گورنری بدایوں کے جب التمش  
 دہلی کا بادشاہ ہوا تو بغاوت بدایوں کی اطراف میں بھی پھیلی ہوئی تھی

جیسا کہ ہم لکھ آئے ہیں۔ مولف موصوف نے یہ بھی لکھا ہے کہ رائے مان کو  
 نہریت دیکر بدایوں فتح کیا۔ غالباً رائے مان کوئی اُسوقت کا زمیندار  
 سربراہ و ردہ قوم ہریارا چوت سے ہوگا ہکوارائے مان کا حال کسی دوسری  
 تاریخ سے نہیں ملا۔ الغرض یہ بادشاہ نہایت کریم النفس و دلیر اور فقیر دوست  
 تھا چنانچہ اسکی ایک نقل مشہور ہے جیسا کہ طبقات میں درج ہے کہ خود اس  
 نے بیان کیا کہ میں ایک روز کچھ دام لیکر بھر کم سنی انگوڑیوں نے گیارہ میں  
 وہ دام گر گئے ایک جگہ حیران کھڑا تھا کہ ایک درویش آیا اور اس نے  
 جھک کر انگوڑی دیتے اور کہا کہ بابا جب بادشاہ ہونا تو فقیروں اور مسکینوں کی  
 تنظیم کرنا اور نظر محبت سے دیکھنا۔ پس جھک کر کچھ سلطنت وغیرہ ملی ہے وہ  
 سب ہموارے درویش ہے فی الحقیقت ایسا فقرا و علماء کا تعظیم کرنا والا  
 کوئی بادشاہ سلطنت دہلی میں نہیں ہوا۔

**نقل** ہو کہ جب التمش بعد ازیں تھا تو اسکے آقا کے ہاں مجلس  
 درویشاں منعقد ہوئی۔ اور سماع سے اہل ذوق حال میں تھے التمش کھڑا  
 ہوا اہل مجلس کی خدمت کرتا تھا اور شمع کے گل کاٹتا تھا۔ قاضی حمید الدین  
 ناگوری بھی اس مجلس میں شریک تھے ان کو اس طرح درویشوں کی خدمت  
 اسکی پسند آئی۔ نظر ہر مانی و مانی جسکی بدولت اسکو سلطنت حاصل ہوئی۔  
 جب مارتوں کے بعد التمش دہلی کے تخت پر بیٹھا اور قاضی صاحب ہند میں  
 تشریف لائے اور طالب علموں کی تعلیم و ارشاد میں مشغول ہوئے۔ اور  
 انکی مجلس میں درویش رقص و سماع کرتے تھے اس زمانہ کے علماء

نماہر میں ملاح احمد الدین و ملا جلال الدین سماع سے انکار کرتے تھے اور چاہتے تھے کہ قاضی کو معزول کر ایسے غرض باہم مناظرہ ہوا ملانے قاضی سے پوچھا کہ سماع حلال ہے یا حرام قاضی نے کہا کہ اہل قال پر حرام اور اہل حال پر حلال ہے۔ پھر قاضی نے سلطان کی طرف منہ پھیر کر کہا کہ وہ مجلس بے ارادہ بھی یاد ہے کہ بتوجہ درویشان آپ کو یہ درجہ ملا ہے۔ سلطان کو بہت رقت آئی اور قاضی کو اپنے پاس بلایا اور بہت تعظیم و تکریم سے اپنے پاس بٹھایا اور پھر خود سلطان کو بھی سماع سے رغبت ہوئی اور وہ درویشوں کا معتقد ہو گیا۔ یہ بادشاہ بڑا عاقل فاضل صالح تھا۔ اور مظلوموں کی داد دے کر تانتا چٹا اپنے اسکا حکم تھا کہ مظلوم رنگین کپڑے پہنا کریں جب دربار میں بیٹھ کر کسی کو رنگین کپڑے پہنے دیکھنا تو فوراً طلب کر کے اس کی فریاد سننا اور داد دے کر تانا۔ اور یہ بھی لکھا ہے کہ اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اسنے کہا کہ بعض آدمیوں پر رات کو ظلم ہوتا ہے۔ انکے انصاف میں تعجیل کرنا چاہیئے اس نے اپنے دروازہ پر دو زنجیروں سے گھنٹوں کے لٹکائیں پس مظلوم رات کو آنکر زنجیر کو ہلاتے اور آنکلی آواز سے فوراً بادشاہ باہر آکر مظلوموں کی داد دے کر تانتا تھا۔ اس مقام پر تاج الدین یلدرم کا بھی حال لکھنا مناسب ہے کیونکہ وہ بدایوں میں مرا اور وہیں مدفون ہوا تاج الدین یلدرم وزیر نہایت حلیم و کریم النفس تھا اس کو بہت تھوڑی عمر میں شہاب الدین نے خرید کیا تھا جب آثارِ رشداً میں پاسے تو سردار غلامان ترک کا کر دیا اور جب بلوغ کو پہنچا تو ولایت کرمان و سیستان اسکو عنایت کی۔ اور جب بادشاہ یعنی شہاب الدین غوری

ہندوستان پر حملہ کرنے کو جاتا۔ تو کرمان میں تاج الدین کا ہمان ہوتا تھا۔ تاج الدین ایک ہزار خلعت اور چار قب و حقیفہ کلمی وغیرہ نذرانہ دیتا تھا۔ تاج الدین کے دو پسر احمد و اولکیاں تھیں بحکم سلطان ایک دختر کی شادی قطب الدین ایبک کے ساتھ اور دوسری کی شادی ناصر الدین قباچہ سے کر دی اور منجملہ دو لڑکوں کے ایک لڑکے کے معلم نے سر پر کونہ مارا جس سے وہ مر گیا جب یلدرم کو اس واقعہ کی خبر پہنچی تو اُس معلم کو بلا کر کہا کہ آپ ابھی بھاگ جائیے آپ سے قصاص لیا جائے چنانچہ وہ میاں بھٹی بھاگ گیا یہ حکایت تاج الدین یلدرم کی شہر ہے آخر سال جب شہاب الدین کرمان گیا تو یلدرم نے اپنی عادت کے موافق نذرانہ پیش کیا بادشاہ نے اُسے صرف ایک قبا اور کلاہ لیلیٰ اور اپنا خاص لباس یلدرم کو عنایت کیا اور نشان سیاہ بختا۔ بادشاہ کا یہ خیال تھا کہ بعد میرے ولی عہد شہر غزنی اس کو ہونا چاہیے کیونکہ بادشاہ کے کوئی اولاد بجز غلاموں کے نہ تھی اور اُن سب میں تاج الدین یلدرم کو لائق و فائق سمجھتا تھا۔ چنانچہ بعد وفات سلطان کے جب اُس کی سلطنت میں درہمی پیدا ہوئی تو یلدرم جلد دھاوا کر کے غزنی پہنچا اور سب کو رنج و رنج کر کے بادشاہ غزنی کا ہوا اور تین چار دن بعد جب غزنی سے چلا آتا تھا تو اُس کے ہاتھ سے ملک غزنی نکل جاتا تھا اور یہ پھر فتح کر لیتا تھا۔ آخر خسرو داماد میں ایبک یلدرم سے پنجاب سندھ میں لڑائی ہوئی اور یلدرم کو شکست ہوئی۔ اور غزنی کا بھی ایبک بادشاہ ہوا۔ تاج الدین کرمان سے فوج لیکر غزنی گیا اور

ایک دہ سے سکھر ہندوستان چلا آیا اور غازی بیلور نے لے لی۔ اور کسی مرتبہ غازی و خراسان وغیرہ میں بیلور نے فتوحات حاصل کیں۔ اور سلطان غیاث الدین کو بیلور نے ہرات بھیج کر حسن خرمیل کو شکست دی۔ اب جبکہ اقبال اسکا کمال کو پہنچا تو زوال شروع ہوا سلطان خوارزم شاہ نے فوج کشی کر کے تاج الدین بیلور کو دہ سے ہندوستان کی جانب نکال دیا تاج الدین بیلور لاہور آیا اور یہاں قطب الدین ایک کے داماد یعنی التمش کے ساتھ بمقام لاہور ٹرائی ہو کر بیلور کو شکست ہوئی اور گرفتار ہو کر مہایوں بھیجا گیا۔

وہ اپنی گرفتاری کے وقت یاس و رجز کے کلمات کہتا تھا جسکا مضمون اس شعر سے ملتا جلتا تھا۔

من کریمیت من پیشہ خالی کر غضنفر شدہ فلک یاری نکر دای و دناں شمن مظفر شدہ  
بالآخر بدایوں میں اپنی اجل طہی یا زہر سے انتقال کیا۔ اور اسکی قبر عقب شمس  
جامع مسجد سلطان بلخی کے نام سے اسوقت تک مشہور ہے۔ مگر مولف طبقات  
ناصری نے شہید ہونا اسکا لکھا ہے احاصل التمش ۶۷۰ھ مطابق ۱۲۷۱ء  
میں تخت نشین ہوا۔ بہ ایام گورنری ۶۷۰ھ مطابق ۱۲۷۱ء میں ایک بہت  
بڑی عید گاہ سلطان موصوف نے تعمیر کرائی۔ جو شہر سے ایک میل کے  
فاصلہ پر جانب غرب واقع ہے اس عید گاہ کی دیوار ۳۰۰ فٹ طول میں  
ہے اور چوڑی ۱۰۰ فٹ میں ایک تختا اب ایک دروازہ درگاہ حضرت بدر الدین  
شاہ ولایت صاحب کامبر کے پاس لگا دیا ہے اس سے جانب جنوب  
چوتھ پرمانہ عید کی ہوتی ہے اور جانب شمال کے چوتھ پر خود درخت

جہم آئے ہیں۔ بعض خدام حضرت شاہ ولایت نے دو ایک قبریں اس چوڑے پر  
 کرا دی ہیں یہ امر نہایت نازیبا ہے کہ مسجد کی آراضی پر قبر کھجائے۔ دیوارِ سابق  
 جانبِ شمال بہت شکستہ ہو گئی ہے۔ اس عید گاہ کے جانبِ شمال جہاں اب  
 بن کے چھیل جھانک رہے ہیں۔ اور ایک چھوٹا سا تالاب سڑک بلسی کے کنارہ پر  
 ہے یہاں ایک تالاب شمس کے نام سے تھا لیکن اب اس کا وجود نہیں ہے صرف  
 گڑھا بن گیا ہے جس میں کچھ پانی جمع رہتا ہے۔ غالباً جامع مسجد شمس بدایوں کی بنیاد  
 عہدِ گورنری شمس الدین اتمش میں رکھی گئی الا تمام اُسکا بعد گورنری رکن الدین  
 پشیر الدین اتمش کے ہوا جس کا ذکر ہم عہد رکن الدین میں لکھینگے۔  
 شمس الدین اتمش کے حالات بہت تاریخوں میں مرقوم ہیں اس لئے اس موقع پر  
 اُسکی تفصیل کی ضرورت نہیں۔ اس بادشاہ کی صدایا دگار ہندوستان میں  
 موجود ہیں مثلاً دہلی میں حوض شمس قطب صاحب کی زیارت کے پاس اور  
 قطب صاحب کی پانچ درجہ کی مشہور لاٹ اُسکی یادگار باقی ہیں۔ یہ لاٹ انٹی گز  
 اونچی ہے اور پچاس گز اُسکا پتھ سے دائرہ ہے اوپر جا کر دس گز رہتا ہے۔  
 اتمش ۲۶ سال سلطنت دہلی کر کے بستم شعبان ۷۳۳ھ مطابق اپریل ۱۳۲۶ء  
 کو بیماری سے رحلت کر گیا۔

## ناظم ملک نصیر الدین طغان

طبقات ناصری سے واضح ہوتا ہے کہ ملک نصیر الدین طغان بنیل ملوک داؤد

سلطان شمس الدین التمش کے تھا اور مقطع بدایوں رہا۔  
 ۶۲۵ھ تک جب تک کہ رکن الدین فیروز شاہ پسر التمش حاکم بدایوں مقرر  
 نہ ہوا اس وقت تک کسی اور ناظم کا نام بجز ملک طغان کے کسی معتبر تاریخ میں  
 نہ پایا۔ جس سے قیاس ہو سکتا ہے کہ حکومت سلطان رکن الدین فیروز شاہ  
 تک یہ شخص ناظم بدایوں رہا اور کچھ زیادہ حالات اس کے معلوم نہیں  
 ہوئے۔

## ناظم رکن الدین

۶۲۵ھ میں التمش نے رکن الدین فیروز اپنے بیٹے کو حاکم بدایوں کا کیا۔ اور  
 بین الملک اشعری کو اسکا وزیر مقرر کیا اس گورنر نے اپنے عہد حکومت میں  
 جامع مسجد شمسی جو اب تک موجود ہے اختتام کرائی ۶۲۷ھ مطابق ۱۲۳۳ء کے  
 تھے اور اسی کے عہد گورنری میں تاج الدین بلدوز سلطان بلخی جسکو التمش نے  
 ۶۲۸ھ میں قید کر کے بدایوں بھیجا تھا فوت ہوا۔ اور رکن الدین گورنر  
 بدایوں ۶۳۳ھ کی شروع تک رہا پھر لاہور کا حاکم ہوا سلطان رکن الدین  
 فیروز شاہ بعد وفات اپنے باپ کے سلطنت دہلی پر ۶۳۳ھ میں تخت نشین ہوا  
 اور یہ بادشاہ سلطنت کے امور سے بہت غافل رات دن عیش و عشرت  
 اور ناچ و رنگ میں مصروف رہتا اور قطب الدین و شمس الدین کے وقت کا  
 نراناہ سحر بلوں اور سحر و کوٹانا تھا۔ اس کی سلطنت میں فتور رہا ہوئے  
 اسکی ماں موسومہ بہ شاہ ترکان ایک ترک کی کنیز تھی وہ اپنے ہاتھ سے

انتظام سلطنت کرنے لگی۔ اور اس نے بھی بہت ظلم و ستم کیے۔ اور قطب الدین  
 پسر فر و سلطان التمش کی آنکھ میں سلامی پھرادی اور اس کو قتل کرادیا اور  
 شمس الدین التمش کی اور بی بیوں کو جو اس کی سوتیلی (سوکنیں) بھینس  
 انہیں سے بعض کو ہاک کرادیا۔ جب رکن الدین سے تمام رعایا اس کی حرکتوں  
 سے ناراض ہوئی تو اکثر گورنر زادہ و نذرانے باہم شورہ کرکے اسے قرار دی  
 کہ اسکو سلطنت سے علیحدہ کر دیا جائے اس شورہ اور اتفاق رائے میں  
 ملک اغر الدین محمد سالار بھی جو حاکم بدایوں اسوقت تختاشاہ تھا۔  
 چنانچہ یہ گورنر بدایوں سے فوج لیکر روانہ ہوا۔ جب کول یعنی علی گڑھ تک  
 مع لشکر کے پہنچا تو نظام الملک محمد بنیدی وزیر رکن الدین اس خوف سے  
 مقام کیلو گڑھ ہی سے بھاگ کر ملک اغر الدین کے لشکر میں شامل  
 ہو گیا اور دیگر لوگ لاہور و ملتان وغیرہ سے آگے بڑھے اور سب بالاتفاق  
 لاہور کی طرف روانہ ہوئے اور سلطان رکن الدین اپنا لشکر لیکر ان کے  
 مقابلہ کے لیے لاہور کو روانہ ہوا۔ اور مقام منصور پور آکر لوگ و امرا وہاں سے  
 دہلی کو واپس چلے آئے اور دہلی میں آکر رضیہ بیگم دختر سلطان التمش کو  
 سلطنت پر بٹھایا۔ اور شاہ ترکان مادر سلطان رکن الدین کو گرفتار کرکے  
 سفید کیا۔ اب رکن الدین یہ خبر متکہر دہلی کو واپس آیا سلطانہ رضیہ نے  
 شہر سے باہر فوج اس کے مقابلہ کو بھیجی اور رکن الدین کو گرفتار کرکے قید کیا  
 یہ واقعہ ۷۳۵ھ کا ہے اسی سنہ میں قید خانہ کے اندر رکن الدین فوت  
 ہو گیا سلطنت اس کی چھ ماہ میں دن رہی۔



## نہضت

### ملک اعز الدین طغرل طغان خاں

یہ شخص نسل قراخانات ترک سے تھا نہایت خوبصورت مردانہ ذی اخلاق  
و عادل و باذل سلطان سعید التمش نے اس کو خرید کیا اور ساقی خاص کا  
عہدہ دیا پھر دوات بردار ہوا ایک مرتبہ دوات کھو گئی بادشاہ کو نگوار  
ہوا اور تادیب فرمائی پھر اس کو خلعت و یکہ چاشنی گیر کا عہدہ دیا بعد مدت  
دراز کے امیر آخوند ہوا پھر وقت واپسی رکن الدین کے ساتھ میں حکم بدایوں  
مقرر ہوا پھر بوجہ وفات ملک سیف الدین ایکایک یغان تخت حاکم بہار کے  
۶۳۱ھ میں طغان خاں حاکم کھنونی و بہار ہوا بعد وفات التمش کے اس سے  
اور اس خاں سے جو بہادری میں نام آور تھا بمقام کھنونی مقابلہ ہوا اس نے  
ایب اثیر اس کے لگایا کہ وہ جاں بحق ہوا اسوجہ سے اس کی بہادری کی  
دھوم ہو گئی۔ جب سلطان رضیہ بادشاہ ہوئی تو اس کو خلعت اور رایت لعل  
عنایت کیا اور کمال اعزاز و اکرام سے ترہت کا حاکم کیا۔ جب مغز الدین  
تخت نشین ہوا اس وقت بھی اس کا اعزاز قائم رہا۔ عہد علانی میں بہار الدین  
بلال سودانی کے اغوا سے ولایت اودھ و کٹرانا تک پور ضبط کرنے کا  
اس نے ارادہ کیا چنانچہ ۶۳۲ھ میں مصنف طبقات ناصری اودھ پہنچا  
اس وقت طغان خاں کٹر میں تھا مصنف موصوف اودھ سے اس کی  
خدمت میں حاضر ہوا۔ اور پھر کھنونی کی طرف لوٹا ۶۳۴ھ میں اسی جاگیر کو

اُسی تنگ کر کے اُسپر جہاد شروع کیا جب جاجگر کے سرحد پر پہنچے تو روزِ شنبہ ۶ ماہ ذیقعد ۶۴۱ھ کو دونوں لشکر مقابل ہوئے اور ایک جانب سے اہل ہنود فرار ہو کر دوسری جانب سے مسلمانوں پر گرے طغان خاں کو شکست ہوئی اور واپس آیا اور شرف الملک اشعری کو حضور بادشاہ میں بھیج کر شاہ مانگی۔ چنانچہ قاضی جلال الدین کاشانی مع فوج و غیزہ کے روانہ ہوئے اور معز الدین میرا خاں <sup>ن</sup> حاکم اودہ واسطے دفع مفسدان جاجگر کے لکھنوتی روانہ ہوئے بعد کچھ فتح اور شکست کے واپس لکھنوتی ہوئے پھر طغان خاں و تمرخاں میں باہم بخش ہو کر مقابلہ فوج کا ہو گیا اور طغان خاں شکست کھا کر اندر شہر کے چلا گیا ۶۴۲ھ میں قاضی سراج مہناج مصنف طبقات ناصری کو واسطے صلح کے تمرخاں کے پاس بھیجا اور اس شرط پر صلح قرار پائی کہ طغان خاں سب اپنا مال اسباب لیکر لکھنوتی چھوڑ دی چنانچہ تمرخاں لکھنوتی پر قابض ہوا اور طغان خاں ملک تاج الدین سبخر ماہ پیشانی اور ملک مراکش کے ساتھ مع مصنف طبقات ناصری کے حاضر دربار شاہی ہوا بادشاہ نے نہایت اعزاز کے حاکم اودہ کو دیا ۶۴۳ھ میں اودہ پہونچا اور وہاں حاکم رہا۔ بہاؤ شوال ۶۴۳ھ شب جمعہ اس دار فانی سے بعالم جاودانی انتقال کر گیا اور تمرخاں اُسکے مخالف کا بھی اُسی سال اور اُسی تاریخ انتقال ہو گیا۔ چنانچہ شرف الدین بلخی رحمۃ اللہ علیہ نے فقط تاریخ وفات ہر دو صاحبان کا اس طرح لکھا ہے۔

آدینہ و سلخ ماہ شوال لقتب ۴۰۰ بو و وسین و دال ۱۰۰ تاریخ خوب  
شد کوچ تمرخاں و طغان خاں زجہاں ۴۰۰ او اول شب گذشت و ایس آخز شب

## نہایت ملک اغوالدین محمد سالاری

ملک اغوالدین سالاری بدستور گورنر بدایوں رہا اور اسکی گورنری کے عہد میں سلطانہ رضیہ کا قضیہ نامرضیہ پیش آیا۔ اس شہزادی کو خدائے بہت سی خوبیاں عطا فرمائی تھیں۔ صرف سلطنت کے منافی یہ ہی امر تھا کہ یہ عورت تھی وہ اپنے باپ کے عہد سلطنت میں بہت سے معاملات ملکی میں سلطان کو نیک رائے اور مشورہ دیتی تھی مگر جب امتش گوالیار فتح کر کے آیا تو اسنے تاج الملک محمود دیر سلطنت کو حکم دیا تھا کہ رضیہ کو میرا ولیعہد لکھ دو اس فرمان پر وزیر رائے سلطنت نے اعتراض کیا کہ جب آپ کے لایق بیٹے موجود ہیں تو دختر کو ولیعہد کیوں بناتے ہیں۔ سلطان نے فرمایا کہ میں اپنے بیٹوں میں بار وضعی اور مے نوشی اور لہو و لعب کی جرات پاتا ہوں سلطنت کا بوجھ اٹھانہ سکیں گے۔

تم دیکھ لینا کہ میرے بعد رضیہ بیگم سے زیادہ کوئی سلطنت کے لایق نہ ہوگا۔ چنانچہ بادشاہ کا قول سچا نکلا اس نے اپنے عہد میں بہت عدل و انصاف کیا اور جو عہد سلطنت رکن الدین میں خرابیاں پیدا ہوئی تھیں انکو دفع کیا۔ مگر نظام الملک جنیدی وزیر اور علاء الدین سرخانی۔ اور ملک سیف الدین کرخی اور ملک اغوالدین کتبہ خانی لاہور کی طرف سے واپس آئے تب ان لوگوں نے رضیہ کی سلطنت سے مخالفت کی اور وہابی کے باہر مخالفت جمع رہے

ملک نصر الدین جاگیر دار اور وہ سلطانہ رضیہ کی امداد کو دہلی کی طرف سے روانہ ہوا۔ اتفاق سے وہ اثنائے راہ میں بیمار ہو گیا اور مخالفوں نے اس کو گرفتار کر لیا اسی حالت میں اس نے انتقال کیا۔ آخر کار سلطانہ رضیہ دہلی سے باہر نکلی اور جہان کے کنارہ خیمہ لگایا۔ اور اپنی حکمت عملی سے اولاً مقابلہ کیا آخر صلح ہو گئی اور وہ لوگ بھاگے بعض سرداران کو رضیہ نے تعاقب کر کے پکڑوایا اور ان کو گرفتار قتل کیا۔ پھر رضیہ کو قوت پیدا ہو گئی۔ اور خواجہ ہندی غزنوی کو جو نائب وزیر تھا نظام الملک کا خطاب دیکر وزیر بنایا۔ اور بعض قلعے مشعل رنجمبور کے جہاں بغاوت شروع ہو گئی تھی اور ہندوؤں نے مسلمانوں کو گھیر رکھا تھا اس کے عہد میں فتح ہوئے۔

امیر جمال الدین یا قوت حبشی سیراخور کو سلطانہ رضیہ کی خدمت میں بہت اقرب حاصل ہو گیا تھا اور امیر الامرا کا خطاب پایا تھا۔ ہمیشہ بغل میں ہاتھ دیکر سلطانہ رضیہ کو گھوڑے پر سوار کرانا آخر کار تمام ترکوں کو اس حرکت رضیہ سے ناراضگی پیدا ہوئی اور پھر بغاوت شروع ہو گئی ۶۳۷ھ میں ملک التونیہ حاکم بھٹنڈہ نے علم بغاوت بلند کیا۔ سلطان رضیہ نے بہ لشکر کثیر جانب بھٹنڈہ سفر کیا اثنائے راہ میں امرائے ترک نے یا قوت حبشی کو قتل کیا اور سلطانہ رضیہ کو گرفتار کر کے مشید کیا اور قلعہ بھٹنڈہ میں بھیج دیا اور دہلی میں معز الدین بہرام شاہ بن سلطان التمش کو تخت پر بٹھایا اور رضیہ کا نکاح ملک التونیہ کے ساتھ ہو گیا ملک التونیہ اور رضیہ نے مکریشکر بھٹنڈہ سے جمع کر کے دہلی کی طرف سلطان معز الدین سے لڑنے کا ارادہ کیا سلطان کی طرف سے ملک اغوالدین

لمبن لشکر لیکو گیا اور رضیہ اور التوزینہ کو بھگا دیا۔ پھر دوبارہ مقام کبیتل میں  
جائیں گے ہاتھ سے دونوں میاں پیہری نے شکست پائی وہاں کو زمینداروں  
نے دونوں کو گرفتار کر کے سلطان بہرام کے حوالہ کیا جس نے دونوں کو  
قتل کیا رضیہ نے ساٹھ ہی تین برس چھ یوم سلطنت کی۔

غیاث تافت دولت زیر آمنش و چو گر و سیہ دید بردا منش  
الغرض ملک اغوالدین محمد سالدی ان ہر دو کے عہد سلطنت میں حاکم  
بدایوں رہا۔

## ناظم ملک اختیار الدین آہنگین

یہ شخص ترک غفائی نسل کا تھا۔ سلطان التمش نے پرورش کیا نہایت  
ہوشیار اور لائق صورت و سیرت میں عمدہ تھا۔ اول اپنی حسن کارروائی  
سے بعد التمش سرکار ہوا بعد ازاں حکومت منصور پورہ وغیرہ پر مامور ہوا پھر  
بعد رضیہ خاتون بوجہ شہرت حسن خدمت سلطانہ رضیہ نے اسکو حاکم بدایوں  
کر دیا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تھوڑی مدت تک یہ حاکم رہا بعد ازاں امیر خاں  
سلطانہ رضیہ نے اس کو معز کیا۔ جب جمال الدین جہشی کو قوت سلطانہ  
رضیہ سے بڑھی تو تمام دوسا ترک و اختیار الدین بھی کشیدہ خاطر ہوئے  
اور سلطانہ رضیہ گرفتار ہو کر مقتول ہوئی پھر سلطنت معز الدین کو ملی تو  
اسوقت وزیر ہندب الدین بالکل مختار سلطنت ہوا یہ امر سب کو سننے کے

بادشاہ کو بھی ناگوار تھا آخر روزِ دوشنبہ ۸ محرم ۱۰۳۷ھ کو سپہ سالار  
احمر سعید نے بایار سلطان چند مست ترک مجلس میں داخل کر کے مہارالدین  
کو زخمی اور اختیار الدین کو چاکو سے شہید کر دیا اور مہذب الدین  
فرار ہو گیا۔

## ناظر بدر الدین مستقر و می

بعض نقاب نے بیان کیا ہے کہ یہ سلمان کار کا تھا اور غلامی میں پکڑ لیا  
گیا۔ یہ شخص نہایت صاحبِ صورت سیرت و سکون و صاحبِ اخلاق تھا۔  
اولاً بادشاہ نے اسکو خرید کر طشت بردار کیا۔ پھر تختہ ررا درخانہ بدایوں  
کا ہوا پھر ایک مدت کے نائب امیرِ حاجب ہوا اور حسنِ خدمت کی وجہ سے  
ترقی کرتا گیا۔ یہاں تک کہ نائب امیرِ اعظم ہوا اور ہر وقت سفر و حضر میں  
بادشاہ کی حضورِ می میں رہتا۔ عہدِ دولتِ سلطانہ رضیہ میں بدایوں کا  
حاکم ہوا جب ۱۰۳۷ھ میں اختیار الدین انگلیں نے بعد مغل الدین شہادت پائی  
تو بدر الدین مستقر کو بدایوں سے طلب کر کے امیرِ حاجب مقرر کیا۔ اب سفیرِ  
ہاتھ میں جب سلطنت کے کام آگئے اور وہ بلا اجازت جو چاہتا کرتا۔ اب  
مہذب الدین وزیر نے سلطان کے مزاج کو مستقر کی طرف سے متغیر کیا۔  
بدر الدین مستقر نے جب اپنی جانبِ سلطان کی بے التفاتی دیکھی تو سلطان  
کے ذہن کرنے کی تدبیریں کرنے لگا۔ اور یہ چاہتا کہ سلطان کے بھائیوں

میں سے کہ یکو تخت نشین کیا جاوے۔ چنانچہ ماہ صفر ۶۳۹ھ ایک جلسہ منعقد ہوا۔ بادشاہ کو اس جلسہ کی خبر پہنچی۔ بادشاہ خود اس جلسہ میں چلا گیا اور سب اہل جلسہ بادشاہ کو دیکھ کر منتشر ہو گئے۔ بادشاہ نے بدر الدین کو دربار میں بلا کر دوبارہ بدایوں بھیج دیا اور وہ بدایوں میں بدستور گورنر رہا۔ لیکن تھوڑے دن کے بعد یعنی چار مہینے میں سلطان کے پاس پھر آیا۔ اور بادشاہ نے اس کو قید کر دیا چند مدت قید میں رہا آخر میں شب چہار شنبہ ۱۴ جمادی الاول ۶۳۹ھ میں شہادت پائی۔ جب سلطان بہرام شاہ ذیقعد ۶۳۹ھ میں گرفتار ہو کر قتل کیا گیا اور اس کی مدت سلطنت دو سال ڈیڑھ ماہ رہی تب اس کے بعد ملک اغا الدین بلبن بنگلہ صرف ایک روز کیلئے تخت دہلی پر بیٹھا سب وزراء اسے سلطنت نے اس سے ناراضگی ظاہر کی رکن الدین فیروز شاہ کا پسر سلطان علاء الدین مجبوس تھا اس کو قید خانہ سے نکال کر ۶۳۹ھ میں بادشاہ کے تاج شاہی سر پر رکھا اس وقت جو انتظامات کیے گئے بمجلد انکے تاج الدین سبخر قتل کو ۶۳۹ھ میں علاء الدین مسعود شاہ نے گورنر بدایوں مقرر کیا۔

## ناظر

### تاج الدین سبخر قتل

اس نے اپنے تھوڑے زمانہ حکومت میں مشہور مصنف طبقات ناصری کو جہان نامہ تاج الدین عثمان ابن سراج الدین معروف بہ منہاج السراج تھا

طلب کر کے مندرجہ عطا فرمایا منہاج السراج مصنف طبقات ناصری لکھتا ہے کہ  
 میں اُس زمانہ میں دہلی کا قاضی تھا ہنگامہ مغز الدین میں مجھ پر بھی لوگوں نے حد کیا  
 میں ایک روز جامع مسجد میں نماز کو گیا تھا چند بد معاش تلواریکچہ کچھ قتل کرنے کو  
 دوڑے اللہ کی حفاظت رفیق المسنت و الجماعت تھی میں نے عصا لیا اور چاکو نکالا  
 اور میرے چند غلاموں نے جرات کر کے اُس ہنگامہ سے کچھ بخیریت نکالا یہ سب  
 حرکات اُس فراس فخر الدین کی بغض جو مغز الدین کے مزاج میں بہت دخیل  
 ہو کر باعث ہنگامہ و بربادی بادشاہ کا ہوا ازاں بعد میں نے عہدہ قضا سے  
 استعفاء دیدیا اور لکھنؤ کی کارادہ کیا بروز جمعہ ۹ رجب سن ۸۳۷ھ میں  
 بدایوں پہنچ کر ملک تاج الدین بخر قتل کا مہمان رہا۔ خدائے تعالیٰ اُس پر  
 رحمت کرے اُس نے کمال درجہ مہمان نوازی فرمائی۔

## ناظر ملک جلال الدین مسعود شاہ

یہ برادر سلطان ناصر الدین محمود کا تھا اول حاکم قنوج رہا جب سلطان ناصر الدین  
 محمود نے روز چہار شنبہ ۲۴- محرم ۸۴۷ھ کو بعد واپسی حدود دیان دھوا  
 وغیرہ کے جشن مرتب کیا تو ملک جلال الدین مسعود شاہ بھی جشن میں شریک  
 ہوا بادشاہ نے اُس کو اقطاع سنبل دیایوں کا حاکم کیا اور وہ روانہ  
 ہوا لیکن اس ملک کو کچھ ایسا خوف ان اطراف کے حالات سے پیدا ہوا کہ  
 اُسی سال بدایوں و سنبل سے دہلی چلا گیا بادشاہ نے پھر قنوج بھیج کر



متروا ان کو سزا دی اسی سال ۶۲۶ھ میں قاضی عماد الدین شتور قانی جو قاضی  
 دہلی تھے اور کسی الزام میں متہم ہوئے تھے بروز جمعہ ۹ ذی الحجہ ۶۲۶ھ کو  
 دربار شاہی سے معزول ہو کر بدایوں روانہ کیے گئے اسی ماہ میں عماد الدین  
 ریجانی کی سازش سے قاضی موصوف شہید ہوئے۔

## ناظر ۱۲ ملک اعز الدین بلبن بزرگ عرف گشتا خان

بعد سلطان علاء الدین مسعود کے سلطان ناصر الدین محمود بن شمس الدین التمش  
 ۶۲۶ھ میں تخت نشین ہوا۔ یہ چھوٹا بیٹا سلطان التمش کا تھا اور اس کا  
 بڑا بھائی ناصر الدین جب فوت ہوا تو سلطان کو بوجہ محبت کے بہت ریج  
 ہوا پس سب سے چھوٹے لڑکے کا نام ناصر الدین ہی کے نام پر رکھ دیا۔  
 الفسٹن صاحب اور بعض مورخوں نے ناصر الدین محمود کو نبیرہ التمش کہا ہو  
 یہ غلطی عدم تحقیق کی ہے۔ تاریخ فرشتہ و منتخب التواریخ و طبقات ناصری نے  
 اس کی وجہ تسمیہ اور امیر خسرو نے التمش کا بیٹا ہونا ظاہر کیا ہے یہ بادشاہ  
 نہایت عادل اور خدا پرست و محتاط تھا۔ بیت المال سے اپنے صرف میں  
 کبھی ایک پیسہ نہ لایا۔ گزراوقات کے لیے قرآن شریف لکھ کر خفیہ ہدیہ کرتا  
 اور صبح بسر کرتا۔ لباس شامانہ بوقت ضرورت دربار کے زیب بر کرتا  
 الا اسکے علاوہ اور وقت بہت موٹے کپڑے سے تن پوشی کرتا تھا بہت

حکایات اسکودل وانصاف و زہد و تقویٰ کی مشہور ہیں لیکن ہم ایک حکایت پر اکتفا کرتے ہیں۔

**نقل ہے** کہ اس کی بی بی بچم بادشاہ اپنے ہاتھ سے روٹی پکا کر شاہ کو کھلاتی اور خود کھاتی یہاں تک کہ اس کے ہاتھوں میں آبلہ ہو گئے تھے ایک روز بوجہ تکلیف کے اس نے سلطان سے عرض کیا کہ آپ کوئی کینیز یا خادمہ میری مدد کو دیجئے تاکہ یہ تکلیف رفع ہو۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ بیت المال کو میں اپنے ذاتی اخراجات میں خرچ نہیں کر سکتا ہوں تم صبر و شکر کر و اللہ اللہ عالم جاودانی میں تم کو جو رحمت کے واسطے ملیگی بی بی خاموش ہو رہی۔

الغرض اس بادشاہ کے عہد میں ملک اغوالدین بلین بزرگ جو خیانت الدین انخاں کا بھائی تھا بہت صاحب اقتدار تھا۔ یہ بلین خاندان سلطان اتمش کے پندہ زادگان میں سے بڑا مقرب سلطان تھا۔ ملک اغوالدین بلین بزرگ بعد انتقال سلطان علاء الدین سعود کے ایک روز کیلئے تخت سلطنت پر بیٹھ گیا تھا لیکن اسی روز ارکان دولت و وزراء نے سلطان ناصر الدین محمود کو تخت دہلی پر بیٹھا دیا۔

۶۶۹ھ میں سلطان ناصر الدین محمود نے اس کو حاکم اوچہ کر دیا تھا پھر اس نے بغاوت اختیار کی سلطان نے اپسر فوج کشی کی چنانچہ اغوالدین بلین بزرگ نے امان مانگی تو بادشاہ نے اس کو حکومت اوچہ پر یکسو کر قائم رکھا۔

بعد جب فوج کشی ناگوار ہوئی تو منجانب سلطان ملک اغوالدین بلین

بزرگ نے اس لڑائی میں بہت کار نمایاں کئے اور بعد فتح ناگور کے حکومت  
 اوچہ کی اپنے عم زاد بھائی شیر خاں کے سپرد کر کے خود حاضر دربار سلطان ہوا  
 بادشاہ نے بکمال قدردانی اسکو حکومت بدایوں بخشا۔ ۱۵۳۷ء میں تفویض وزامی  
 اور خطاب کشلو خاں ۱۵۳۷ء میں عطا کیا۔ اور اس کے بھائی غیاث الدین  
 بلبن کو خان اعظم النخشاں کا خطاب دیا۔ اور یہی غیاث الدین بلبن اول  
 وزیر سلطان ناصر الدین محمود کا ہوا۔ چند روز بعد عماد الدین ریجانی کے اعزا  
 سے سلطان نے خان اعظم النخشاں کو دہلی سے صوبہ ہالنسی میں حاکم کر دیا اور  
 وزارت سے معطل کیا۔ اب عماد الدین ریجانی اس فکر میں ہوا کہ جو خان اعظم  
 النخشاں کے طرفدار ہیں ان میں تفرقہ ڈالنا چاہیے چنانچہ اس کے انتظام  
 میں ۱۵۳۷ء میں ملک اغزا الدین بلبن بزرگ کو جسکا خطاب کشلو خاں تھا  
 بدایوں سے طلب کر کے امیر حاجب مقرر کیا۔ اور ۱۵۳۷ء میں جبکہ یہ حاکم بدایوں  
 تھا اور سلطان اوچہ اور لاہور کی طرف روانہ ہوا تھا تو کشلو خاں بدایوں سے  
 فوج کثیر لیکر دریائے بیاس پر سلطان کا شریک ہوا تھا پھر کشلو خاں  
 اوچہ اور ملتان کا حاکم ہو گیا۔ ۱۵۳۷ء بمبارکت قتلخاں حدود منصورہ  
 پر فوج لیکر آیا بادشاہ بھی واسطے ان کے فوج لیکر پہنچا شیخ الاسلام  
 سید قطب الدین وقاضی شمس الدین بھٹا پنجی وغیرہ نے سازش کی اور  
 خفیہ کتابت کشلو خاں کو لکھی کہ تم چلے آؤ ہم تمکو دہلی کے دروازہ کی کنیاں  
 دیدینگے اس سازش کا اظہار مجنوں نے بادشاہ سے کر دیا کہ حضرات  
 عامر وجبہ پوش ایسے ہوتے ہیں بادشاہ نے فوراً ان سب کو چلے جانے کا

سلم دیدیا جب کشو خاں قریب دہلی کے پہنچا تو کوئی رازدار نہ پایا کیونکہ وہ سب وہاں سے چلے گئے تھے۔

کشیو خاں مع فوج و ہتھیار چلا گیا اور بادشاہ بھی بڑی شان و شوکت سے دہلی پہنچا۔ مغلوں سے کشو خاں نے صلح کر کے پنجاب و سندھ کو حملہ سے بچایا اور بڑا نام پایا الغرض شیخس نہایت جبری و مدبر تھا۔ اُس نے ۹۵۶ھ میں بمقام دہلی وفات پائی۔

## ناتھ ۱۳ عماد الدین ریجانی وزیر سلطان

جب عماد الدین ریجانی وزیر اعظم ناصر الدین محمود کا ہو گیا تھا تو اس نے اپنے محسن غیاث الدین بلبن کے خلاف کارروائی شروع کی اور اکثر صوبہ داران اور مصاحبین شاہی کا تغیر و تبدل اور تنزل کر دیا جس سے تمام صوبے باغی ہو گئے سلطان کو عماد الدین نے فہالیش کر کے باغیوں کی سرکونی کو مع فوج کے روانہ کیا تب صوبہ داروں نے غیاث الدین بلبن کو اپنی طرف سے سفیر کر کے سلطان سے معذرت چاہی اور کہا کہ ہم فرما بنو دار ہیں اگر عماد الدین ریجانی وزارت سے علیحدہ کر دیا جاوے۔

چنانچہ سلطان نے اس عرض کو منظور فرما کر عماد الدین کو وزارت سے معزل کر کے حاکم بدایوں کر دیا اور فتنہ فرو ہوا۔ اور واضح رہے کہ قبل تنزل عماد الدین کے سلطان ناصر الدین محمود واسطے بدلہ لینے قتل رضی الملک

اغز الدین ترک کے جسکو حالت مستی میں کیتھل اور کھرام کے زمینداروں نے مار ڈالا تھا۔ اس طرف آتا تھا اور مستردوں کو قتل کر کے نوروز بدایوں میں سلطان رونق افروز رہا۔ پھر دہلی کو واپس گیا تھا۔ اس کے بعد عماد الدین معزول ہو کر گورنر بدایوں ۶۵۲ھ میں گیا گیا۔ عماد الدین نے بناوٹ بٹراکت قتلخ خاں حاکم اودھ کے شروع کی چٹانچہ اسکی سرکوبی کو تاج الدین بزرگ مقرر ہوا اور یقین میں سخت جنگ ہوئی اور عماد الدین مقتول ہوا۔

## ناظر ۱۳

### تاج الدین سنجر تبرخاں

یہ شخص گرجی تھا اور نہایت مروانہ تھا سلطان نے اُس کو خرید کیا سلطان معز الدین نے اُس کو امیر آخوڑ کر دیا اور بعد سلطان ناصر الدین نائب امیر صاحب ہوا ازاں بعد حاکم برن ہوا ۶۵۶ھ میں بدایوں وغیرہ کا حکمران کیا گیا۔

جب قتلخ خاں حاکم اودھ بخلاف سلطان لشکر بدایوں کی طرف لیکر چلا تو تبرخاں مع ملک بگتم کے اُس کے دھبیہ کو منجانب سلطان نامزد ہوا چٹانچہ ان ہی حدود میں باہم مقابلہ ہو کر ملک بگتم مارا گیا۔ پھر سلطان خود واسطی دفع فسادان حدود میں آیا اور قتلخ خاں فرار ہو گیا تب سلطان نے تبرخاں کو اودھ کا صوبہ غایت کیا وہاں جا کر سنجر تبرخاں نے خوب سرکوبی پائی

سپلا کر کے روانہ کیا بعد فتوحات

۲۶ سلطان سلطنت

۲۶

کی کمی اور بیہوشی پر بھی سلطان نے جب واپس آیا تو پھر خلعت دیکر اودھ بھیج دیا

نظم ۱۵

ملک یقین عرف ملک بک

ہیں

سلطان ناصر الدین محمود ۱۱۔ جمادی الاول ۶۹۳۔ بیچ فرشتہ اس دار فانی سے انتقال کر گیا ۲۰ برس چند ماہ و درج نہیں ہے کی۔ بر مورخ نے ملک

چونکہ اس کے کوئی فرزند نہ تھا غیاث الدین بلبن جو بحال لکھنؤ اس طرح التمش کے بندگان چل گئی سے تھا تخت شاہی پر بدو از بدایوں وسواخ عمری تواریخ میں مفصل درج ہیں اور عدل و انصاف یہ خیال کیا کہ مشہور ہیں۔ اگرچہ یہ بادشاہ بڑا قہار اور مغلوب انفس پادشاہ لاکھ خود اس کے رعایا کے انصاف میں بے مثل تھا اور اس نے اپنی اولیٰ الدین سے یہی نصیحت کی تھی۔ اس کے عہد میں ملک یقین عرف ملک بک بک جو اختیار چار ہزاری سوار رکھتا تھا حاکم بدایوں تھا اس نے حالت نشہ میں ایک روز ایک فرامش کر مار ڈالا تھا تھوڑے عرصہ کے بعد سلطان بلبن بدایوں آیا اور اسی فرامش کی بی بی نے سلطان سے فریاد کی تو ملک یقین کو سلطان نے اپنے سامنے بلایا اور حکم کوڑے لگانے کا دیا اس قدر کوڑے ملک صاحب کے گلوٹے کہ جاں بحق ہو گئے۔ اور اس کی نعش دروازہ پہنچا دی

اغرالدین ترک کے جسکو حالت سستی پہنچا۔ اور جس برٹیک نے بادشاہ کو اس  
 مار ڈالا تھا۔ اس طرف آتا تھا اور سولی پر چڑھا دیا۔ اس بادشاہ نے  
 میں سلطان رونق افروز بنے تھے کہ اُس کے نیک و بد حال سے اُسکو اطلاع  
 عماد الدین معزول ہو کر گواہ اور دھڑے لاکھ غریب کا خون کیا تھا حب اُس کی  
 بغاوت بشراکت قتل ہوئی اُس گورنر کو بلا کر بیگانہ نام بہیت خاں تھا پانچ سو روپے  
 کو تاج الدین بزرگ ملا کیا اور کہا کہ اب تک یہ ہمارا غلام تھا اب تیرا غلام ہے  
 عماد الدین مقتول ہوا۔ یہ صاحب بڑی سعی و ستارش سے بہت سی اشرفی  
 ہو کر خانہ نشین ہوئے اور عمر بھر گھر سے باہر نہ نکلے۔  
 یہ حکم بدایوں میں حکم رہنا سمجھا جاتا ہے۔ سلطان  
 تاج الدین کے بیٹے میں ہزار ہا مفسدان کو تہ تیغ کیا کہ عہد جلالی

یہ شخص گرجی تھا اور ہنایہ میں پیدا ہوا۔

معز الدین نے اُس کو امیر

عاجب ہوا ازاں بعد

کیا گیا۔

جب قلعہ خاں

تو تیرا

۱۶  
 کتاب متعلق

حیات الدین  
 سلطان جلال الدین فیروز غلام تخت  
 میں شہید ہوئے تھے  
 اس طرح

جمادی دومی راسیو میں روزہ سیوم ساعت برہاء عالم افروز  
 پچاہ چاشت بائیس روزی وفال و نہجرت شش صد و شستادہ سال  
 اور تاریخ فرشتہ میں ششم درج ہے سلطان جلال الدین خلجی کے عہد  
 سلطنت میں گریٹر ضلع بدایوں میں علاء الدین برادرزادہ وداد  
 سلطان ملک چھو برادرزادہ غیاث الدین بلبن کو سرکار بدایوں میں  
 بطور گورنروں کے نامزد کیا ہے وہ صریح غلطی ہے تاریخ فرشتہ  
 میں کہیں ملک بھجوا علاء الدین خلجی کا گورنر بدایوں ہونا درج نہیں ہے  
 معلوم یہ ہوتا ہے کہ منتخب التواریخ میں ملا عبد القادر مورخ نے ملک  
 بھجوا کی شکست کے بعد اس کو قید کر کے ملتان بھیجنے کا حال لکھا اس طرح  
 لکھا ہے (علاء الدین) کہ برادرزادہ وداد سلطان بود از بدایوں  
 باقطاع کرڈا نامزد شد اس سے مورخ موصوف نے یہ خیال کیا کہ  
 علاء الدین گورنر بدایوں میں تھا وہاں سے کڑا بھیجا گیا جس لاکھ خود  
 منتخب التواریخ میں لکھا ہے کہ ماہ شعبان سال دوم جلوس جلال الدین سے  
 تھا کہ ملک بھجوا کیلچاں نے جسکو حاکم کرڈا اس نے کیا تھا بغاوت اختیار  
 کی اور امرائے بلبنی اور راجہ ہاسے گرد و نواح جمع ہو کر بدایوں آئے  
 اور دریائے گنگ سے گذر کر عزم دہلی رکھتے تھے کہ سلطان جلال الدین  
 سے فرزند ارکیلیچاں فوج کثیر لیکر ازراہ کول بدایوں پہنچ گیا اور اکیلیچاں  
 کو امر وہم کی طرف بمقابلہ ملک بھجوا بھیجا چنانچہ لڑائی ہوئی اور ملک بھجوا  
 بھاگا آخرش اس کو مقدم سواسی نے گرفتار کر کے حوالہ ارکیلیچاں کر دیا سلطان



ہنگام بدایوں مقیم تھا اریکلیاں نے ملک چھو کو بدایوں بھیج دیا سلطان نے  
اسکو بہت عزت کے ساتھ ملتان بھیج دیا۔ اور اس ہنگام بدایوں میں  
علامہ الدین کو حاکم کریم بجائے چھو کے مقرر کیا۔

پس اسوجہ سے پورہ پن سورج کو یہ خیال پیدا ہو گیا کہ بدایوں سے علامہ الدین  
کی تہذیب کے لئے کوہنی اور ملک چھو کو اس خیال سے کہ ہنگام بدایوں وہ آیا  
تھا اور سلطان سے لڑائی ہوئی اس لئے ان دونوں شخصوں کو گورنران  
بدایوں کے زمرہ میں شامل کر دیا ہے حالانکہ یہ دونوں شخص کسی وقت  
گورنر بدایوں بھید جلالی نہ ہوئے تھے۔ البتہ منتخب التواریخ میں یہ درج  
ہے کہ سال سوم جلوس جلالی میں سلطان تخت دہلی پر اریکلیاں کو چھوڑ کر  
منڈراور آیا اور وہاں اخبارات غدر امرائے بلہنی منکر ملک منعلتی کو  
واسطے رفع ضداد اقطاع بدایوں کی حکومت دیکر فوراً روانہ کیا جس سے  
یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ ملک منعلتی گورنر بدایوں عہد جلالی میں ہوا۔ باقی  
اور کچھ حال اس کے بعد اسکی عہد حکومت کا ہماری نظر سے نہیں گذرا۔ مگر خان بہاد  
ذکار اللہ خاں نے اپنی تاریخ کی جلد دوم میں خسرو خاں کے ذکر  
میں اسقدر لکھا ہے کہ ملک منعلتی کو جو اسوقت حاکم ملتان تھا اور ملک بہرام  
ایبک کو جو اوجہ میں موجود تھا سلطان غیاث الدین تغلق نے مقام  
دیباں پر طلب کیا تھا راہ میں ملک منعلتی کو اس نے مار ڈالا۔

ناظر  
امیر عمر خاں

۱۷ شعبان ۷۹۹ھ کو سلطان علاء الدین خلجی نے بمقام کٹر اپنے بڑے چچا سلطان جلال الدین خلجی کو دھوکہ دیکر پاس بلایا اور جب وہ گیا تو اُس کو شہید کیا جسکا حال مفصل تواریخ میں مندرج ہے دہلی میں سلطان جلال الدین کے چھوٹے بیٹے قدر خاں کو اُس کی والدہ نے رکن الدین ابراہیم کا خطاب دیکر تخت پر بٹھا دیا ارکلی خاں بڑا پیٹا اسوقت ملتان میں تھا قدر خاں اگرچہ جوان تھا لیکن امور سلطنت میں بچہ تھا اور اوھر بھائی نے اختلاف ہو گیا۔ تب سلطان علاء الدین کٹر سے لشکر لیکر بدایوں پہنچا اسوقت اسکے ہمراہ چھپین ہزار سوار اور ساٹھ ہزار پیادہ تھے چنانچہ دہلی پہنچ کر تخت چھین لیا اور بادشاہ ہوا اسکے ابتدائی زمانہ سلطنت میں اُسکا بھانجا امیر عمر خاں حاکم بدایوں ہوا پھر امیر عمر خاں گورنر بدایوں اور اُس کے بھائی منگو خاں گورنر اودھ ہر دو نے سازش کر کے سلطان علاء الدین خاں سے بغاوت اختیار کی اور لشکر کشی شروع کر دی اور نواح کے رؤسا کو اپنے موافق کر لیا تب سلطان علاء الدین نے کٹر کے امیروں کو لکھا انہوں نے حسب احکام لشکر کشی کر کے دونوں بھائیوں کو بڑی کوشش سے منسوب کر کے قید کر لیا اور بادشاہ کے پاس روانہ کیا۔ بادشاہ نے قلعہ کے نیچے اول ان دونوں بھائیوں کی آنکھیں نکال ڈالیں اور پھر تخت عذاب سے ہلاک کیا۔ اُس کے زمانہ حکمرانی میں طرغی خان و علاء بیگ سرداران منغل نے تبت سے براہ کوہ ہمالیہ حملہ کیا تھا اُس کی سرکوبی کو ملک مانک پہنچا اور منتخب التواریخ میں ملا عبدالغفار لکھتے ہیں کہ لشکر منغل نے نہت مال و مویشی جمع کر کے کنارہ آب رہب (کالی ندی)

سے گزرنے پر پانچ لاکھ مالک نے تعاقب کیا اور جنگ عظیم ہوئی ہر دو شاہزادہ  
مغل خوب لڑ کر آخر کار قید ہو کر قتل کیے گئے۔ اور ان ہر دو سرداروں کے سر  
قلعہ دہلی کے بدایوں دروازہ پر لٹکا دیئے گئے چنانچہ ایک شاعر نے  
اس زمانہ میں ایک کتبہ لکھ کر ان سروں کے برابر دروازہ قلعہ پر لگایا تھا وہ  
رباعی یہ ہے۔

اے حصن کہ تائیدِ خدا یا رتو باد + فتح و ظفر شاہِ علمدار تو باد  
از تو ملکِ زمانہ سہار تو شد + طرغی چو علا بیگ گرفتار تو باد

اسی کے عہدِ سلطنت میں سمسلی تاج الدین قاضی اودہ بجگم شاہی بدایوں کو عہدہ  
قضا پر تبدیل کیئے گئے۔ اس جنگ مغل خاں کا حال خزاہن الفتوح میں امیر  
خسرو رحمۃ اللہ علیہ نے بھی مرقوم فرمایا ہے۔ بعد ملک عمر خاں کے تارخوں سے  
معلوم ہوتا ہے کہ ملک حمید الدین امیر کو بھی حکومت بدایوں سے کچھ تعلق تھا  
کیونکہ ۶۹۹ھ میں جبکہ سید مولائے بعیت سلطان علاء الدین خلجی دہلی  
سے کوئٹہ کو قتل کر کے بلوہ کیا تھا اور ایک بچہ کو برائے نام بادشاہ قرار  
دیا تھا اسوقت اسی حمید الدین کو ہی نے جو اتفاقاً بدایوں سے دہلی میں  
وار ہوا تھا سید مذکور کو قتل کر کے بلوہ فر دیا تھا۔

ناتھ  
ملک وینار شہنہ پیل

اسکے بعد ملک وینار شہنہ پیل سنہ ۷۱۱ھ میں حاکم بدایوں بعد سلطان علاء الدین خلجی

مقرر ہوا یہ شخص تاریخ صنیاء الدین برنی میں بذیل مصاحبان بادشاہ علاء الدین  
 خلجی مندرج ہے عہد گورنری ملک دینار شخمہ پیل میں بدایوں کا زمانہ تھا  
 اطمینان اور آرام کا تھا کیونکہ سلطان علاء الدین کی سلطنت میں جس طرح  
 امن و امان سارے ملک ہند میں رہا وہ لائق یادگار ہے خصوصاً علاقہ  
 قرب و جوار دہلی میں کہ جہیں بدایوں اور امر وہہ و میرٹھ وغیرہ شامل تھے  
 بہت عمدہ انتظام اور اسباب آسائش مہیا تھے۔ اس عہد و دیت ہند میں  
 عمارات مساجد و قلعہ جات و حوض و بنیاد وغیرہ کہ جنکے کتبہ جات کو ہم مفصل  
 علیحدہ فصل کتبہ جات میں لکھ چکے ہیں کثرت تعمیر ہوئی چنانچہ ستر ہزار ہزار  
 تعمیر کے کام پر اس بادشاہ کے عہد میں کام کیا کرتے تھے۔ اور دودن میں  
 بڑی بڑی تعمیرات قلعہ وغیرہ مکمل ہوتے تھے۔ سلطان علاء الدین خلجی کا انتقال  
 چھ شوال ۷۸۶ھ میں ہوا۔ مشہور ہے کہ ملک کا فوراً زہر اسکو دیا گیا  
 بیس برس تخت سلطنت پر اس نے جلوس کیا۔ اس کے بعد بہہ شہاب الدین غیاث  
 جو چند روز تخت پر بیٹھا اور سلطان قطب الدین مبارک شاہ خلجی کے عہد میں  
 ٹھیک پتہ نہیں معلوم ہوتا کہ بدایوں میں کون گورنر رہا۔ لیکن تاریخ ہند  
 سے استفادہ معلوم ہوتا ہے کہ جب سلطان قطب الدین مبارک  
 میں تخت سلطنت پر بیٹھا تو اس نے ملک دینار شخمہ پیل کو  
 عطا کیا جس سے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس زمانہ تک میر  
 پیل ظفر خاں حاکم بدایوں تھا بعد اسی سنہ میں  
 مبارک شاہ نے ظفر خاں کی دختر سے نکاح کر کے نعلق کا جب ۷۹۲ھ

میں بعد وفات سلطان محمد تغلق کے تخت دہلی پر بیٹھا تو اُس کے زمانہ میں سید محمد  
وسید غلام الدین ہر دو برادران بطور حاکم بدایوں کے مقرر کیے گئے اور ایک  
عصمتہ تک وہ حکمران بدایوں کے رہے۔

۱۷۷۷ء میں کھوکھر مقدم کینٹھل نے جسکو کھوکھر کے نام سے اکثر مورخین نے لکھا ہے  
ہر دو برادران موصوف کی دعوت کر کے اُن کو دغا بازی سے قتل کر ڈالا  
چنانچہ اس خبر کے سننے سے سلطان فیروز شاہ تغلق نہایت برہم ہوا اُس نے  
ملک کٹہر کی جانب جس میں بدایوں بھی شامل ہے بغرض رافع بناوٹ و انتقام  
ساوات مقتول کے اولاً سید خضر خاں جد سلطان غلام الدین بدایونی کو  
روانہ کیا۔ کھوکھر مفسد جانب کوہ بکایوں بھاگ گیا۔

تاریخ فرشتہ میں ۱۷۷۷ء میں لکھا ہے کہ علاوہ سید محمد اور سید غلام الدین کے  
سید محمود کو بھی جو برادر سید محمد کے تھے۔ اس غدر میں کھوکھر نے مار ڈالا تھا  
تب سلطان خود مع فرج برٹار کے کوچ کر کے نواح کٹہر میں یعنی متصل بدایوں  
کے آیا۔ اور حسب فرمان شاہی قتل عام و غارت و اسیری اس دیار میں عمل  
میں آئی ہزار ہا جاہل اس غارت گری میں نذر اجل ہوئے کھوکھر کو جب بھاگ کر  
کوہ کیا یوں کو چلا گیا قریب تیس ہزار آدمی کے گرفتار کیے گئے لیکن برسات  
نزدیک آگئی تھی اس لیے بادشاہ نے مساوت دہلی کو روانہ کیا۔ اور ملک  
داؤد افغان کو سنہل میں واسطے قتل و غارت ملک کٹہر کے معین کیا کہ وہ  
ہر سال کوئی دقیقہ برائی اور خرابی ملک کٹہر کا نہ چھوڑے (منتخب التواریخ میں مجاہد  
ملک داؤد کے ملک خطائے افغان کو ولایت سنہل کا سپرد کرنا اور اس کام

کو انجام دینا لکھا ہے) اور ہر سال یعنی سترہ سال بادشاہ دہلی سے جانب  
کھڑی یعنی سنبھل تک واسطے شکار کے آتا تھا چنانچہ ان سنوات میں ایک جریب  
زمین بھی خرید نہ رہی۔ اور کوئی تنفس رات کو آرام سے گھر میں نہ سوتا  
تھا۔ بعض ان تین سیدوں کے خون کے کسی ہزار ہندو قتل ہوئے اور  
اسی سال آخر یعنی سترہ میں فیروز شاہ نے ایک قلعہ نہایت مستحکم موضع بیولی  
میں کہ جو سات کوس بدایوں سے لکھا ہے تعمیر کیا ہے۔ اور فیروز پور کے نام سے  
موسم کیار علیائے ستم رسیدہ نے اسکا نام احسن پور مشہور کیا اور  
یہ بھی مشہور ہوا کہ اتفاق سے یہ عمارت آخرین عمارت فیروز شاہی ہو  
گئی اور اس کے بعد کوئی عمارت بنا نہ نصیب ہوا تھے کہ داعی اجل کو  
لبیک بکا۔

گزشتہ بدایوں اس قلعہ کو قصبہ بسولی میں بیان کرتا ہے کہ جو اس وقت تکافقی  
ایک بڑا سنگین قلعہ دیران مع بروج موجود ہے۔ اور ان میں کستور  
مراو لوگ رہتے ہیں۔ اور درخت جنگلی خود و بکثرت موجود ہیں اور ایک برج  
کے دیوار غریبی پر ایک بزرگ کی زیارت ہے لیکن منتخب التواریخ میں  
ملاحظہ افادہ اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ سترہ میں مقام موضع بیولی میں  
کہ جو موسمائی کے نام سے مشہور ہے فیروز شاہ نے قلعہ بنایا تھا اور فیروز پور  
نام رکھا تھا اس کے بعد کوئی عمارت نہ بنائی۔ اور لکھا ہے کہ ان ایام میں  
یعنی بوقت تالیف کتاب منتخب التواریخ کچھ اثر اس بنیاد کا باقی نہیں ہے  
الاکچھ خشت ہائے کہنہ اور طرح اور وضع سے اس زمین کے جو بلند رہے

معلوم ہوتا ہے کہ سیوقت یہاں کوئی عمارت بہت بڑی تھی۔ اور عمر سلطان کی اسوقت لڑے سال کو پہنچ گئی تھی۔ اور اس مقام پر ملاعبہ رانقادر مرحوم نے کیا خوب اشعار لکھے ہیں۔

بہشتاوند نو دچوں در رسیدے \* بسا محنت کہ از گیتی کشیدے  
وز انجا چوں بعد منزل رسانی \* بود مرگے بصورت زندگانی  
یہ موضع حکیم محمد اصغر علی خاں ہمارے شفیق کو ترکہ پدری حکیم سعادت علی خاں مرحوم رئیس آؤلہ کے ملا تھا جو اتفاق زمانہ میں قرضہ میں نیلام ہو گیا۔ اب بھی وہاں آثار قلعہ کے پرانے معلوم ہوتے ہیں۔

بعض مورخوں کی جو رائے ہے کہ قلعہ بسولی عمارت فیروز شاہی سے ہے اس قلعہ کی حالت ضرور اس بات کی شہادت دیتی ہے کہ بہت بڑا اور پرانا قلعہ ہے کیا عجب ہے کہ لفظ بسولی اور بسولی میں تینیں خطی ہے اور یہی عمارت فیروزی ہو اور اگر فیروز شاہ کی عمارت نہیں ہے تو بالضرور اہل ہنود وغیرہ کے زمانہ کا بنا ہے اور فیروز شاہ سے بھی بہت پہلے کا بنا ہوا ہے۔

## ناظر ملک قبول خاں

بعد اس پہنگامہ کے سلطان فیروز شاہ نے ملک قبول خاں افغان کو کہ جو قوم شروانی سے تھے حاکم بدایوں مقرر کیا اس ملک کا زمانہ حکومت

ت خاں معلوم ہوتا ہے ۔

خاں نے بیرون قلعہ بدایوں جانب غرب و گوشہ جنوب ایک محلہ  
 یاد کیا کہ جو اسوقت مات قایم اور آباد ہے اور اسی نام سے مشہور ہے ۔  
 یہ سب نہیں ہے ملک قبول خاں اور قبول پورہ کا ذکر مذکور ہے ۔ اسکی  
 علم میں اسوقت تک آباد ہے ۔ میر و اد خاں و میر باز خاں وغیرہ  
 قبول خاں میں زندہ موجود ہیں ۔

## ۲۲۔ خط ملک مہابت خاں

امیر تیمور صاحب قراں نے ہندوستان پر حملہ کر کے فتح کیا تاہم  
 معلوم ہوتا ہے کہ وہ زمانہ سلطنت محمود شاہ تغلق کا تھا اور یہ بادشاہ  
 عین خاندان تغلق سے تھا محمود شاہ کے عہد سے مہابت خاں  
 تھا ۔ اسکے زمانہ میں سید خضر خاں اور دیگر سرداروں نے  
 ب و بے تھے اور خود سر ہو گئے تھے بالآخر جبکہ سلطان محمود شاہ  
 و ان دولت خاں لودی تخت دہلی پر جلوہ افروز ہوا ۔ اور دولت خاں  
 سال میں جانب کٹر آیا ۔ رائے نربہ سنگھ اور دیگر زمینداران ۔ یہ سب  
 جب بمقام پٹالی پہنچا تو اسوقت مہابت خاں بدایونی جو حاکم  
 ایہ خبر سنا کہ دولت خاں سے ملائی ہوا ۔

اُس سال قید ہو کر مارا گیا ۔ اسکے بعد سید خضر خاں بن ملک سلیمان



بادشاہ دہلی کا ہوا۔ خضر خاں نے سال اول جلوس میں تاج الملک کو واسطے خرابی  
 نرسنگ راجہ کپڑے کے پیچھا تاج الملک نے ولایت کپڑے کو براد کیا راجہ نرسنگ کے ہتھیار  
 میں بھاگ گیا اور مہابت خاں حاکم بدایوں بھی اس کی ملازمت میں حاضر ہوا تھا۔  
 بعد ۱۲۸۶ھ میں پھر تاج الملک کو خضر خاں نے جانب کپڑے واسطے گرفتاری نرسنگ  
 دیو کے روانہ کیا۔ چنانچہ اس نے ولایت کپڑے کو دوبارہ تباہ و برباد کر دیا پھر بدایوں  
 آیا اور مہابت خاں سے جو حاکم ہمد فیر وری سے تھا ملا پھر تاج الملک اٹا وہ کو  
 روانہ ہو گیا اور مہابت خاں کو بدستور بدایوں کی حکومت پر چھوڑ گیا۔

بادشاہ دہلی کا ہوا۔  
 راجہ کپڑے کے پیچھا  
 تاج الملک نے ولایت  
 کپڑے کو براد کیا  
 راجہ نرسنگ کے ہتھیار  
 میں بھاگ گیا اور  
 مہابت خاں حاکم  
 بدایوں بھی اس کی  
 ملازمت میں حاضر  
 ہوا تھا۔

اسی سال میں سید خضر خاں نے خود واسطے تنبیہ مفسدان کپڑے کے ارادہ کیا۔ اور  
 دہلی سے روانہ ہوا۔ اول ولایت کول کے مفسدوں کی گوشمالی کی۔ پھر دریائے  
 رسیب رکالی ندی سے گزر کر سنہل کو دیران کیا بدایوں کی طرف پلٹا اور  
 پٹیالی کے پاس سے دریائے گنگا کو عبور کیا۔ اسی اثناء میں مہابت خاں حاکم  
 بدایوں کو ہراس پیدا ہوا اور وہ بدایوں کے قلعہ میں محصور رہا۔ اور چھ ماہ تک  
 لڑائی ہوتی رہی۔ پھر اس اثناء میں بعض امرا مثل تمام خاں و اختیار خاں  
 لودھی اور دیگر خانہ زادگان محمود شاہی نے جو خضر خاں سے ملگے تھے یوفانی  
 کا ارادہ کیا۔ خضر خاں اس ارادہ سے واقف ہو کر جانب دہلی لوٹا۔ اثناء

میں ۲۰۔ ماہ جمادی الاول ۸۸۶ھ کو لکھنؤ مجلس مستعد کی اور اس میں  
 سے اول سب اشخاص کو جنگی طرف سے واپس عذر و یوفانی کا تہ جمع کیا  
 سب کو قتل کر ڈالا بعد دہلی میں پہنچا ۸۸۶ھ میں ۱۴ جمادی الاول ۸۸۶ھ کو  
 خضر خاں مر گیا اور اس کا بیٹا سلطان مبارک تخت نشین ہوا۔ ۸۸۶ھ میں مبارک شاہ

بعد  
 قوم

نے منصب و وزارت ملک سکندر سے لیکر سرور الملک کو عطا فرمایا اور سرور الملک کو واسطے تادیب متمدان ملک کٹہر کے روانہ کیا۔ اور خود عقب میں ولایت کٹہر پر آیا اور تمام مفسدان و رینداران سے باج و خراج حاصل کیا اور خوب سزا دی۔ اور مہابت خاں امیر بدایوں جو خضر خاں سے محصور ہو کر خوب لڑا تھا خدمت میں مبارک شاہ کے حاضر ہوا مبارک شاہ نے اس کو فرمان دیگر ولایت قوم تہور پر روانہ کیا۔ چنانچہ اس نے جا کر بہت سے آدمی قیدی کیے۔ الانتخب التواریخ میں خود مبارک شاہ کا کہوڑ یعنی شمس آباد پر واسطے سزا دی ہو کر ٹھاکروں کے جوڑے سرکش تھے جانا لکھا ہے۔ اور اسی کی تائید اپنی تاریخ میں منشی ذکار اللہ خاں شمس العلماء نے کی ہے اور تاریخ فرشتہ میں بھی مہابت خاں کے مستطیع اُمیدوار حال کہا ہے جو ہم بیان کر چکے۔ باقی حال مہابت خاں حاکم بدایوں کا کسی تاریخ سے نہیں معلوم ہوا کہ وہ کہاں رہا۔

## ناظر ۲۳ ملک چمن

سلسلہ تاریخ سے مفہوم ہوتا ہے کہ زمانہ مبارک شاہی میں میاں ملک چمن الخاطب بغازی الملک جو پوتہ خان جہاں کا تھا حاکم بدایوں مقرر ہوا جیسا مبارک شاہ شہید ۷۰۰ میں بروز جمعہ قریب نماز جمعہ کے سبازش سمیرور الملک وزیر و میراں صدر قاضی عبدالصمد و سدہ پال کھتری و عزیز کے ہاتھ سے دھوکے سے شہید ہوا تب سرور الملک نکاح حرام نے محمد شاہ کو تخت پر بٹھایا

اور یہ محمد شاہ بن فرید خاں بن خضر خاں تھا جسکو مبار شاہ نے متبے کیا تھا۔ جب یسند آرا کے سلطنت ہو آ تو اس نے سرور الملک کو خطاب خان کہاں کا دیا سرور الملک نے امرائے قدیم کو بر طرف کر کے سرائیں دینا شروع کیں۔ گویا خود بادشاہی کرتا تھا اور بادشاہ مثل کٹھ پتلی کے اس کے ہاتھ میں تھا۔ اسوقت چند اشخاص مبارک شاہی و خضر خانی نے جو جاگیر دار تھے مثل ملک سپہن حاکم بدایوں و ملک الداد لودی حاکم سنبھل و غیرہ نے سرور الملک کے علیحدہ کرنے کی سازشیں شروع کیں۔ سرور الملک نے خان اعظم سیدیاں اور سدارن اور اپنے لڑکے یوسف کو کمال الملک کے ساتھ روانہ کیا کہ وہ دفع فساد اور سزا دہی مفسدان کی کرے جب یہ ارادہ اسکا پایا تو وہ بہ اطمینان اپنی قیام گاہ پر آیا۔ سرور الملک کو جب یہ خبر ہوئی کہ کمال الملک بھی میری طرف سے برگشتہ ہے۔ تب اس نے ملک ہشیار اپنے غلام کو بہت سا لشکر دیکر روانہ کیا کہ وہ حفاظت یوسف اور سدارن کی کرے۔ اس اثناء میں ملک چمن نزدیک ملک الداد کے آیا۔ سدارن اور ملک ہشیار خوف کھا کر جائب دہلی بھاگ گئے۔ کمال الملک نے ملک الداد و ملک چمن اور دوسرے اپنے موافق سرداروں کو طلب کر لیا اور بہت سے لوگ ان کے ساتھ جمع ہو گئے۔ ۳۰ رمضان المبارک کو دہلی روانہ ہوئے سرور الملک قلعہ دہلی میں محصور رہا اور تین ماہ تک دوسرے سردار کمال الملک کے شریک ہوتے رہے اور جو لوگ قلعہ میں محصور تھے اپنی نہایت درجہ رسد و غیرہ کی تکلیف پہنچائی۔ سلطان محمد شاہ کو سرور الملک کا باغی ہونا یقین ہو چکا تھا اور وہ یہ جاننا تھا

کہ میں خود ہی کمال الملک کے پاس چلا جاؤں سرور الملک یہ ارادہ پا کر درجہ قتل  
ہوا اور ۸۔ محرم ۳۸۰ھ کو بڑی جمعیت سے ہمراہی پسران میراں صدر کے مسلح ہو کر  
محل شاہی میں واسطے قتل بادشاہ کے گیا۔ سلطان چونکہ ہمیشہ اس سے خائف  
ہو کر جماعت کے ساتھ ہوشیار رہتا تھا اس نے اپنے ملازمان کو اشارہ  
قتل سرور الملک کا کیا۔ چنانچہ ملازمان سلطانی نے سرور الملک کو قتل کر ڈالا۔  
پسران میراں صدر بھی مارے گئے ملک ہشیار اور ملک مبارک کو خطاب  
خانی و منصب وزارت عطا کیا گیا اور ملک چمن کو غازی الملک کا خطاب دیا  
اور ملک الہ داد نے خود خطاب قبول نہ کیا مگر اپنے بھائی کو دoria خانی کا خطاب  
دلوایا۔

خان اعظم سید خاں کو خطاب مجلس عالی کا دیا گیا۔ اور ملک چمن حاکم بدایوں  
کو امر وہیہ کی جاگیر اضافہ میں دی گئی ملک چمن کا زمانہ شروع عہد سیم  
علا الدین بادشاہ حاکم بدایوں تک رہا ایک مقبرہ ملک چمن کا بیرون فصیل  
قلعہ جانب غرب واقع ہے جسکو بعض مورخوں نے اس کی قبر ہونا لکھا ہے  
اور شان مقبرہ اور پختہ بادلی وغیرہ سے ظاہر ہے کہ ضرور وہ کسی حاکم کا مقبرہ  
ہے اور عام روایت کے بموجب چمنی بی بی فاروقی کا مزار شہر ہے مگر  
تاریخ سے اس کی شہادت نہیں ملتی۔

۲۴

سید علا الدین بادشاہ دہلی و حاکم بدایوں

سوائے ملک بہلول کے سب امرائے بیعت کی اور بعض مورخوں نے لکھا ہے کہ بہلول نے بھی بیعت کی۔ اس بادشاہ کے مزاج میں اپنے باپ سے بھی زیادہ سستی تھی اور نہایت خائف رہتا تھا۔ جب تخت نشین ہوا تو شہ میں بیانہ کا دورہ کیا اثنائے راہ میں غلط خبر اسکو پہنچی کہ بادشاہ جو بنور بقصد دہلی کے آتا ہے علاء الدین اس خبر کو سنکر فوراً دہلی واپس ہوا ہر چند حسام خاں وزیر نے سمجھا یا کہ اسقدر خوف ظاہر نہ کیجئے غلط خبر پر واپس ہونا دلیل حاقت ہے الا بادشاہ نے اُس کی گفتگو پر بخش ظاہر کی پھر سب نے بادشاہ کو سست و خفیف العقل جاننا شروع میں بادشاہ بدایوں گیا۔ اور وہاں کی آب و ہوا اُس کو ایسی مرغوب ہوئی کہ مدت تک وہیں قیام کیا اور جب دہلی آیا تو وہیں کا دم بھرتا تھا اسکی سستی اور غفلت شکاری سے تمام ہندوستان میں طوائف الملوکی ہو گئی۔ اسکے وزیر حسام خاں اور حمید خاں تھے حسام خاں نے بدایوں جانے سے مانعیت کی لیکن بادشاہ نے ۷۵۲ھ میں قصد بدایوں کیا اور اپنے ایک خسر پورہ کو شہنہ دہلی اور دوسرے کو امیر کوہی مقرر کر کے خود بدایوں پہنچا۔ اسکا مشیر رائے پرتاب تھا جسکے مشورہ سے بادشاہ نے حمید خاں وزیر کو قید کر دیا کیونکہ رائے پرتاب سنگ کے باپ کو فتح خاں پدر حمید خاں نے مار کر اُس کی بی بی کو اپنے قبضہ میں کیا تھا لہذا اُس کو بدلہ لینے کا موقع اس سلسلہ میں بادشاہ کے زمانہ میں ہاتھ لگا اب اُس رائے پرتاب نے بادشاہ کو مشورہ دیا کہ اگر حمید خاں قتل کر دیا جائے تو بادشاہ کے ماتحت بہت صوبے ہو جائیں گے۔ بادشاہ نے قتل کا حکم دیدیا

مگر حمید خاں کے بھائیوں نے کسی تدبیر سے اُس کو رہا کر کے دہلی پہنچا دیا اگرچہ شیخ جمال نے تعاقب کیا مگر مارا گیا۔ حمید خاں دہلی میں جا کر نہایت غضب سے محرم شاہی میں گھس گیا اور سب مال و اسباب لیکر عورتوں اور لڑکیوں کو سر ہرہنہ بنے اُبرو کر کے اخراج کر دیا۔ الابر شاہ نے باوجود اس خبر متوحش کے حس و حرکت نہ فرمائی اور برسات کا بہانہ کر کے روانگی دہلی کو ملتوی رکھا۔ اور دونوں خسرو پورہ بادشاہ کے دہلی میں قتل ہوئے۔ پھر اس نے حسام خاں عمدۃ الممالک کو بھی جو اسکا نہایت ہوا خواہ تھا اور ہمیشہ حق بات کہتا تھا۔ وزارت سے برخواست کر دیا۔ تب حسام خاں اور حمید خاں وزیران ممالک نے اتفاق کر کے ملک بہلول کو طلب کیا اور تخت دہلی پر اُس کو بٹھایا۔ اُس نے خطبہ اپنے نام کا پڑھ لایا۔ پھر ملک بہلول نے ایک عرضداشت سلطان علاء الدین کو لکھی کہ میں فرمانبردار ہوں اور یہ تردد واسطے ہوا خواہی حضور کے کیا ہے۔ سلطان علاء الدین نے اُس کے جواب میں لکھا کہ میرے والد مرحوم سلطان محمد شاہ نے تجھ کو فرزند ہی میں لیا تھا۔ تجھ کو کچھ سروکار بادشاہی سے نہیں ہے صرف بدایوں پر قانع ہو کر سلطنت دہلی تجھ کو دیتا ہوں سلطان بہلول اسوقت دیپال پور میں تھا پس اس فرمان کے پہنچنے سے بلا جنگ و نزاع کے دہلی کا مالک ہو گیا سلطان علاء الدین بدایوں پر مع پرگنہ جات متعلقہ کے قابض رہا دریا کو گنگا کے کنارہ اور خیر آباد سے اس طرف دامن کوہ تک حکمرانی کرتا تھا باقی اطراف میں سکھ و خطیبہ بہلول کے نام کا جاری تھا۔ ششہ میں سلطان علاء الدین اس دار فانی سے عالم جاودانی کو رحلت کر گیا۔ مدت سلطنت

سات سال چند ماہ تھے اور مدت حکومت بدایوں اٹھائیس سال تک رہی اور اس کی قبر اسکی والدہ مخدومہ جہاں کے مقبرہ میں جو متصل سرائے میراں اثنار راہ شیخوپور میں واقع ہے معلوم ہوتی ہے عوام میں مشہور ہے کہ جو قبر حضرت شاہ ولایت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بن میں ہے وہ اسکی ہے مگر یہ صحیح نہیں ہے قصبہ اعلیٰ پور اسکا آباد کیا ہوا ضلع بدایوں میں موجود ہے اور مشہور یہ ہے کہ سرائے میراں سید حیدر اسکے پسرنے آباد کی ہے اسکی والدہ مخدومہ جہاں کے مقبرہ کے حالات سے اُسکے کتبہ جات کے علیحدہ درج کر چکے ہیں جس سے ناظرین کو مفصل حال معلوم ہوگا اس بادشاہ پر خاندان سادات کی سلطنت ختم ہوئی جبکہ آغاز سید خضر خاں سے ہوا تھا۔ بعد وفات سلطان علاء الدین کے اُسکا داماد سلطان حسین شاہ جو پور اور اٹا وہ میں حکومت کرتا تھا اور دہلی کے فتح کی تدبیر کر رہا تھا اُس کی رسم تعزیت کے جیلے سے اپنی خواہش پور اکریکا موقعہ پا کر فوراً بدایوں کو روانہ ہوا بظاہر اس سفر کی غرض تعزیت بادشاہ تھی مگر باطن میں اُس کی وراثت پر قابض ہونا مقصود تھا۔

یہ ایک آسان کام تھا مگر اُس نے سخت سیر و تی کر کے سلطان علاء الدین کی اولاد سے بدایوں کو لے لیا اور مبارک خاں پسر تارا خاں حاکم سنبھل کو منقید کر کے جہت نکال دیا اور ہاتھی وغیرہ ساتھ لیے اور روانہ دہلی ہوا چنانچہ پہلوں سے ایک مدت تک یہ مقابلہ رہا اور سلطان حسین کو بوجہ کثرت فوج غلبہ رہا بعد صلح کر کے واپس ہوا تھا اسی اثنا میں بوجہ غفلت و نلے پرواہی سلطان حسین

کے اُسکی فوج پر بہلول نے شبنون مار کر تباہ کر دیا اور بہلول بعد فتح بدایوں بھی آیا اور کچھ روزہ مقیم رہ کر دہلی روانہ ہوا الغرض شاہ جو پندرہ سے اور بہلول سے ۲۶ سال تک محاربات اور مشاجرات ہوتے رہے۔ انجام کار ۳۷۵ھ میں مستقل طور پر جو پندرہ صوبہ دہلی اور ماتحت شاہ دہلی ہو گیا بہلول نے مانک پور شاہ عالم خاں کو بہرائچ اپنے بھائی شیخ محمد قلی عرف کالا بہاؤ کو اور صوبہ لکھنؤ اعظم ہمایوں اپنے پوتے کو اور بدایوں مخم خاں کو جو ایک مستبر امیر اور بادشاہ کا خویش تھا عنایت فرمایا۔

## ماظ ۲۵

### بازید خاں بن بہلول لودھی

بعد وفات سید علاء الدین بادشاہ کے ۳۸۵ھ میں حکومت بدایوں بھی سلطان بہلول کے قبضہ میں آگئی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جب شاہ حسین شرتی داماد سید علاء الدین سو سو روپے بھیکہ تغزیت اپنے خیمہ کے بدایوں کو خسر پورہ سے حکومت چھین لی اور پھر بہلول لودھی نے شاہ حسین شرتی کو خیال دیا تو بادشاہ نے خواجہ بازید خلعت اکبر کو جسکو ۵۷۵ھ میں اپنا جانشین دہلی میں کر کے خود اطرائت و جوانب کو بغرض دفع شر مفسدان روانہ ہوا تھا شروع ۳۸۵ھ میں ساکم بدایوں کر دیا چنانچہ تاریخ فرستہ اور منتخب التواریخ سے واضح ہے کہ تقسیم ملک بہلول نے اپنے آئین ۳۸۵ھ میں کی تو پھر خواجہ بازید



پدر اعظم ہمایوں اس سے پیشتر اپنے ایک خدیو نگار کے ہاتھ سے مارا گیا تھا اس لیے بدایوں  
 خانجہاں کو جو امرائے معتبر سے تھا عطا کیا جس سے صاف ظاہر ہے کہ بدایوں اس  
 خواجہ بایزید پدر اعظم ہمایوں اسوقت حاکم بدایوں تھا اور اس کے مارے جانیکے بعد  
 خانجہاں کو بدایوں کا حاکم کیا۔

اس بایزید کے عہد میں ہجر جنگ ہائے سلطان حسین شرقی کوئی خاص واقعہ نہیں ہوا۔

## ناظر ۳۶ :- خانجہاں خاں

۳۶ھ میں سلطان ہلہول نے خانجہاں لودھی کو جو امرائے معتبر بن اور شہ داران  
 سلطان سے تھا امیر بدایوں کیا۔ اور یہ شخص ہمایوت درجہ فیاض اور محنتی تھا چنانچہ  
 اسکی سخاوت اور فیاضی کی حکایتوں میں ایک یہ حکایت بھی شیخ رزق اللہ مثانی  
 نے اپنی کتاب واقعات مثانی میں لکھی ہے اور اسکو اپنی تاریخ میں ایسٹ حکما  
 نے جلد چہارم صفحہ ۳۸ و ۳۹ میں نقل کیا ہے ہم بھی اس موقع پر اسکا اعادہ کرتے  
 ہیں۔ ایک شخص میاں لاڈن دانشمند ساکن بدایوں اس کے عہد میں تھے ایک روز  
 صبح کو میاں بندگی میاں لاڈن دانشمند خاں چہاں سے پاس گئے خان نے  
 دریا دنت کیا اسقدر صبح آپ کیوں تشریف لائے ہیں تو انہوں نے جواب دیا کہ  
 میں نے آج صبح کچڑی کھانا چاہا چونکہ گھر میں کچڑی بلد ملیا نہیں ہو سکتی تھی اس لیے  
 میں نے خیال کیا کہ کسی امیر کے یہاں ملے گی اسوقت آپ کا خیال آیا اور فوراً  
 آپکی خدمت میں حاضر آیا خان نے کہا کہ میں کچڑی کبھی نہیں کھاتا ہوں اور

قسم کے طعام موجود ہیں اگر آپ کچھڑی پسند فرماتے ہیں تو وہ پکوادی جائیگی میاں  
 نے جواب دیا کہ وہی وقت یہاں بھی پیش آئی جب کچھڑی طیار ہوگی وقت  
 کھانے کا جاتا رہیگا خان نے کہا کہ جب تک کچھڑی تیار ہو میں کچھ شیرینی بانار سے ابھی منگواؤ  
 دیتا ہوں آپ تناول فرمائیں شیخ نے کہا بہت خوب۔ مگر ملازم سے کہہ دیجئے کہ وہ روپیہ  
 لیکر میرے پاس آئے اور میں اُسکو ہایت کر دوں کہ کیا چیز لاتے۔ انرض آدمی  
 روپیہ لیکر میاں پاس آیا تو میاں نے کہا کہ یہ روپیہ مجھے دیدادہ جادو تم کچھڑی  
 طیار کر دو۔ الفصہ جب کچھڑی پک گئی اور میاں اُسکو ختم کر چکے یعنی تناول  
 فرما چکے تو فرمایا کہ خاں ہننے کچھڑی بہت کثرت سے کھانی اب مجھکو بالکی میں سوار  
 ہونا اور اُس کی حرکت برداشت کرنا بہت دشوار ہے خانجہاں نے دریافت  
 کیا کہ آپ کے پاس کوئی گھوڑا نہیں ہے جواب دیا کہ جو گھوڑا بُری طرح چٹنا ہے  
 وہ بالکی سے بدتر ہے اور میرا گھوڑا سخت بد قدم ہے خان نے کہا کہ میں آپکو  
 گھوڑا اسیا بستہ قدم دوں گا جو نہایت عمدہ چٹنا ہے میاں نے خوش ہو کر کہا  
 کہ میں ایسے گھوڑے پر کیوں نہ سوار ہوں اگر دستیاب ہو۔ خان نے اپنے  
 ملازم کو حکم دیا کہ اسطبل سے جا کر نہایت عمدہ رہوار خوش رفتار ابھی لے آ  
 ملازم فوراً ایک عمدہ گھوڑا اسطبل سے لایا صرف گردنی اُسپر پڑی تھی حکم خان میاں  
 کے حوالہ کیا گیا میاں نے کہا کہ کھانا زیادہ کھانے کی وجہ سے میں نے  
 شکایت بالکی میں سوار ہونے کی کی اب اور زیادہ معصیت پیش آئی  
 کیونکہ میں گھوڑے کی برہنہ پشت پر نہیں چڑھ سکتا ہوں۔ خان سُکرا یا  
 اور زین کے واسطے حکم دیا فوراً گھوڑے پر زین رکھا گیا۔ میاں نے دریافت

کیا کہ یہ گھوڑا کیا کھاتا ہے تو معلوم ہوا کہ مٹر اور شکر خام اور روغن زرد۔ سیان  
 نے کہا کہ غریب آدمی کو یہ چیزیں کہاں مہیا ہو سکتی ہیں پس ان چیزوں کے  
 بھی دیتے جانے کا حکم فرمایا جاوے چنانچہ حکم ہو گیا۔ پھر کہا کہ حبیب یہ زمین پُرانا  
 ہو جائیگا تو ایک نئے زمین کی ضرورت ہوگی اور عرف گیر و گردنی وغیرہ کی بھی  
 حاجت ہوگی۔ چنانچہ ان چیزوں کے بھی ملنے کا حکم ہو گیا تب کہا کہ یہ مجھے بڑی  
 دشواری ہوگی کہ سائیس کو ہر روز گھوڑے کی خوراک آپکے ہاں مانگنے کو پہنچوں  
 یہ آپکی بڑی مہربانی ہوگی کہ ایک موضع عنایت فرمایا جاوے کہ جسکی آمدنی  
 سے یہ سب اخراجات مہیا ہو جاویں۔ یعنی تنخواہ سائیس۔ گھوڑے کی خوراک  
 زمین و گردنی اور گھانسیں۔ چنانچہ یہ درخواست بھی منظور ہوئی۔ اور ایک  
 موضع ضلع بدایوں میں عطا ہوا اور بعد ازاں اجازت جانے کی حاصل کی  
 اور یہ کہا کہ میں نے کھانا کھایا گھوڑا اور گائوں بھی ملا۔ مگر پالکی اٹھانیوں کی  
 جو مجھے یہاں تک لائے کچھ نہ ملا اس پر کچھ رقم نقد ان کو عطا ہوئی بالآخر سیان  
 رخصت ہوئے۔ خان جہاں لودی کی فیاضی کی یہ ایک مثال ہے۔ اس  
 حکایت کی نقل کے بعد انگریزی موزن لکھتا ہے کہ ”مشرقی حکومت کی حالت  
 سابق سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مالگداری جو بہت سے اشخاص سے لجائی تھی  
 کس طرح لوگوں کو بغیر مشقت لٹادی جاتی تھی جو شخص اس سے مستفید ہوتا  
 تھا وہ مجبور اور ناعاقبت اندیشی زائد کی طرح آئندہ کی امیدوں میں  
 زندگی بسر کرتا تھا، مگر ہمارے نزدیک یہ امر افسوسناک کی حالت پر اعتبار  
 کے صحیح نہیں ہے اس فائدہ میں بھی بہت سے حکمران ایسے ہیں کہ نہ کسی خیالات کے

پابند اور مولویوں اور پادریوں اور برہمنوں کو بڑی سیٹھنی سے مالا مال اور باندہ  
وز نقد و خلعت واسپ و فیصل وغیرہ عطا کرتے ہیں اور اُسکو وسیلہ نجات  
اخر دی جانتے ہیں۔

پیشتر جبکہ بہلول لودی غننے بغاوت ملتان فر کرنے کو جاتا تھا تو خاں جہاں خاں  
اور اُسکے باپ کو اپنا نائب کر کے دہلی میں چھوڑ گیا تھا۔

جب سلطان حسین شرقی سے موضع پتوارہ پر بہلول سے جنگ ہوئی تو خان جہاں خاں  
موصوف نے درمیان ہو کر صلح کرادی تھی۔

جب سلطان بہلول اطراف دہلی میں انتظام شاہ حسین شرقی کر رہا تھا اسوقت جفر  
انتقال خان جہاں خاں کی پہونچی سلطان نے اُس کی جگہ اُسکے پسر حسین خاں کو  
خطاب خان جہاں خاں کا مکہ دیکر اُسکے باپ کی جگہ قائم رکھا۔ جب حسین شرقی  
کو شکست ہوئی تو بمقام قنوج سلطان بہلول نے حسین شرقی کی بی بی خوزہ  
و دختر شاہ علاء الدین خضر خانی کو بھی گرفتار کیا اور کمال عزت اور عصمت سے  
رکھا اور جو پندرہ دانہ ہو کر اُسکو فتح کیا اور بار بک تہا انے بیٹے کو حاکم جو پندرہ کر دیا  
اور کاپی میں اپنے پوتے خواجہ اعظم ہایوں کو اپنا قائم مقام کیا اور ملک کی اسطرح  
تقسیم کر دی۔ بار بک شاہ کو جو پندرہ عالم خاں کو کٹرا۔ شیخ محمد غفر ملی عرفت  
کا لاپٹا کو بہڑا بیچ۔ اعظم ہایوں کو لکنؤ۔ خان جہاں خاں کو بدایوں۔  
دریا خاں لودی کو سنبھل۔ بیسے خاں کو کول۔ مبارک خاں لوبانی کو کیٹ  
راے پرتا۔ ساکو بھو گاؤں۔ نظام خاں کو دہلی۔ اور بعد اس انتظام سکے  
بہلول ۸۹۴ھ میں رحلت کر گیا۔

سلطان بہلول کے لڑکے تھے۔ بایزید خاں المصطفیٰ سکندر شاہ۔ بابر شاہ  
 مبارک خاں۔ عالم خاں معروف بہاؤ شاہ علاء الدین۔ جمال خاں۔ میاں  
 یعقوب۔ فتح خاں۔ میاں موسیٰ۔ جلال خاں۔

## اور امراءے بہلول حسب ذیل ہیں

قطب خاں پسر سلام خان۔ خان جہاں خاں لودھی۔ مبارک خاں لوبانی۔  
 احمد خاں میوانی۔ احمد خاں سیستانی۔ شیخ محمد قمر علی عرف کالا پہاڑ۔  
 جانجناں لوبانی۔ جوئے خاں پسر غازی خاں۔ ملک چمن بنیہ جانیہاں۔  
 عا د الملک اقبال خاں۔

## ناظر

### میاں ضیاء الدین

جب سلطان بہلول کا انتقال ہو گیا تو اسکا خلف اکبر سکندر لودھی بجائیت  
 خان جہاں خاں لودھی کے بادشاہ دہلی ہوا۔ اسکے زمانہ میں انگریزی مونیخ گریٹر  
 دیالوں میاں ضیاء الدین کو حاکم بدایوں تخریب کرتا ہے اور یہ بھی کہتا ہے  
 کہ مالگزار می سرکار بدایوں کی میاں ضیاء الدین اور اسکے بھائی میاں  
 زہر الدین کے باہم جو دہلی میں رہتے تھے تقسیم ہوتی ہتی۔

اس گورنر کے عہد میں سلطان سکندر لودی سے اور اس کے بھائی بارکب شاہ سے لڑائیاں ہوئیں شیخ قزلی کا لاپہاڑ وقت مقابلہ کے قلعہ پر کھڑے ہوئے چنانچہ بارکب شاہ حملہ آور ہوا اور بہت سخت جگہ کر کے گرفتار ہوا چنانچہ سلطان سکندر کے سامنے پیش ہوا تو سلطان نے نہایت اعزاز فرمایا اور کہا کہ تو بجا میرے باپا کے ہے ایسا مجھ سے بڑا و ذکر ناچاہیے۔ شیخ قزلی کا لاپہاڑ لے گیا کہ ایک گھوڑا بچھکودے کہ حق پدہری ادا کروں۔ چنانچہ اُس کو گھوڑا دیا گیا اور وہ سوار ہو کر فرج بارکب شاہ پر حملہ آور ہوا اور اُس کو شکست دی۔ بارکب شاہ بھاگ کر بدایوں کے قلعہ میں گھس گیا اور کچھ مدت جنگ کرتا رہا آخر تنگ ہوا اور صلح کر کے سلطان سکندر نے اُس کو ہستورہ حاکم جو پورہ کر دیا لیکن اپنے معتد مصاحب اُس کے ہمراہ کر دیئے تاکہ بغاوت نہ کرے۔

۱۷- ذی قعدہ ۹۲۳ھ کو سکندر لودی نے آگرہ میں انتقال کیا۔ اُس کے بعد اُس کا بیٹا سلطان ابراہیم جانشین ہوا۔ اس کے زمانہ میں بغاوت ہو گئی اور بدایوں جزو سلطنت شرقی کا جو دریا خاں لوہانی نے قایم کی تھی ہو گیا۔ کوئی خاص حال بھوکو کسی معتبر نہ رہا۔ اس زمانہ میں حاکم بدایوں کون رہا۔ پہر جب سلطنت دہلی خاندان تیموریہ میں آئی اور اُس کا آغاز عہد بابر میں ۹۳۳ھ سے ہوا اور اُس وقت خاندان لودی کا اکل خاتمہ ہو گیا۔ اب یہاں سے ایک جدید زمانہ شروع ہوتا ہے کہ جس میں گورنران بدایوں کا کچھ ذکر کسی تاریخ سے نہیں ملتا۔ ہمایوں ۹۳۵ھ میں اپنے باپ بارکب جانشین ہوا۔ دس سال تک اس پر سخت مہیبت رہی۔ آخر شیر خاں سیر نے اُس کو

نحال دیا اور ہندوستان میں خاندان سور کی حکومت قائم ہوئی جو ۹۶۱ھ تک رہی۔ اس زمانہ میں بھی بدایوں کے حاکموں کا کچھ ذکر کسی کتاب میں نہیں ملتا البتہ ابراہیم سور نے محمد عادل شاہ کے وقت میں جو بغاوت اختیار کی تھی اور اُسکی مدد پیچھے خاں گورنر سنبھل نے کی تو بدایوں میں شاہی فوج بغاوت فرو کرنے کے واسطے گئی تھی اور انکو پسپا کر دیا تھا۔

ابراہیم سور نے پہلی پر قبضہ کر لیا جب ہمایوں ۹۶۳ھ میں واپس آیا اسوقت تک ان صوبجات میں اسن نہیں تھا۔

## ماہنامہ قبر دیوانہ

ہمایوں بادشاہ نے ۹۶۲ھ میں قبر دیوانہ کو جو ایک عجیب الخلق آدمی تھا حاکم بدایوں مقرر کیا۔ اس نے فوج سنبھل میں پہنچ کر ایک جمیعت کثیر قائم کی اس اثنا میں بادشاہ نے علی قلی خاں کو گورنر سنبھل مقرر کیا تو یہ دیوانہ کہتا تھا کہ سنبھل بروڑن سنبھل اور علی قلی خاں کی مثال ایسی ہے کہ گائوں کیسیکا اور درخت کیسیکا۔

قبل اسکے کہ علی قلی خاں سنبھل میں تھے قبر بدایوں آیا اور وہاں سے لوٹ کر نولج کاٹ اور گولہ میں جو اس پر آئے شاہجہاں پورہ میں ہیں گیا۔ اور رکن خان افغان سنہ ۱۰۱۰ھ میں پانی اور قصبہ ملا نوال تک قابض ہو گیا۔ بعدہ پھر افغانوں نے انی ہوئی اور قصبہ شیکہ ست کھار بدایوں واپس آیا اور اس

لڑائی میں بہت سے آدمی اسکے مارے گئے۔ یہاں آکر اس نے ظلم کرنا شروع کیئے کیسکا مال کیسکی دختر جبراً لے لیتا تھا علی قلی خاں نے ہر چند اسکو اپنے پاس بلایا لیکن یہ نہ گیا اور یہ کہتا تھا کہ میں مصاحبت خاص بادشاہ سے رکھتا ہوں نہ کہ تو۔ میرا سرتاج شاہی سے تو ام ہے۔ آخر علی قلی خاں فوج لیکر بدایوں گیا اور قلعہ بدایوں کا محاصرہ کیا۔

قبر دیوانہ اُسوقت بھی ملے اعتدالیوں سے باز نہ آیا اور اہل شہر پر اور بھی زیادہ ظلم کرنے لگا تمام اہل شہر اُس سے ناراض تھے۔ اس محاصرہ میں یہ مورچوں پر بوجہ بے اعتمادی شہر کے خود پھرتا تھا۔ اور اتہام قلعہ داری خود کرتا تھا۔ باوجود اس دیوانگی کے ایسی سمجھ تیز رکھتا تھا کہ ایک مرتبہ ادھی رات کو ایک خالی مکان بقال میں گیا اور اپنے کان زمین پر لگا کے اور وہاں سے کچھ قدم آگے چلکر پھیلوٹا اور بیلداروں کو بلایا اور کہا کہ میرے کان میں آواز آتی ہے اس زمین کو کھودو جب بیلداروں نے زمین کو کھودا تو وہاں ایک سُرنگ پائی جو علی قلی خاں نے باہر قلعہ سے لگائی تھی۔ الغرض اس نے اپنی خرم و ہوشیاری سے اُسوقت نجات پائی بقول شخصہ

”دلِ جیشی کو خواہش ہو تمہارے گھر کے جانیکی؟ دوانہ ہی ولیکن بات کہتا ہی ٹھکانے کی“  
 ملا عبدالقادر منتخب التواریخ میں تحریر فرماتے ہیں کہ جن لوگوں نے اُس سُرنگ کو دیکھا تھا وہ کہتے تھے کہ قلعہ کے ہر طرف سے دیوار قلعہ کی بنیاد پانی تک پہنچتی ہوئی تھی اور لوہے کی سلاخیں اور لٹھے ساکو کے نیوا میں پڑے تھے لیکن صرف اس مقام پر جہاں سُرنگ لگائی گئی تھی خالی پایا تھا۔ پھر مسکنائے شہر نے



علی قلی خاں کو یہ پیغام بھیجا کہ فلاں رات کو فلاں برج کی طرف سے حملہ کیا جاوے  
اور ہم سپر ہی اور کمانڈر سے مدد کریں گے تاکہ فوج قلعہ میں آ جاوے۔ چنانچہ ایسا ہی  
ہوا کہ شیخ حبیب اللہ بدایونی جو شاہ ہیرا کا بر شہر سے تھے اور دیگر شیخ زادگان  
فاروقی نے جو رشتہ دار شیخ سلیم چشتی فقیہی رحمۃ اللہ علیہ کے تھے جمع ہو کر  
اُس دروازہ سے کہ جہاں شیخ فتح اللہ چشتی کا مزار ہے۔ علی قلی خاں کی  
فوج کو داخل قلعہ کر دیا۔ انہوں نے شہر میں آکر آگ لگا دی۔ اُس وقت قنبر دیوانہ  
شہر سے بھاگ کر باہر آیا اور مثل گیدڑ کے پکڑ لیا گیا۔ جب روپر علی قلی خاں  
کے پیش ہوا اُس وقت بھی علی قلی خاں نے فرما بندوبست کرنے کا اشارہ کیا تاکہ  
جان بخشی کیجا دے مگر یہ دیوانہ جسکے سر میں بوئے نخت سائی ہوئی تھی  
اُس وقت بھی لاف و گراف کے ساتھ پیش آیا تب علی قلی خاں نے اسکو  
قتل کر کے سر اسکا مع عرضداشت خیرت ہمایوں میں بھیج دیا۔ بادشاہ  
دلیس اس خانہ جنگی سے ناراض ہوا مگر بظاہر کچھ نہ کہا۔ یہ دیوانہ اپنی حالت  
گورنری میں یہ کہا کرتا تھا کہ ”مال خدا کا اور جان خدا کی اور قنبر دیوانہ ہے  
باورچی خدا کا“ اور جس سال اسکا کام تمام ہوا ملک میں سخت کال پڑا ہوا تھا  
اتفاق سے اُسی سال یعنی ۱۷۶۳ء ربیع الاول ۱۱۸۳ھ کو بادشاہ ہمایوں زینہ سے  
گریز رحلت کر گیا جسکی تاریخ وفات ۱۱۸۳ھ مولانا قاسم کا ہی نے اس طرح  
لکھی ہے۔

ہمایوں بادشاہ ملک مستی نہ ارد کس چو بادشاہ و گر باد  
زیادہ جو افتادہ ناگہ درال عمر عزیزش رفت برباد

پتے تاریخ اور کا ہی رسم زندہ ہایوں باوشہ از بام اُفتاد  
 قبر دیوانہ کی لاش بدایوں میں دفن ہوئی۔ ملا صاحب لکھتے ہیں کہ اس کی  
 قبر بدایوں میں مشہور و موجود ہے۔ اور گزٹیر بدایوں میں لکھا ہے کہ اس نے  
 درجہ کے لوگ اسکی قبر پر بہت دنوں تک نذر و نیاز چڑھایا کرتے تھے۔ اہ  
 مولف کے زمانہ میں اسکی قبر کا ٹھیک پتہ نہیں معلوم ہوتا۔

۴  
 ملا صاحب  
 تاریخ  
 بدایوں

## ناظر ۲۹ میر مرتضیٰ المتخلص بہ عسکری

بعد قتل قبر دیوانہ کے میر مرتضیٰ جو سادات دو عباد سے تھے اور امرائے مستقر  
 خان زماں یعنی علی قلی خاں حاکم سندھ سے تھے کچھ مدت تک حاکم بدایوں  
 رہے۔ ملا عبد القادر نے اپنی منتخب التواریخ کی جلد ۳ میں شعر کے ذیل میں اسکا  
 تذکرہ کر کے حکومت بدایوں کا کچھ مدت اسکے تصرف میں رہنا لکھا ہے چنانچہ  
 انکے حال میں مذکور ہے کہ یہ شخص نہایت خوش اخلاق و خوش طبع تھا اور  
 کبھی کبھی شعر بھی لکھتا تھا چنانچہ منتخب التواریخ میں ملا صاحب نے اُن کا  
 ایک شعر لکھا ہے جو یہ ہے۔

بیل بہ شب آں سگِ خوخاب ندارد از نالہ و فریاد صفان کہ تو داری

## ناظر ۳۰ قاسم علیخان بقال

اس شخص کا نام قاسم علی ولد جیدر بقال تھا۔ خدا کی قدرت سے اس کو منصب اور خطاب خانی عطا ہوا اور ۹۹۹ھ میں حکومت بدایوں اس کو تفویض کی گئی۔ یہ شخص شاعر بھی تھا اور عطاری تخلص کرتا تھا۔ باشندہ آگرہ تھا۔ ملازم ابو فی نے منتخب التواریخ کی جلد سوم میں بذیل شعر اس کا تذکرہ اس طرح لکھا ہے جس کو ہم مجتبہ نقل کرتے ہیں۔

قاسم علی ولد جیدر علی بقال بد اصلی وغرور وکر میں مشہور تھا اور اپنا قریشی ہونا کہتا تھا۔ یہ بات مقر ہے کہ جب کسی کا نسب نہ ہو تو وہ قریشی نسب بخانا ہے۔ اپنی مجلس میں وہ باپ کے آنے سے عار کرتا تھا۔ لہذا اس کا باپ کہتا تھا کہ تجھ کو ذلیل کرنے کو میں اپنی دکان پر جو آگرہ میں بیٹھوں گا اور سیوہ اور بھون بیچوں گا ہر ایک سے بلا دریافت کہو گنا کہ تم جانتے ہو کہ قاسم علی خاں میرا پسر صلبی ہے پھر دیکھو گنا کہ تو اس کو مار ڈالے گا۔

اور لکھا ہے کہ کسی نے قاسم علی کے باپ سے پوچھا کہ تمہارے کتنے بیٹے ہیں اس نے کہا کہ آٹھ اس تفصیل سے ۵

دوازن است و دوازی بی و دوازی ہر دو و دو کو دگر کہ دوازی بی است نے از من قاسم علی رکبین میں صاحب جمال تھا اور مجلس میں پڑھتا تھا آخر خلیفہ خلیفہ الزمانی کا ہوا اور امیر اعتبار کامل ہو گیا پھر رتبہ خانی پر پہنچا اور یہ مثل سچ ہوئی کہ کسی شخص نے ایک شخص سے کہا کہ سنئے سننا ہے کہ فلاں کو خان کر دیا اس نے کہا کہ خوب ہوا وہ مردک اسی قابل تھا اس کا شعر بھی ملائے نقل کیا ہے وہ

یہ ہے بیت

اور اچھو طفلگان خطکی و سواد کے ۛ باآں خط و سواوک خود اعتقاد کے  
 (مؤلف) ہمارا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ملا صاحب کو اس شخص سے نہایت درجہ  
 ملال تھا کیونکہ جو شعر انتخاب کیا ہے وہ لایینی و بیعنی ہے جس سے استعداد  
 علمی کا حال قاسم علی نقال کا بخوبی معلوم ہو جاوے و اگر نہ خلیفہ ہو کہ ایسا شعر  
 قرین قیاس نہیں۔ پھر ملا صاحب کہتے ہیں کہ اس مدت اکیس سال  
 میں کہ فقیر نے اُس کو چند مرتبہ دیکھا ہے کبھی شیخی اور لاف سے خالی نہ رہتا  
 تھا اور اُستادوں سے زبردستی اپنی لیاقت کو تسلیم کرتا تھا اور  
 گردہ قبول میں انکار کرتے تو نکال دیتا تھا۔ اور شیخی سے بجز سخن پروری اور  
 اَلْکَلَامُ لَفْظُ وَضِعٍ لِمَعْنٰی مَضِیضٍ دیکے زیادہ نہ پڑھا تھا۔ اور سلیقہ شعر گوئی  
 اشعار سے واضح ہے۔ بدیث ماسوئے آب مائل و حمام جائے ماست ۛ  
 حمام خانہ ایست کہ خام از برائے ماست۔

اسکی ایام حکومت کا ایک بڑا مشہور واقعہ آتشزدگی کا کہا جاتا ہے کہ جس سے  
 تمام شہر جل گیا تھا۔ اور مشہور ہے کہ جامع مسجد کا گنبد بھی اُسی آتش  
 کے صدر سے سر بسجود ہو گیا تھا جسے دوبارہ قطب الدین خاں کو کر کے عہدیں

ۛ چارے زمانہ میں ایک لائے تیل ہشتاد الملقب اُستاد تخلص بجز ساکن مراد آبادیوں میں  
 اہلہ کلکڑی تھے شاعرہ میں اُن کے اشعار سی قسم کے ہوتے تھے اور وہ اپنے آپ کو شاگرد شیدائے غم  
 مانع کا زمانے تھے چنانچہ اردو کا شعر کا بلور نور و مضمون شہر مذکورہ بالا ہی سکونم یہاں نقل کرنا مناسب سمجھتے ہیں۔ شعر  
 غسل خانہ کی میں دیوار بلا شک مبتلا ۛ مگر چھٹا کر یہاں آ کے وہ عریاں ہو گئے

اُسکے بیٹے نے تعمیر کرایا۔

ملا صاحب منتخب کی جلد دوم میں اس انتشار و گی کا حال اس طرح لکھتے ہیں کہ اس سال یعنی ۱۰۹۹ھ میں بدایوں میں بہت بڑی آگ لگی استغریٰ ہندو مسلمان جملہ کہ شمار ان کا نہیں ہو سکتا ہے اور چھوٹے بھر بھر کر لاشیں ندی میں ڈالتے تھے اور معلوم نہیں ہوتا تھا کہ یہ شخص مسلمان ہے یا ہندو اور جو بعض آدمی جلنے سے بچے تو وہ فصیل تلے پر چڑھ گئے مگر مشعلہ آگ سے جو ان کے قریب تک پہنچی تھی تمام عورات اور مردوں نے اپنے آپ کو دیوار سے بچنے گرایا کہ جسکی وجہ سے وہ لنگڑے اور زخمی ہو گئے۔ اور پانی اُس آگ پر ڈالا جاتا تھا تو شل روغن کے کام دیتا تھا۔

ملا عبد القادر یہ بھی لکھتے ہیں کہ میں نے یہ واقعہ اپنی آنکھ سے دیکھا۔ اور لکھتے ہیں کہ قبل اس واقعہ کے ایک مجدد وب میان دو آب سے بدایوں میں آیا تھا اور میں اُسکو اپنے مکان پر لایا جس سے ہر روز نہ مجالست رہتی تھی ایک روز خلوت میں مجھے کہا کہ اس شہر سے باہر چلے جاؤ میں نے کہا کہ کیوں اُس نے کہا تھا شاخہ اکا یہاں ظہور پائیگا۔ چونکہ وہ خراباتی تھا اس وجہ سے مجھے اسکی بات پر یقین نہ ہوا۔

اسی مقام پر ملنے یہ شعر لکھا ہے۔

پہ پرسی از بدایوں و احوال پریشانش + آیات عذاب النار نازل گشتہ در شانش  
بعده قاسم علیاں بقال کا لپی کا حاکم ہو گیا اسکے بعد یہ نہیں معلوم ہوتا کہ بدایوں  
اسکا حاکم کو کیا ہوا۔ اگر کے بعد میں کانٹا دگوں شامل سرکار بدایوں کیسے گئے ہیں

ان دونوں جگہ کا ایک ہی حاکم سمجھا جاتا تھا۔ قاسم علی خاں بقال کی نسبت سوائے گزنیٹر بدایوں کے اور کسی نے اسکا حاکم بدایوں ہونا نہیں لکھا مگر منتخب میں لفظ قرب جاگیر بدایوں لکھا ہے جس سے وہاں کا جاگیر دار ہونا خیال کیا گیا۔

## ناظر اس نواب فرید خاں فاروقی

اکبر شاہ ۱۵۵۷ء میں فوت ہوا اسکے بعد چند برسوں کا حال نسبت حاکمان بدایوں معلوم نہیں ہوتا جب جہانگیر تخت نشین ہوا تو یہ بات مشہور عوام ہو کر اُس نے نواب فرید خاں فاروقی کو حاکم بدایوں کیا۔ جو حضرت بابا فرید گنج رحمتہ اللہ نہائے علیہ کی اولاد سے تھے اور شیخ خیر کو کہ نواب قطب الدین خاں کے بیٹے تھے۔ جو جہانگیر و شاہ کے رفاہی بھائی تھے اور آپ کو خطاب نواب محترم خان بہادر کا عطا ہوا تھا۔ اور ایک محلہ شیخ پورہ قلعہ سے جانب غرب متصل سو تھہ دروازہ آباد تھا۔ اُس محلہ میں اور نیز اندرون قلعہ فاروقی بکثرت آباد تھے۔ اب شیخ فرید کی اولاد موضع شیخ پور میں جو بدایوں سے جانب جنوب و وکیل کے فاصلہ پر دیہائے سوت کے دوسرے کنارہ پر ہے اور جہاں ایک قلعہ بنا ہوا ہے آباد ہے۔ ان کے زمانہ میں کوئی خاص تاریخی واقعات نہیں ہوئے جو تحریر کیے جائیں۔ ان کا مقبرہ عالیشان شیخ پور میں متصل دیہائے سوت بنا ہوا ہے۔ اور اٹھارہویں صدی میں اکبری میں بادشاہ نے جب لاہور کو روانہ ہوا تو ایک حکم راجہ جسونت سنگھ کو لکھا کہ شیخ فرید ولد

قطب الدین خاں کو کہہ کر ان کا انتظام دار اختلاف سپرد ہوا ہے ان کے آگے تک ہمارا جہ  
منتظم رہے۔

## حالات و رہائش گاہیں سرکار بدایوں

سنہ ۱۰۳۸ء میں جب شاہجہاں تخت نشین ہوا تو اس نے اپنے عہد سلطنت میں  
صدر مقام بریلی کر دیا اور لفظ سرکار کا بدایوں سے علیحدہ ہو گیا۔ اس کے  
زمانہ میں تین حاکم بدایوں میں ہوئے۔ عہد اللہ خاں۔ نانا کا چند۔ نندو خاں  
اور عہد عالمگیر میں احمد اللہ شاہ کو حاکم کیا تھا جس نے بغاوت اختیار کی اور  
اس کی گونہالی نواب مالیر کو بلایا اور پھر نانا احمد خاں حاکم رہا۔  
اس کا کچھ حال مفصل نہیں معلوم ہوا لہذا سنہ ۱۰۳۹ء میں بھی بالاختیار لکھنیا۔ نندو خاں  
نے البتہ دیہاتے سوت کا پل متصل زیارت حضرت شاہ ولایت رحمۃ اللہ علیہ  
کے سنہ ۱۰۳۹ء میں مستحکم پختہ بنایا تھا جب وہ شکست ہو گیا تو اس کی جگہ پر فتح خان  
خاں شاہان نے زمانہ عہد اسی رہیلہ میں پل بنایا اور وہ بھی شکست ہو گیا  
اب اس کی جگہ پر کارمیکل صاحب بہادر گلکٹر نے سنہ ۱۰۴۰ء میں پل جدید بنایا جو  
اب تک موجود ہے۔

عہد سلطنت امیرنگ زریب عالمگیر میں جو سنہ ۱۰۴۰ء سے شروع ہوتا ہوا اختراع  
کی جاوید تبدیلی ہوئی بدایوں اور سنبھل۔ وہاں کھنڈ قدیم کھنڈ میں شامل ہو گیا۔  
راتے مکرند راتے جدید گورنر وہاں کھنڈ مقرر ہوا اور اس کا صدر مقام بریلی ہوا۔  
پھر جب عالمگیر نے انتقال غزل و فصب کیا تو سنہ ۱۰۴۱ء میں راتے مکرند راتے کو

بگالہ کا حاکم کیا۔ اسکے بعد عنایت خاں دفتر دار خالصہ کو خلعت دیکر فوجدار لکھ  
پریلی مقرر کیا۔ پھر شہنشاہ میں صالح خاں ولد اعظم خاں کو لکھ کو خدمت  
فوجداری دیووانی بریلی مقرر فرمایا اور سعد الدین اس کے لڑکے کو بھی اسی  
وقت خلعت دیا۔

اورنگ زیب کا انتقال - چغتائیہ کا زوال

### اورنگزیوں کا اقبال

افغان جنہوں نے بدایوں میں حکومت کی وہ دو قسم کے تھے۔ ایک سبیلہ  
پٹھان کہ پھر کے۔ اور دوسرے بگش پٹھان ماتحت حاکم فرخ آباد۔ اولاً  
بگش افغانوں کا عروج ہوا۔ مثلاً وہیں فرخ سیر بادشاہ نے  
محمد خاں بگش کو ریاست بھوج پور شمس آباد مرحمت فرمائی اور  
بوجہ اُن خرابیوں کے جو فرخ سیر کو اپنے آخر زمانہ میں پیش آئیں  
اُس نے محمد خاں کو خود مختار کہے خطاب نوابی عطا فرمایا۔

محمد خاں نے فرخ آباد کو اپنے آقا کے نام سے مشہور کیا اور اپنے آقا کے  
انتقال کے بعد جو ۱۲۳۰ھ میں ہوا اس نے پرگنہ جات بدایوں اور  
اوسہنت پر قبضہ کر لیا۔ محمد شاہ کے عہد میں ۱۲۳۰ھ میں بوجہ اُس خدمت  
کے جو محمد خان نے انجام دی تھی اُس کو بادشاہ نے منصب ہفت ہزاری  
مع سات ہزار سوار و خلعت و شصت لکھ روپیہ نقد عطا ہوتا کیا اور خطاب  
غضنفر جنگ کا عطا فرمایا۔ اور پرگنہ جات بھوج پور شمس آباد جواب



ضلع فرخ آباد میں شامل ہیں بطور جاگیر عنایت ہوئے۔ پھر اسی سال  
میں صوبہ دار الہ آباد مقرر کیا اُس وقت اُسکے ماتحت عامل اس طریقہ پر تھے  
الہ آباد کا حاکم سہو سے خاں چیلہ بھنڈا۔ ہر۔ اور کاپلی کا حاکم دہبر خاں چیلہ۔  
اور جالون میں کمال خاں۔ اندھو ج پور میں نیک نام خاں چیلہ شمس آباد  
کا دادو خاں چیلہ۔ اور بدایوں اور سہسوان اور مہرا آباد کا شمشیر خاں  
چیلہ۔

## شمشیر خاں چیلہ نواب محمد خاں بنگش عامل بدایوں

۱۲۳۵ھ مطابق ۱۸۱۷ء سے لغایت ۱۲۴۵ھ یعنی ایک سال تک بنجانب  
نواب محمد خاں بنگش شمشیر خاں چیلہ حاکم بدایوں و سہسوان و مہرا آباد  
کا مقرر ہوا۔

اور واضح رہے کہ نواب محمد خاں کو محمد شاہ بادشاہ نے اپنے جلوس کے پہلی سال  
صرف پرگنہ بھونچ پور اور شمس آباد بطور جاگیر کے دیا تھا اور وہی اصلی  
ریاست محمد خاں کی تھی مگر اُس نے بوجہ طوائف الملوک کی اپنے زور بازو سے  
بہت سے علاقے قبضہ میں کر لیے تھے۔ چنانچہ کسی شاعر نے یہ قطعہ اسکی حوالہ  
حکومت کی بابت مرقوم کیا ہے۔

۱۲۵۰ھ سہسوان بدایوں میں اور مہرا آباد ضلع شامپاں پور میں شامل ہیں۔

قطعه۔ میان دو آب و میان دو کافہ شدہ حاصل ملک جملہ سائن  
 شود قبضہ کول و کولہ حدود و بدیریا کے گنگ و جمن انصراف  
 اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قریب نصف ضلع بدایوں اور ایک پرگنہ ضلع  
 شاہجہاں پور یعنی مہر آباد اسکے قبضہ میں تھا۔ اور تاریخ فتح آباد میں  
 سر ولیم آرون صاحب کلکٹر نے لکھا ہے کہ آنولہ جو باگیر عمدۃ الملک امیر خاں  
 میں تھا وہ بھی قبضہ حکومت مجنفاں میں آگیا تھا۔ شمشیر خاں چیلہ کے  
 قبضہ میں کچھ دنوں قبل موسیٰ نگہ بلور اکبر پور شاہ پور و قونج بھی رہے  
 تھے۔ ایک مرتبہ ابو المنصور خاں صفدر جنگ فیض آباد سے دہلی کو جاتے ہوئے  
 پاپا سگھاٹ واقع پرگنہ بلور سے گنگا اترے۔ شمشیر خاں نے کہا کہ جنگ  
 اُس نقصان کی بابت جو فضلوں کو پہنچا ہے معاوضہ نہ دیا جاوے تب تک  
 میری حدود ریاست میں صفدر جنگ کے غنمے کھڑے ہوں یہ حکم شمشیر خاں  
 کا صفدر جنگ کو بہت ناگوار گذرا اُس نے فوراً اس مضمون کا خط لکھ کر  
 فتح آباد کو نواب محمد خاں کے پاس بھیجا

نواب نامدار سلامت۔ شمشیر خود را در میان بکن و گردن آب نخواہد ماند  
 محمد خاں نے جواب ترکی بہ ترکی لکھا کہ۔ نواب نامدار سلامت۔ میں شمشیر  
 مردان و معرکہ میدان بے خون چشیدہ بمیان نمی آید۔ صفدر جنگ نے  
 یہ جواب پا کر شمشیر خاں سے مقابلہ کرنا چاہا لیکن اُس کے مشیروں نے رائے  
 نہ دی اور کہا کہ بادشاہ کی ناخوشی کا سبب ہوگا۔ اور نیز آپ غنیا بہت  
 تو مشہور ہوگا کہ ایک چیلہ سے لٹے تھے اور اگر شکست ہوئی تو ہمیشہ کو

یونانی کلواغ رہیگا۔ چنانچہ وہ وہاں سے دہلی کو روانہ ہو گیا۔ شمشیر خاں کے اشارہ سے راہ میں اسکی فوج کا اسباب لوٹ لیا گیا۔ اسید پور سے لکھنؤ کے حکام ٹھوڑا خاں کے خاندان سے ملال رکھتے تھے اور شمشیر خاں کی مہر پر یہ الفاظ کنہ تھے بگزار ای محمد آب شمشیر۔ بعد وفات قایم خاں کے جو بھگٹ ہوئے ان میں شمشیر خاں بھی شریک تھا۔ اور وہ بظلمت پانچ چیلوں کے تھا جو گرفتار ہو کر دہلی بھیجے گئے تھے۔ ان میں شمشیر خاں دھلی میں مارا گیا۔ اس کے پانچ بیٹے تھے۔

حسن علی خاں۔ رحم علی خاں۔ عمر علی خاں۔ کاظم علی خاں۔ رسول علی خاں۔  
اس نے ایک قصبہ شمشیر گنج اپنے نام سے بیور ضلع میں پوری میں آباد کیا۔

## حالات حکومت افغانہ روہیلہ

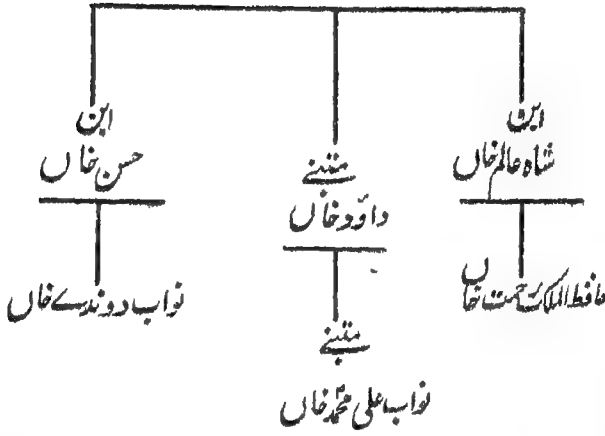
بعد شاہ جہان بادشاہ کے بعد عالمگیر حکومت سرکار سنہ ۱۰۷۱ بمطابق ۱۶۶۰ء کی نواب غفلت اللہ خاں کو سپرد ہوئی تھی۔ اور یہ نواب غفلت اللہ خاں مولوی عصمت اللہ خاں بنیرہ عبدالقادر فاروقی لکھنوی کے تھے۔

اس خاندان میں حکومت چار عالمگیر سے تا زمانہ محمد شاہ بادشاہ رہی۔ افغانہ روہیلہ جو کہ ہستان شمالی کابل و نیشاپور کے رہنے والے تھے وہ مدت سے ان اطراف و جوانب یعنی سرکار سنہل و بدایوں میں آ کر ملازمت زمینداران میں رہا کرتے تھے اور زر کثیر اور جم غفیر رکھتے تھے۔ القصبہ زمانہ حکومت نواب غفلت اللہ خاں میں افغانہ

ملازمت نواب میں تھے۔ روہیلہ افغانان کا شجرہ اس طرح ہے۔

### شجرہ

سورث اعلیٰ شہاب الدین خاں



پس ناظرین پر واضح رہے کہ داؤد خاں متنبے شہاب الدین خاں کا تھا اگر اکثر اہل تواضع نے اسکو متنبے شاہ عالم خاں پسر شہاب الدین خاں کا کہا ہے۔ ہمارے نزدیک یہ کوئی اختلاف نہیں کیونکہ زمانہ ہردوک واحد ہے۔ اس لئے ملک کٹہر میں اگر ملازمت راجہ کیا لوں کی اختیار کی اگر پاس واسطہ پناہ و امن و راحت بغول افغانہ نے جنگو الوش کہتے ہیں بوجہ داؤد نادری آئنا شروع کیا اور ملک کو حسب عادت غارت گری سے تباہ کر کے روپیہ جمع کیا۔ چنانچہ داؤد خاں ایک جماعت کثیر کا سردار ہو گیا۔ اسکا بیٹا نواب علی محمد خاں تھا اکثر تاریخوں میں یہ کہا ہے کہ مولد اسکا موضع پانکولی واقع قصبہ کا بنہر توابع سرکار سبھل تھا اور وطن سکنی اسکا موضع

بیولی تاج سرکار بدایوںؒ جو متصل بیولی پرگنہ ستاسی ہو۔  
 خدا کی قدرت ہے کہ اس لڑکے کو جو بہت کم سن تھا مگر اس کے چہرہ سے  
 آثار کیا ست و جلالت نمایاں تھے اور مصداق اس شعر کے تھا۔ شعر  
 بالائے سرش ز ہوشمند می + می تافت ستارہ بلند می  
 داؤد خاں نے جبکی جاگیر میں چند دیہات پرگنہ ستاسی کے تھے اور اُسے  
 ترقی حاصل کی تھی۔ اپنی تنہیت میں لیکر پرورش کیا اور علی محمد خاں نام  
 رکھا۔ اکثر مورخوں نے علی محمد خاں کو نو مسلم کہا ہے۔ مگر نواب کلب علی خاں  
 بہادر مرحوم و مغفور جنبت آشتیاں دالیئے ریاست رام پور نے جو اسکی  
 اولاد میں تھے۔ اپنی کتاب میں سادات سے اسکا نسب ملا یا ہے۔ واللہ  
 اعلم بالصواب و عندہ ام الکتاب۔

داؤد خاں برخلاف نواب عظمت اللہ خاں کے راجہ کمایوں کا ملازم ہوا  
 جب نواب موصوف نے مراد آباد سے واسطے گوشتالی راجہ کمایوں کے  
 عزم کر کے کاشی پور و روہ پور میں جو دامن کوہ میں علدار می راجہ مذکور ہیں  
 واقع تھے لشکر پہونچا یا اور لائی شروع ہوئی اسوقت داؤد خاں وغیرہ  
 جھداران قوم افغانہ تاب مقاربت نہ لائے اور بھاگے راجہ نے یہ یقین  
 کیا کہ یہ لوگ نواب موصوف سے سازش کر گئے ہیں پس اُس نے مکر و جملہ  
 سے داؤد خاں کو مع ہمراہیوں کے بالائے کوہ طلب کیا اور دھوکہ سے داؤد خاں  
 کو مع ہمراہیان کے مار ڈالا۔ علی محمد خاں اس عرصہ میں جو فوج و جمعیت داؤد خاں  
 اور دیگر پٹھانوں کی دامن کوہ میں باقی رہی تھی اسکو اپنے ہمراہ لیکر نواب

عظمت اللہ خاں کی خدمت میں حاضر ہوا اور ملازمت نواب موصوف کی اختیار کی۔ نواب نے بطور فرزند کے اُسکے ساتھ شفقت فرمائی اور ہر روز اُسکا درجہ بڑھایا۔ کچھ عرصہ تک نواب موصوف کے ہمراہ رہا اور ہر روز اُسکی رزقتی ہوتی جاتی تھی اور افغانہ کثرت سے اُس کے مطیع ہوتے جاتے تھے چنانچہ اُس کے پاس اسباب امارت جمیا ہو گیا تو بعد ایک مدت حکومت پر گئے آنولہ وغیرہ بنجانب عظمت اللہ خاں نواب علی محمد خاں کے سپرد ہوئی۔ جب نواب موصوف کا انتقال ہو گیا تو احمد خاں ہردمی کو سرکار مراد آباد کی حکومت تفویض ہوئی۔ اسوقت بھی عامل موصوف کی طرف سے حکومت پر گئے جاتے آنولہ وغیرہ علی محمد خاں کی بحال رہی۔ رفتہ رفتہ چوٹے چوٹے جاگیر دار جو پر گئے آنولہ وغیرہ میں تھے انکی املاک پر علی محمد خاں متصرف ہوا۔ اور آنولہ کو اپنا مسکن کیا۔ قدرے قلیل روپیہ جاگیر داروں کو دیتا تھا۔ تھوڑے عرصہ میں بوجہ بد انتظامی سلطنت دہلی کی بہت سی سپاہ افغانہ وغیرہ علی محمد خاں کے پاس جمع ہوئی۔ اس عرصہ میں جب نادر شاہ بادشاہ ہندوستان پر حملہ آور ہوا اور بعد فتوحات واپس گیا اسوقت حکومت فوجداری مراد آباد بنجانب بادشاہ ہرند نامی تعلق تھی۔ اُس نے چاہا کہ علی محمد خاں کی جمعیت کو پریشان کر کے اُس کے اقتدار حکومت کو گھٹائے تو اولاً علی محمد خاں نے پیغام صلح دیکر بہت کچھ عاجزی کی۔ چونکہ ہرند کا پیغام اہل قریب تھا اُس نے غرور و نخوت سے سخن صلح کو نہ سنا۔ آخر الامر علی محمد خاں علی الباج جنگ کے لیے ہرند کے لشکر پر بمقام پر گئے بلاری کنارہ دریا سے ارل جاگے چونکہ ہرند

خواب غفلت میں تھا۔ علی محمد خاں نے ہر سند کو مع اُسکے پسر کے دو خیمہ پر  
 قتل کیا۔ اور تمام لشکر اُس کا تباہ و غارت ہو گیا۔ دلیر خاں اور عبدالبنی خاں  
 جو فوجدار۔ بیدلی کے تھے اور ہرنندہ کی کمک کو اُن کے تھے اُنہوں نے بڑی  
 مردانگی سے مقابلہ کیا اور علی محمد خاں کے لشکر سے بہت لوگوں کو مارا۔ آخر  
 یہ ہرنندہ و بھائی اُس سے ہٹ کر ہیں جاں بحق ہوئے۔ اب علی محمد خاں کو یہ فتح غیر مستحکم  
 حاصل ہوئی۔ اُس کی شوکت و عظمت المضاعف ہو گئی اور تھوڑے دنوں میں  
 اُس نے تمام اطراف و جواب کو از سنگ تا بگنگ یعنی کوہ ہمالیہ سے لے کر  
 تادیب کے گنگ اپنے قبضہ قدرت میں کر لیا۔ اور تمام زمینداروں کو جو  
 دامن کوہ میں تھے برباد کر کے اور بہت ٹانوں کو شکست کر کے اسلام کو سناج  
 کیا اور بہت سی مساجد و دازل و خانقاہیں تعمیر کرائیں۔ اور ہر چار طرف  
 سے گروہ علماء و فقرا و صلحا و عجمہ اُس کے پاس حاضر آتے اور ہر مذہب و جاگیر پاتے  
 تھے۔ چنانچہ سب ملک کشمیر اُسکے قبضہ میں آگیا تب منجا سب محمد شاہ بادشاہ کے  
 علی محمد خاں کو منصب شش ہزاری اور خطاب نوابی و تقارہ عطا ہوا۔ اسوقت  
 تمام سرداران شاہی اور دیگر زمینداران اطراف و جواب کو ترک و حذر  
 اُسکے جاہ و مرتبہ پر ہوا اور سب اُمرا اُسکے زوال امارت کی فکر میں رہتے  
 تھے لیکن کوئی تدبیر کارگر نہ ہوتی تھی۔ آخر مال بہت و ہتھم جلیوں محمد شاہ  
 بادشاہ میں بدترکیب نواب ابوالمنصور خاں صفدہ جنگ کے محمد شاہ بادشاہ  
 خود روپیوں کو اخراج کرنے کی غرض سے روانہ ہوا اور دریائے گنگ  
 کو رام گھاٹ سے عبور کر کے صفدہ گنگ میں پہنچا اور علی محمد خاں اپنے مقام

آنولہ کو چھوڑ کر قلعہ بن گٹھ میں جو بدایوں سے چار پانچ کوس ہے مقیم ہوئے۔ اس ہم ہمیں وزیر اعظم قمر الدین خاں چین بہادر بھی بادشاہ کے ہمراہ تھا۔ وہ صفدر جنگ کی کارروائی سے ناخوش تھا اور علی محمد خاں کا طرفدار تھا اور اس لڑائی میں امرامندار وزیر الملک نواب قمر الدین خاں اور نواب صفدر جنگ و نواب امیر خاں و نواب قایم خاں بگشش والی فرخ آباد شکر شاہی کے ہمراہ تھے اور نواب فصیح الدین خاں عرف فصیح اللہ خاں مرحوم پیر و ادو مولف رسالہ ہذا بھی جو منصب و وہزاری اور پانصد سوار ہی کے تھے اس موقع پر بادشاہ کے ہمراہ دہلی سے اپنے وطن بدایوں کو تشریف لائے تھے۔ بدایوں پہونچ کر امرائے موصوف مہل شکر شاہی سوت ندی کے کنارہ پر خیمہ زن ہوئے اور علی محمد خاں سے مقابلہ ہوا۔ نواب علی محمد خاں چند روز تک مقام بن گٹھ میں قلعہ بند رہے لیکن برابر توپ گولہ سے لڑتے رہے۔

آخر شہسایم صلح کا نواب موصوف نے بھیجا اور وزیر الملک قمر الدین خاں چین بہادر نے اس کی سفارش کی اگرچہ نواب ابوالمنصور خاں صفدر جنگ نہیں چاہتا تھا کہ علی محمد خاں کی خطا معاف ہو لیکن بادشاہ کو خاطر وزیر اعظم کی منظور تھی وزیر اعظم قمر الدین خاں چین بہادر نے علی محمد خاں کو اپنے ساتھ بادشاہ کے روپرو دھال سے ہاتھ باندھ کر پیش کیا اور عفو تقصیر چاہی۔

بادشاہ نے قصور معاف کر کے بہت مہربانی فرمائی اور اپنے ہمراہ علی محمد خاں کو دہلی لے گیا اور اس ملک کی صوبہ دار بنی۔ نواب معین الدین خاں و فرید الدین خاں پسران نواب عفت اللہ خاں مراد آبادی کو مقرر کیا۔



اس عرصہ میں حکیم کرن راجپوت جو کہ سرگروہ باغیان ملک کٹھن کا تختہ دار اسلام  
 پسر نور الدین خاں گویا موسیٰ کے ہاتھ سے جو بعد میں الدین خاں ناطق  
 بریلی کا ہوا تھا مارا گیا۔ قصہ جب بادشاہ دہلی پہنچا تو اس نے بوجہ سفارش  
 وزیر قمر الدین خاں کے نواب علی محمد خاں کو حاکم سرہند کر کے روانہ کیا۔ نواب  
 مدوح نے سرہند پہنچ کر بہت سے مسندوں کو تہ تیغ کیا اور بہت سی  
 جمعیت فراہم کی اس زمانہ میں احمد شاہ درانی ولایت افغانستان سے  
 جانب سرہند پہنچا اور اس نے اس نواح کو ویران کر کے قتل عام سرہند تک  
 کیا۔ بادشاہ نے مصلحت وقت سے یہ خیال کر کے کہ افغان بادشاہ شفق نہیں  
 علی محمد خاں کو سرہند سے دوسرے صوبہ کو بھیج دیا تھا۔ علی محمد خاں نے  
 موقع پا کر اپنی پڑائی ریاست آئندہ کی طرف رخ کر دیا اور سرہند پر احمد خاں  
 درانی سے اور فوج شاہی سے جو دہلی سے گئی تھی جسکے افسر قمر الدین خاں  
 چچن بہادر مع اپنے پسر میر منو میں الملک اور نواب نظام الملک آصف جاہ  
 صفدر جنگ کے تھے اور خود شاہزادہ احمد شاہ پسر محمد شاہ انکی ہدایہ  
 میں موجود تھا متواتر لڑائیاں ہوئیں۔ چنانچہ بہت بڑی جنگ کے بعد  
 اتفاقاً ایک روز جب کو قمر الدین خاں بہادر بعد نماز بصلے پر بوجہ صدمہ گولہ  
 مارا گیا۔ مگر اس کے پسر میں الملک اور نواب آصف جاہ نظام الملک نے  
 اس وقت جاہ بیچ الاولیاء ایک سخت حملہ درانی پر کیا جس میں احمد شاہ  
 شکست ہوئی مگر شاہ اپنے ساتھ وقت واپسی علی محمد خاں کے ہوا و سپہ  
 سسی عبداللہ خاں و فیض اللہ خاں کو قندہار لیے چلا آیا

اب یہاں علی محمد خاں نے سمجھا کہ اٹک کے جو ضلالت میں قید تھے وہ بھی نکل گئے  
پس اس نے ہر چار طرف اپنا سکہ جمانا اور ملک و بانا شروع کیا۔

اس اثنا میں محمد شاہ بادشاہ کا انتقال ربیع الثانی سال ۱۱۰۰ھ میں ہو گیا۔ تب  
نواب علی محمد خاں بفرغت تمام ملک کٹہر کا حاکم بن گیا۔ اور کچھ عرصہ حکمرانی کر کے  
آخر عازم عالم جاوداتی ہوا۔ اس نے اپنے مرنے سے پیشتر حافظ الملک کا فطرحت خان

کو بلا کر اپنے پسران نابالغ سعد اللہ خاں و عبد اللہ خاں کو ان کے سپرد کیا اور  
چاہا کہ حافظ الملک کام کرے اور لڑکوں کی پرورش کرتا رہے لیکن حافظ الملک نے

علی محمد خاں کی پگڑی سعد اللہ خاں اُسکے پسر کے سر پر جوہشت سالہ تھا اپنے  
ہاتھ سے رکھی اور اُس کو سردار بنایا۔ اس ایام میں روہیلوں کی حکومت

ملک کٹہر میں بدستور قائم رہی۔ جب محمد شاہ کا انتقال ہو گیا تو سال ۱۱۰۰ھ میں علی محمد  
کے مرنے سے کچھ قبل وفات نے بھی پٹا لکھایا احمد شاہ بجاۓ محمد شاہ تخت

نشین دہلی ہوا اور نواب منصور جنگ بہادر ساکن وزیر مقرر ہوا۔ نواب موصوف  
کو افغانہ سے قلبی نفرت اور قدیم عداوت تھی اُس نے واسطے استبصال اس

قوم کے یتیم بیرسچی کہ نگش کو روہیلہ سے لڑانا چاہیے ایک فرمان منجاب  
بادشاہ بنام نواب قایم خاں پسر نواب محمد خاں نگش متوفی کے بمقام فرخ آباد

مہیجا کہ حکومت ملک کٹہر عطا کی جاتی ہے تم روہیلہ افغانوں کو اُس ملک کی  
حکومت سے علیحدہ کر دو اگرچہ قایم خاں دلسے اپنے ہم قوم پٹھانوں سے لڑنا

نہیں چاہتا تھا مگر محمود خاں آفریدی نے جو مدار الہام ریاست نواب نگش  
کا تھا قایم خاں کو اسے دی کہ حکومت کٹہر ہاتھ میں لیجئے اور روہیلوں کو خالی کر دے

اُس کے مشورہ سے نواب موصوف نے معظم خاں برادر محمود خاں موصوف کو  
بلور نیابت روانہ آنولہ کو کیا۔

معظم خاں نے حافظ الملک حافظ رحمت خاں سے یہ پیغام نواب بنگلشس کا  
پہنچایا کہ تم حکومت ملک کٹھر سے دست بردار ہو جاؤ اور ہم اپنی طرف سے  
شعنہ وغیرہ مقرر کریں گے اسوقت حافظ رحمت خاں نے بمشورہ بخشی سردار خاں  
و فتح خاں خالسا ماں و نواب دوند سے خاں یہ مناسب سمجھا کہ بجا نہا بیوہ  
علی ٹھہر خاں ایک ملتسہ نواب قایم خاں کو پہنچاواوے اور سید احمد خاں المشورہ  
شاہ جوبسیاں جو اولاد سید علی توندی رحمۃ اللہ علیہ مشہور بہ پیر بابا سے تھے  
مع تین چار علماء وقت کے بطور سفارش اُس ملتسہ کے ہمراہ جائیں اور معذرت  
واسحاق واسطے چھوڑ دینے ملک کٹھر کے کریں تا رخ فرخ آباد میں لکھا ہے کہ  
سید صاحب موصوف نے قایم خاں کے روبرو یہ امر ظاہر کیا کہ ہم سید آل بنی  
ہیں آپ ہماری وجہ سے بیوہ علی ٹھہر خاں اور نابالغ لڑکوں پر حملہ نہ کیجیے اور ملک  
اُن کا نہ بیجیے اور چادر اُس بیوہ کے پاؤں پر رکھی نواب قایم خاں نے یہ جواب  
دیا کہ بخشی محمود خاں سے جاکر کہیے اُس کی جواسے ہوگی عمل کیا جائیگا۔ جب  
سید مدوح مع علما کے بخشی محمود خاں کے پاس گئے اور اُس سے یہی پیغام  
کہا تو اُس نے جواب سخت متکبرانہ دیا کہ تم فقیر اور عالم لوگ جو معاملات ریاست  
سے تعلق کچھ واسطہ نہیں

الغرض سید موصوف کمال غصہ سے بے پیل مرام داپس آئے اور انہوں نے  
آنولہ پہنچکر حافظ الملک وغیرہ سے کہا کہ اب تم سلمان جنگ کرو اللہ چاہیگا تو فتح پائے

ہو گئے کیونکہ تمام جہت ہو چکی۔ اسوقت روہیلے خدا کا نام لیکر مع اپنی جمعیت قلیل کے انور سے بدایوں کو چلے۔ قایم خاں کے ہمراہ ساٹھ ہزار سوار اور پیدل ہتھیار اور چار سو ہاتھی لالین کارزار تھے۔ اور موضع دوزری نزدقم پور میں جو طبعی موضع رسول پور کے ہے اور شہر بدایوں سے تین میل بائیں شرق وجنوب واقع ہے دونوں لشکر مقابل ہوئے۔ افغانان روہیلے نے ایک خندق دریائے سوت کے کنارہ سے جنوباً و شمالاً کھودی جو متصل موضع سمہ پور کے واقع تھی اس مقام پر سردوبانہ نے فوجوں کے مورچے بنائے۔ روہیلیں کا مدد پہلا اول دوندی خان ولد حسن خاں کا تھا اور یمنہ و میسرہ میں بخشی سردار خاں و فتح خاں شامل کے مورچے بننے اور قلب میں حافظ الملک حافظ رحمت خاں مع اپنے سپاہ کے صف آرا ہوئے آخر میں نواب سید اللہ خاں پسر علی محمد خاں جو ہنوز طفل نا تجربہ کا تھا مع کچھ فوج جبرائیل کے ساتھ کارزار ہوا۔ اور اس فوج روہیلے میں عبدالنار ولد صید خاں و سید احمد و سید معصوم خلف شاہ چوہمیاں بطور رسالہ داران کے شامل جنگ تھے۔ دوسری جانب سے خود نواب قایم خاں اور بخشی محمود خاں اور اسکا بھائی معظم خاں اور شجاعت خاں غلزنہ وغیرہ قریب دوسرے سردار ان نامی گرامی اقوام بنگش و آفریدی و ٹھاکران و قوم مرہٹے سے جنگ کا اشتعال دے رہے تھے۔ روہیلیں نے

۵۱۔ ہونہ پٹا بنگروں کی زمیندار ہی میں تھا بکتاب الحرمہ کی زمینداری میں ہونہ پٹا حصہ پنجاہ است  
اسوہ کے تھاکر وک پاس ہو ۵۲۔ ہونہ لغت بقضہ راد کا تبا الحرمہ پٹا رشید الدین کے قبضہ میں ہو۔

کینگدہ میں یعنی خندق میں اپنے آپ کو مخفی کر رکھا تھا۔ اور بعض باغ کلاں میں جو دوزخی نر و تم پور مذکور الصدر میں تھا درختوں پر بندوقیں لیکر گھات میں بیٹھے تھے۔

تاریخ ۲۴ نومبر ۱۷۵۷ء قریب چار گھڑی دن چڑھے فوج بنگش نے بڑو دیا محمود خاں حملہ کیا اور اولاً ہر دو جانب سے توپ چلائی شروع ہوئی اور گولے برابر فوج پر گرنے لگے۔ ہر دو جانب کی افواج پنجہ اہل میں گرفتار ہونا شروع ہوئیں۔ اسی اثنا میں محمود خاں نے حکم کر دیا دوندے خاں دلیراٹھ سے باوجود جمعیت فیل کے ثابت قدمی ظاہر کر کے، کینگدہ میں فوج مخالف سے جنگ کرتا رہا اور آخر کار اپنے گھوڑے سے اتر کر پیدل مقابلہ کیا اور اب نسبت شمشیر و خنجر کی دست بدست پہنچی اسوقت بعض ہمارے ہیان دوندے خاں نے بڑو دلی و بے ہمتی ظاہر کر کے بھاگنا شروع کیا۔ اور بعض نے جنگ میں نام آدمی حاصل کی قریب تھا کہ دوندے خاں کو شکست ہو اور بنگش مورچہ پر قابض ہو فوراً قلب سے حافظ الملک دوندے خاں کی کمک پہنچو اور اس طرف سے شجاعت خاں غازی اور معظّم خاں ہرادر محمود خاں مقابل ہو کر اور محمود خاں کی مدد کی پہنچے۔

ہزار ہا آدمی تھوڑے عرصہ میں جانیں کے تیغ بیدار ہو کر۔ بخشی سردار خاں نے فوراً اپنی جمعیت سے حملہ فوج بنگش پر کیا۔ تب قابم خاں نے بنفس نفیس بہت کثیر کے ساتھ مع ڈھائی سو فیل سوار کے چہر جرایل و قراہیں تھیں دفعتاً دویاؤں پر حملہ کیا اسوقت کشتیوں کے پشتے لگ گئے۔

اسی چٹھاسش میں معظّم خاں برادر محمود خاں قایم خاں سے علیحدہ ہو کر سعد اللہ خاں کی گرفتاری کے لیے بڑھا۔ اسوقت سعد اللہ خاں کے پاس بہت تھوڑی جمعیت تھی جو اُس کے محافظ تھے اُن میں سے بعض مفروض تھے اور بعض مصروف جنگ تھے معظّم خاں نے اپنا ہاتھی بڑھا کر سعد اللہ خاں کے ہاتھی کے برابر کیا اور چند مرتبہ پٹکا بطور کنہ کے سعد اللہ خاں کی طرف پھینکا سپاہی حسن شاہ نے بدعات ضرب شمشیر سے اُس کو روکا۔ لیکن معظّم خاں کے جسم پر بوجہ زہرہ بکتر کے کچھ اثر نہ ہوا۔ آخر قسّیدین شاہ کے دوزخ معظّم خاں کے ہاتھ تلے جب سپاہی مصروف زخمی ہوئے اور انہوں نے دیکھا کہ "اوار کام نہیں دیتی تو ایک ہندو پیادہ سے جو ہاتھی کے قریب سعد اللہ خاں کے تشنگا لیے تماشا دیکھ رہا تھا سید مصوف نے با ولبند کہا کہ "بزن"، اُس پیادہ نے بندوق فیر کی انفاساً گولی سینہ معظّم خاں فوراً جاں بحق ہوا۔

سعد اللہ خاں اُس کی گرفتاری سے رہا ہوا۔ ادھر حافظ المکاک اور فتح خاں خانساہاں سے بخشی محمود خاں و شجاعت خاں غازی وغیرہ سرداران جنگش سے مقابلہ سخت و کشت خون کلمہ بکلمہ ہو رہا تھا۔

بخشی سردار خاں جو عقب حافظ المکاک کے تھے ایک باجرہ کے کھیت میں قریب تین ہزار آدمی کے لیکر کھینگاہ میں بیٹھے قایم خاں جسوقت بہ نفس نفیس مع فوج کثیر و فیلان پیشار کے بطور یلغار حافظ المکاک پر پہنچا اسوقت حافظ رحمت خاں نے جنگ گریز از روئے حکمت علی شروع کی حتیٰ کہ قایم خاں فرط غرور سے بڑھتا ہوا اُس کھیت باجرہ میں گھس گیا کہ وقتاً بخشی سردار خاں

نے بندہ مقول کی سخت باڑہ ماری اور باغ کے درختوں پر سے رہا ہوں نے  
 گولیاں برسانا شروع کیں۔ عجب ہنگامہ رستخیز تھا کہ آسمان سے گولیاں برس  
 رہی تھیں اور زمین سے آتش فشاں ہو رہی تھی لوگ بیان کرتے ہیں کہ  
 ایسا سحر کہ کارزار شایا کی وقت میں ہوا ہو کہ ہزار ہا کشتوں کے پشتے لگے  
 ہوتے تھے۔ اور ہاتھیوں پر سے فیل سوار زمین پر صدمہ گرتے تھے۔ ناگاہ  
 ایک گولی سردار فوج بنگش نواب قایم خاں کے لگی اور فوراً سردار موصوف  
 راہی ملک بھا ہوا۔ اب بنگش کی فوج میں بوجہ انتقال نواب کے درہمی  
 برہمی ہو گئی محمود خاں بھی زخمی ہوا۔ آخر اسی زخم کی وجہ سے وہ بھی عرصہ قلیل میں  
 فوت ہو گیا۔ حتیٰ کہ بنگش کی فوج پر شکست ظاہر ہوئی اور تمام اسباب  
 مع فیلان کوہ شمال و اسباب پری شمال قبضہ میں نواب دونوں کے حناں  
 و حافظہ الملک کے آیا۔ اور فوج بنگش بھاگی اور روہیلوں نے اُن کا  
 تعاقب کیا چنانچہ وہ دریائے سوت سے اتر کر فرخ آباد بھاگے جس ہاتھی کی  
 عماری میں قایم خاں کی نفس تھی اُس فیلان نے بہت جرات سے ہاتھی کو  
 بھگا کر اپنے سردار کی نفس کو نکال لیجا ناچا مگر بوجہ زخمی ہونے ہاتھی کے آگے  
 نہ لیجا سکا۔ اس طرف کی روہیلہ فوج نے فیلان کو مارنا چاہا فیلان جان کے  
 خوف سے پیچھے اتر پڑا اور بھاگا ورجوان اُس فیلان کے پیچھے دوڑے اور  
 ایک سپاہی نے ہاتھی کی مست تک پر نیزہ لگا کر کھڑا کیا فیلان گرفتار ہوا اُس نے  
 کہا کہ میرے مارنے اور پکڑنے سے کیا فائدہ۔ جس ہاتھی پر سے میں اُترا ہوں  
 اُس کی عماری میں نواب قایم خاں کی نفس ہے۔ چنانچہ فیلان کو قتل کیا

اور یہ جنرل سردار فوج حافظ الملک کو پہونچائی۔ فوراً حافظ الملک و دوندے خاں  
 وغیرہ اُس ہاتھی کے قریب آئے اور دیکھا کہ ایک خواصی میں اُس ہاتھی پر  
 قایم خاں کی نقش لیئے بیٹھا ہے مگر زخمی ہے۔ اُس کو وہاں سے نکللا اسوقت  
 تک قایم خاں کے سانس تھی ایک سپاہی نے اُس خواص کو بھی زخم شمشیر لگا کر  
 اور قایم خاں کا سر کاٹ کر سکرات موت سے نجات دی سر علیحدہ کر کے نقش کو  
 پیچھے ڈال دیا مالائے مرور اور پیر اور خیر شمشیر مرصع جو نہایت بیش قیمت تھے وہ سپاہی  
 ہاتھی پر سے اُترا اور اپنے دوسرے رفیق کو جو پیچھے کھڑا تھا دیا ہر دو نے مساوی  
 حصہ کر کے کا دیا۔ کیا اور یہ کہا کہ کسی سے قایم خاں کا مرنا ظاہر نہ کر دو۔ ورنہ ہم سے  
 یہ اشیاء نواب لے لیگا۔ اسی اثنا میں شجاعت خاں غلزی نے جب قایم خاں کا  
 مارا جانا دیکھا تو اُس نے بجز اسکے کوئی چارہ نہ دیکھا کہ حافظ الملک کو مبارکباد  
 دینے آیا۔ دوندے خاں کے لشکر کے ایک سپاہی نے ایک بندوق اُس کے  
 سینہ پر لگائی وہ ہاتھی سے پیچھے گر پڑا۔ اور سر مست خاں ورک زنی بھی پناہ  
 کے واسطے آ رہا تھا کہ ایک سپاہی نے اُس کو مارنا چاہا حافظ الملک کی نگاہ  
 جب اُس پر پڑی فوراً سپاہیوں کو ڈاٹ کر کہا کہ خبردار اسکو نہ مارنا صحیح و سالم  
 ہمارے پاس لاؤ جو ناپچ وہ جان سے بچ گیا باقی عمر اُس نے حافظ رحمت خاں  
 کی ملازمت میں بسر کی۔

اعظم خاں و اعظم خاں و صلابت خاں و جلال خاں مع دیگر سرداران آفریدی  
 اور محمود خاں بخشی عبدالبنی خاں برادر نواب قایم خاں اور ہادی و ادخساں  
 و بہادر خاں و فرید خاں اور پسران نواب محمد خاں یکے بعد دیگرے اوشین حضرت



اور افغانان دیگر مثل سنگل خاں، سے نگری و معظم خاں دریا باوی، و خضر خاں اپنی  
 و خان بہادر خاں خواجہ سرا و رستم خاں چیلہ و کمال خاں چیلہ و روشن امام  
 و لد فضل امام و شجاع خاں غلزی یہ سب کے سب میدان جنگ میں بحالت  
 چھلش و کشش مارے گئے اور زخمیوں اور مفروین کا شمار نہیں مشاہیر  
 مسعودین و مجروحین میں نواب احمد خاں اور اسکا پسر محمد و خاں حسین خاں  
 و فخر الدین خاں و اسماعیل خاں و امام خاں و کریم داد خاں تھے جو قایم خاں کے  
 بھائی تھے اور شیشہ خاں و مقیم خاں و اسلام خاں جو چیلے تھے بحالت جنگی  
 و محرومی فرار ہوئے۔ راجہ ہندو سنگ و گنگا سنگ و کسل سنگ اور سرداران  
 بیرٹھ کا پٹی کوہین جنگ میں مٹے پھیر کر گریزاں ہوئے۔ اس لڑائی میں علاوہ  
 اشخاص مذکورہ بالا جو قتل ہوئے سرداران مفصلہ ذیل بزدلی سے اپنی اپنی  
 جان لیکر بھاگے منجملہ ان کے راجہ ہندو سنگ و سجدی کا۔ اور گنگا سنگ و شوریج پور  
 کا جو ضلع کا پور میں ہیں اور کشن سنگ راجہ اردو کا جو ضلع اٹارہ میں ہے تھے۔  
 یہ لڑائی ۱۲۲۲ھ نومبر ۱۱ء کی صبح سے شروع ہوئی تھی اور شام کو ختم ہوئی۔  
 حافظ المکاب حافظ، سمت خاں نے قایم خاں کی نفس بہت عزت کے ساتھ  
 فرخ آباد بھیج دی۔ چنانچہ مقام حیات باغ میں نواب محمد خاں کی قبر کے قریب  
 مدفون ہوئے۔ باقی حالات ان کے تاریخ فرخ آباد اور گریٹر فرخ آباد میں  
 منسل مرقوم ہیں۔

قایم خاں مذہب سنی رکھتا تھا اور پنج وقتہ نماز باجماعت ادا کرتا اور ایک  
 سورۃ قرآن شریف کی روزانہ پانچ سو سے لکھتا اور فن سپہ گری کا بہت شائق

تھانیزہ بازی میں مہارت کامل تھی اور ٹیپ بھی اپنے ہاتھ سے عدم بنا لیتا تھا  
ایک قسم کا چونہ قایم خانی ضلع فرخ آباد مقام قاسم گنج میں بنا کر تا تھا وہ اس کا  
اختر اعی تھا۔

الغرض بعد اس فتح کے تمام پرگنہ جات ضلع بدایوں کے جوگنگا کے اس طرف  
تھے جنہیں بنگش کی عداوت ہی تھی حافظ الملک کے قبضہ میں آ گئے۔ اب تمام ملک  
کھنہ یعنی روہیلکھنڈ پر قبضہ روہیلوں کا ہو گیا۔

## بیان تقسیم ملک درمیان روہیلہ

اولاً فتح خاں خاں ماں گورنر بدایوں میں مقرر ہوا اس عرصہ میں فرخ آباد کو  
صفدر جنگ نے بھی علاقہ او وہ میں شامل کر لیا تھا۔ مگر احمد خاں براہو قایم خاں  
نے بعد بڑی جنگ و جدال کے پھر اپنا علاقہ واپس لیا اور صفدر جنگ کے افسروں  
کو شکست دی پھر صفدر جنگ بنامہ زنت در تہ مجبور ہوا اور ٹپھالوں کی اطاعت  
قبول کرنے پر عاجز ہوا اور مرہٹوں سے مدد طلب کی۔ اب ایک مینا جگڑا شروع  
ہوا جس کا ضلع بدایوں سے تعلق تھا یعنی سسیندہیا اور بکھری مدد اور جاٹوں کی  
اعانت سے بہراہی سورج مل جاٹ صفدر جنگ فرخ آباد تک جا پہنچا  
تب احمد خاں بنگش اس خوفناک فوج کی آمد سے سکھڑا لڑ خاں اور فتح خاں  
کی مدد حاصل کرنے کو روہیلکھنڈ میں آیا۔ لیکن حافظ الملک اور دیگر سرداران  
روہیلہ نے کچھ اُس کی مدد نہ کی اور فرخ آباد خالی پا کر صفدر جنگ نے ایک  
رسالہ مرہٹوں کا دریا کے گنگا تک بغرض قبضہ پل رام گھاٹ متصل اسد پور

ضلع بدایوں روانہ کیا اور خود بھی اُس طرف چلا اور کئی روز تک اسدپور میں قیام کر کے اُس نے ایک تحریر سرداران روہیلہ کے نام اس مضمون سے روانہ کی کہ تین سال کا خراج شاہی بغیر کسی جواب دہی کے ادا کریں۔ روہیلہ مع اٹھو خاں کے شمال کی جانب چلے گئے۔ صفدر جنگ نے متصل اسلام نگر کے حملہ کیا جو تحصیل بسولی میں ہے۔

اُس وقت فوج روہیلہ اور جنگش بارہ ہزار سے زائد تھے۔ انہوں نے ایک سخت شکست لکھنؤ میں کھائی۔ حافظ رحمت خاں خود ہمالیہ پہاڑ کی جانب روانہ ہوا۔ اُسی سال میں صفدر جنگ اور روہیلوں سے صلح ہو گئی یعنی سرداران روہیلہ نے دستاویزات ضمانت مشعرا کر کے خراج کے تحریر کر دیں۔ صفدر جنگ نے وہ دستاویزات مرہٹوں کے حوالے کر دیں۔ دوسری مرتبہ احمد شاہ ابدانی نے جب پنجاب پر حملہ کیا۔ تو اُس نے بغرض اتحاد روہیلوں کے عبداللہ خاں اور فیض اللہ خاں پسران علی محمد خاں کو رہا کر کے جانب کٹہر روانہ کیا اور لکھا کہ ان کو ان کے باپ کے ترکہ کی وراثت دیا دے۔ حافظ الملک حافظ رحمت خاں اگرچہ اپنی اقتدار سے دست بردار ہونا خوشی سے نہیں چاہتے تھے مگر نظر مصلحت وقت لکھنؤ میں اس طور سے

ملک کٹہر تقسیم کر دیا کہ جسکو ہم ذیل میں لکھتے ہیں۔  
 راجپورہ۔ اسلام پورہ۔ اسلام نگر۔ بسولی۔ ستاسی حافظ الملک کے بھائی دودے خاں کے حصہ میں اور بدایوں و ادسہت فتح خاں خاٹساں کے حصہ میں اور او جہیانی و سہسوان عبداللہ خاں پسر

علی محمد خاں کے حصہ میں اور پرگنہ کوٹ بخشی سردار خاں کو بصلہ اخراجات جنگ حال ملا اور سلیم پور۔ پٹیلی بھیت۔ بریلی حافظ رحمت خاں کے قبضہ میں رہے علاوہ اسکے خاص حکومت آئولہ کی بھی بسر پرستی بخشی سردار خاں کے فیض اللہ خاں نابالغ پسر علی محمد خاں کے قبضہ میں رہی۔

عبد اللہ خاں دوندے خاں ونخ خاں نے جکا نعلن ضلع بدایوں سے بھٹا اپنی عمارت یاوگار اپنے مقامات پر چھوڑ دیں۔

اب احمد شاہ بادشاہ اور نواب وزیر صفدر جنگ شہداء میں فوت ہو گئے احمد شاہ کا جانشین دہلی میں عالمگیر ثانی اور نواب وزیر صفدر جنگ کا تاجم مقام اسکا بیٹا شجاع الدولہ ہوا۔ شہداء میں احمد شاہ ابدالی نے ہندوستان پر تکرر حملہ کیا۔ اسکی واپسی پر روہیلکھنڈ مرہٹوں کے حملہ سے پامال ہوا لیکن خاص ضلع بدایوں پر ان حملوں کا کچھ اثر نہ پہونچا۔ شہداء میں تخت دہلی عالمگیر ثانی کے قتل سے خالی ہو گیا۔

پھر اسی سال میں حملہ چہارم احمد شاہ ابدالی کا ہوا۔ احمد شاہ ابدالی کی روہیلکھنڈ نے مدد کی حافظ الملک رحمت خاں اور دوندے خاں ایک ہم میں شہید کیا گئے اس لیے انکو بہت بڑی مدد فوج کی لیکر شامل ہونا پڑا۔ روہیلوں نے شہداء میں کوئی نام آوری خاص حاصل نہیں کی اس کے چھ ماہ کے بعد عبد اللہ خاں جو تارک الدینا ہو گیا اوجھیا نی میں بوجہ کاٹنے سانپ کے فوت ہو گیا اس کی جگہ اسکا بیٹا نصر اللہ خاں جانشین اوجھیا نی میں ہوا۔ پھر کئی سال تک کچھ حال بدایوں کا معلوم نہیں ہوا الا اس عرصہ میں فتح شاہ

نمودار ہوا پھر روسیوں کی فوج نے ہاتھنی حافظہ الملک اور ہیکر کے انگریزوں سے لڑکر میان دواب میں شکست کھائی احمد خاں بنگش اور حافظ رحمت خاں بدایوں اور اوسہت ہو کر دریائے گنگا کے کنارہ قادرچوک تک پہنچے۔ لیکن کچھ خبر پا کر اپنا ارادہ پیش قدمی کا منسوخ کیا اور کچھ روز تک سہسوان میں قیام کیا۔ بعد کے دریا کے بائیں جانب کنارہ کنارہ روانہ ہو کر فتح گڑھ تک پہنچ گئے۔ چونکہ دوندے خاں بمقام بسولی شہداء میں فوت ہو گیا اب روسیوں کی قوت گھٹ گئی اور زوال کا وقت آیا۔

دوندے خاں کا مقبرہ بمقام بسولی بنا ہوا ہے دوندے خاں کے جانشین اس کے بیٹے محب اللہ خاں اور فتح اللہ خاں بدایوں پر قابض ہوئے اور مرہٹوں نے سارے ملک میں غارتگری شروع کی۔ حافظ رحمت خاں و بخش سرور خاں و فتح خاں خاں ماں و فتح اللہ خاں و محب اللہ خاں جانب شمال چلے گئے مگر شہداء میں حافظ الملک نے ایک صلحنامہ نواب شجاع الدولہ سے کیا جس کے ذریعہ سے یہ اقرار کیا کہ چار لاکھ روپیہ سالانہ خراج ادا کریں گے بشرطیکہ شجاع الدولہ ان کی مدد کرے۔ اس صلحنامہ پر سربراہ برٹ پاکر کمانڈر انچیف فوج انگریزی کے دستخط تھے۔ بعد اس تحریک مرہٹوں نے اخراجات کیا۔ اب بخش سرور خاں کا بھی انتقال ہو گیا اس کے جانشین احمد خاں اور میر محمد خاں اس کے پسر ہوئے۔ بڑے بیٹے احمد خاں نے جو بجاؤ اسپنہ پاپ کے بخش ہی ہوا اپنے چھوٹے بھائی میر محمد خاں سے تنازع شروع کیا۔ اور خیال کیا کہ حافظ رحمت خاں سے تجارت ممکن نہیں میر محمد خاں نے

سامان جنگ کیا اور ہر نوکری پر قبضہ کر لیا یعنی پرگنہ اسدپور اور رچپورہ  
 لے لیا۔ تب حافظ رحمت خاں نے فتح خاں کو باغیوں کے مقابلہ کو بھیجا۔  
 سیر محمد خاں نے شکست کھائی اور دریائے سوت کے کنارہ پر قید کر لیا گیا۔  
 عنایت خاں حافظ الماک کے ایک بیٹے باپ سے بغاوت اختیار کی تھی  
 وھو کہ سے باپ نے وعدہ معافی کا کر کے پرگنہ سلیم پور عطا کرنے کی امید  
 دلائی اور پھر اسکو قید کر لیا۔ شش ماہ میں اُسکو جلاوطن کیا اب شجاع الدولہ  
 سے اور انگریزوں سے جو خلاف تھا وہ بذریعہ عہد نامہ جون شش ماہ کے جاتا  
 رہا اور عہد نامہ مکمل ہو کر دستخط فریقین ہو گئے۔ اس کے بعد ایام بارش میں  
 کبیر کی تھی اور مرہٹے دریائے گناک کی جانب سے روسیکھنڈ پور حملہ  
 کرنے کی عرض سے بڑے رام گھاٹ پہنچکر انہوں نے ایک پیغام حافظ الماک  
 کے پاس بعرض ادا کرنے کچھ روپیہ کے بھیجا جسکی بابت بیس برس پیشتر سپیل  
 نے دستاویزات نواب صفدر جنگ کے نام لکھی تھیں۔ یہ طلب فی الحقیقت  
 لڑائی کا مقدمہ تھا۔ اور پٹھانوں نے بھی ایسا ہی تصور کیا حافظ رحمت خاں  
 بسولی کو واسطے تہیہ سامان جنگ کئے اور بخشی احمد خاں کو بعرض روئے  
 مرہٹوں کے رام گھاٹ پر روانہ کیا احمد خاں اسدپور کے پل کے پاس  
 روکا گیا اور مرہٹوں کے ایک رسالہ نے وقت عبور دریا کے اسی محلہ کیا تب  
 احمد خاں نے بسولی سے مدد طلب کی۔ قبل اسکے کہ احمد خاں کو کچھ مدد پہنچنے  
 مرہٹوں کی فوج کثیر نے احمد خاں کی فوج کو ہر پاکیا اور احمد خاں نے مجبوراً  
 اطاعت قبول کی اب مرہٹے مراد آباد کی جانب بڑھے اور تمام ملک کو حسب خواہ

لوٹا۔ مقررہ عرصہ کے بعد ایک بہت بڑا زبردست حریف اُن کے مقابل ہوا  
 (یعنی انگریز) شجاع الدولہ نے اپنے دوست انگریزوں سے مدد چاہی ایک فوج  
 بامختی سربراہ پارکراودہ میں پہنچے اور جب یہ خبر معلوم ہوئی کہ مرہٹے  
 رام گھاٹ پہنچ گئے ہیں تو اودہ کی اور انگریزی افواج۔ وہیکھنڈ کی جانب  
 روانہ ہوئیں۔ حدود پر پہنچ کر انکو معلوم ہوا کہ احمد خاں نے ہلکر کی فوج کی  
 اطاعت قبول کر لی ہے۔ مرہٹوں کی فوج ایک وقت مناسب کے بامختی  
 ویساجی پنڈت کے منتظر تھی۔ حافظ رحمت خاں اب تک بسولی میں مرہٹوں  
 کے ذمہ کی کوشش کر رہے تھے اور خراج کو ادا کرنے سے آپ کو بچا رہے  
 تھے۔ انگریزی فوج مرہٹوں کی طاقت روکنے کو ٹھہری چار ہزار مرہٹہ سوار نے  
 دریا کو سو مگھاٹ کے قریب عبور کر کے پانچ میل تک کنارہ چلے آئے  
 مگر انگریزی فوج کی آمد سنکر وہ جنوب کی جانب ہٹے اور انگریزوں نے  
 اسد پور تک اُن کا پیچھا کیا دریا کے کنارے متصل اسد پور کے  
 انگریزوں پر مرہٹوں کی ایک فوج نے حملہ کیا۔ مگر انگریزوں کی توپوں نے  
 بڑی مضبوطی سے جواب دیا اور مرہٹوں کو اپنا کیمپ ہٹانا پڑا۔ حافظ رحمت خاں  
 نے حالت موجودہ دیکھ کر شجاع الدولہ سے میل کر لیا اور اب یہ تجویز ہوئی کہ  
 انگریز مرہٹوں کی فوج سے جو بامختی ویساجی تھے مقابلہ کریں اور شجاع الدولہ  
 اور مرہٹوں کی فوج ملکر ہلکر کا پیچھا کریں۔ سربراہ پارکراودہ کی فوج دریا کو  
 گنگا کو رام گھاٹ سے عبور کر کے آگے بڑھی مگر ویساجی نے لڑائی سے گریز کی  
 اور بہت تیزی سے انگریزی فوج اُسی روز ضلع بدایوں میں پہنچی انہوں نے

دیکھا کہ جانیوں میں تزارع خراج کے قصہ سے ہے یعنی حافظ رحمت خاں اور  
شجاع الدولہ میں، شجاع الدولہ اور حافظ رحمت خاں کی جنگ کا انتظار کیا اور  
خود جنرل پارکے نے ہلکے کور و سپہ سالاروں سے نکال دیا اور سنبھل کی جانب پہونچ کر جنرل  
پارکے نے اس امر کی تکمیل کر دی کہ ہلکے کا لگا و تمام رو سپہ سالاروں سے ۱۷۷۳ء میں  
جائزہ ملا۔

## روہیلوں کا زوال

کچھ عرصہ کے بعد فتح خاں خانساں فوت ہو گیا۔ اسکا بیٹا عظیم خاں پرگنہ جات  
بدایوں واوہت پر قابض ہوا فتح خاں مرحوم کے باقی اور توپوں اور  
دیگر سامان پر باہم اولاد میں نزاع ہوا۔

ارشا و خاں آنولہ میں پہونچ کر حافظ رحمت خاں کی مدد سے عظیم خاں سے  
نصف حصہ لیکر قابض ہوا بعد اسکے اپنے بھائی عظیم خاں کے ساتھ کچھ دنوں  
تک اچھا برتاؤ کرتا رہا بعد عظیم خاں کو علیحدہ کر کے اوہت کی جانب کوچ  
کیا۔ اور تمام اسباب پر قبضہ کر لیا اور عظیم خاں فرار ہو گیا ارشا و خاں حاکم  
بدایوں واوہت ہو گیا۔ اور اپنے باپ کے لقب خانساں سے اپنے  
آپ کو لقب کیا۔ حافظ رحمت خاں سب روہیلوں میں معزز و دانشمند تھا  
روہیلوں کا سارا ملک نواب وزیر کے ملک سے متصل تھا اور مختلف حصوں  
میں منقسم تھا۔ ہر شخص علیحدہ علیحدہ حکمران تھا ان سب کے پاس قریباً تسی ہزار  
سوار و پیادہ کے ہونگے جبکہ ان میں اتفاق تھا سب روہیلوں کے روہیلے ہلکے



دشمن کو روکتے تھے۔ سب سے پہلے روسیوں میں ضابطہ خاں جاگیر دار  
 سہارن پور شکست کھا کر مرہٹوں کے ہاتھ سے مارا گیا اس وقت سے روسیوں  
 سمجھے کہ یہ آغاز انداز کا ہے پھر سب نے متفق ہو کر یہ ارادہ کیا کہ شجاع الدولہ  
 کو اپنا طرہ دار بنادیں۔ شجاع الدولہ بھی مرہٹوں سے خائف رہتا تھا  
 شجاع الدولہ نے جنوری ۱۸۰۳ء میں جنرل رابرٹ پاکے سے جو الہ آباد کی  
 ارادہ میں تھا ملا چاہا۔ چنانچہ ۲۰ جنوری ۱۸۰۳ء کو فیض آباد میں نواب  
 شجاع الدولہ جنرل مذکور سے ملا۔ اور یہ مشورہ کیا کہ میں سخت مشکل میں ہوں  
 اگر روسیوں کو مرہٹوں نے روسیکہنڈ سے نکال دیا تو ایک زبردست  
 قوم سے سرحد مل جائے گی جس سے ہر وقت خوف رہیگا۔ اور اگر روسیوں  
 مرہٹوں سے مل گئے تو میرا ملک ہاتھ سے جاتا رہیگا۔ لہذا میں نے یہ سوچا  
 ہے کہ سپاہ بیکر روسیوں کی سرحد پر جاؤں اور وہاں کچھ اپنی سپاہ کا  
 رعبہ داب دکھا کر حکمت علی سے کچھ ملک روسیوں سے واسطے نذر بادشاہ  
 کے لوں اور کچھ ملک اپنی سرحد کی محافظت کے واسطے حاصل کروں اور  
 کچھ زلفہ حاصل کروں گا۔ جہیں سے کچھ مرہٹوں کو دوں گا تاکہ روسیکہنڈ چھوڑ کر  
 چلے جاویں۔

اس کارروائی سے بادشاہ اور مرہٹے دونوں مجھے خوش رہیں گے۔  
 مگر جب تک انگریز میرے ہمراہ نہ ہوں گے روسیوں کے قول کا اعتبار نہ کریں گے  
 اور نہ میرا کہنا مانیں گے۔ جنرل موصوف کو جنرل کو شجاع الدولہ کے ارادہ  
 سے اطلاع دی۔ ۱۳ فروری کو گورنر نے جواب دیا کہ درخواست شجاع الدولہ

کی منظور ہے۔ پھر شجاع الدولہ نے اپنے خطوط روہیلوں کے پاس بھیجے۔  
 روہیلوں کو اپنا ملک دینا تو پسند نہ آیا۔ مگر اس عرصہ میں جو عہدہ دیپاں  
 کی گفتگو ہو رہی تھی مرہٹوں نے مراد آباد سے سنبھل و گنور ضلع بدایوں تک  
 تاخت و تاراج کر دیا۔ اور ضابطہ خاں کے ملک پر تو پہلے ہی انکا قبضہ ہو چکا  
 تھا۔ جنرل پارکے نے شجاع الدولہ سے کہا کہ روہیلوں کا ضعیف کرنا مرہٹوں  
 کا قوی ہونا ہے۔ مگر شجاع الدولہ نے اسکا کچھ خیال نہ کیا۔ اور مرہٹوں سے  
 عہدہ بیان کی گفتگو شروع کر دی۔ جو شرائط نواب وزیر اور مرہٹوں کے درمیان  
 ہوئیں وہ ایسی سخت تھیں کہ جنرل پارکے کو گھر آیا اور شجاع الدولہ کو لکھا  
 کہ ان شرائط پر ہرگز صلح نہ کرنا چاہیے۔ مرہٹے اُن میں کچھ اضافہ کرنا چاہتے  
 تھے کہ اس عرصہ میں ایک چٹھی جنرل کے پاس آئی کہ کمپنی کو معلوم ہوا ہے  
 کہ برسات میں مرہٹے خود اپنے ملک کو واپس چلے جائیں گے اُن کو روپیہ  
 دینا عہدہ ہے۔ غرض شجاع الدولہ کو جب یہ خبر معلوم ہوئی اور مرہٹوں نے  
 اُس کے پیغام صلح کو قبول نہ کیا تو شجاع الدولہ نے روہیلوں سے مصالحت  
 شروع کر دی۔

آخر میں ایک عہدہ نامہ روہر و جنرل پارکے کے لکھا گیا جس میں شجاع الدولہ  
 اور روہیلوں میں یہ قرار پایا کہ وزیر تمام روہیلوں کے سرداروں کو اپنی  
 اپنی ریاست پر بحال رکھیں گا اور مرہٹوں کو صلح یا جنگ سے مجبور کرے گا جو  
 بالکل روہیلوں کے ملک سے نکل جائیں اسکے عوض میں روہیلوں کے  
 سردار چالیس لاکھ روپیہ نواب وزیر کو اس طرح ادا کریں کہ جب نواب وزیر

شاہ آباد سے کوچ کر کے تمام اُن خاندانوں کو جو مرہٹوں کے ہاتھ سے جنگلوں میں پھر رہے ہیں اُن کے گھروں میں آباد کر دے تو دس لاکھ اس کو دیا جاوے باقی بیس لاکھ روپیہ بیس برس میں ادا کیا جائیگا۔

پہلا سال نسبت الفضلی سے شروع ہوگا۔ سر رابرٹ پارک نے سلیکٹ کمیٹی کو ۲۴ مارچ ۱۸۳۷ء کو چھٹی لکھی کہ میں حافظ رحمت خاں اور وزیر سے ملا میرے روبرو تمام عہد و پیمان ہو کر حافظ رحمت خاں نے چالیس لاکھ روپیہ نواب وزیر کو دینے کا وعدہ کیا کہ وہ مرہٹوں کو اُس کے ملک سے خارج کر دے اور

اُن کے تمام آوارہ گرد خاندان کو اُن کے گھروں میں آباد کریں۔ اور اسی رقم چالیس لاکھ سے بیس لاکھ سرکار کمپنی کے ہاتھ آئیں گے اور شجاع الدولہ سے پتہ یہ بھی ٹھہرایا ہے کہ اگر روہیلہ اپنا ایثار عہد کرے تو وہ پچاس لاکھ سرکار کمپنی کو اس بات کا دیکھا کہ استعانت کر کے کٹر کے ملک پر نواب وزیر کو

قبضہ کر دیں جو حافظ رحمت خاں کے ملک کے نام سے مشہور ہے اسپر سلیکٹ کمیٹی نے ۱۳ اپریل ۱۸۳۷ء کو لکھا کہ بشرط ادا ہونے معاوضہ نقد کے اس بات کو منظور کر لو کہ مرہٹوں کا اخراج روہیلوں کے ملک سے کر دیا جائے۔ اور دوسری

شرط شجاع الدولہ کی منظور نہ کرنا۔ یہ فقہ محکمستان رحمت مولفہ سپر حافظ

رحمت خاں مرحوم میں یوں درج ہے کہ مرہٹوں نے حافظ الملک سے صلح اس شرط پر منظور کر لی کہ یہ لاکھ روپیہ اُن کو دیا جاوے اور اسکا ضامن

شجاع الدولہ ہو جاوے اور شجاع الدولہ نے اس شرط کو منظور کر کے بمسک

چالیس لاکھ روپیہ کا حافظ صاحب اور تمام سرداران روہیلہ سے لکھا لیا۔ تو مرہٹ

ملک اس کھڑ کو چھوڑ کر چلے گئے۔ حافظ رحمت خاں بریلی میں آئے اور اپنے خزانہ سے پانچ لاکھ روپیہ شجاع الدولہ کے پاس بھیجا۔ اور جب اور سرداران روہیلہ یعنی آئولہ وادھیانی بدایوں بسولی وغیرہ سے روپیہ طلب کیا تو سب نے عذر نادرسی کر کے کچھ نہ دیا۔

مہاراجی سندھ پیا اور کونجی بلکہ کاسفیر آیا اور اُس نے حافظ رحمت خاں سے کہا کہ ہمارا ارادہ شجاع الدولہ کے ملک پر حملہ کا ہے اگر آپ ہمارے ساتھ ہو جائیں تو جو ملک یا تختہ آئینگا وہ نصف نصف تقسیم ہو جائیگا اور اگر ہمارا ساتھ آپ نہ دیں اور کسی کے طرفدار بنوں اور لنگا پار جانے کا راستہ دیدیں تو چالیس لاکھ کا تمسک جسکا ضامن شجاع الدولہ ہے ہم واپس دینگے اور اگر دونوں میں سے کوئی بشرط منظور نہ ہو تو ہم آپ کے ملک کو غارت کرینگے اور آبادی کو ویران کرینگے۔ اسپر حافظ موصوف نے جواب دیا کہ میں نے یہ عہد کیا ہے کہ کبھی ہمارا ہی کفار مسلمانوں سے مقابلہ نہ کرونگا اور اس عہد کو نہ توڑونگا اگرچہ مجھکو نقصان ہو حافظ الملک نے شجاع الدولہ کو یہ سب ماجرا لکھا اور یہ بھی مرقوم کیا کہ میں سپاہ ایکڑ بہت جلد دیدار جنگ میں جاتا ہوں اور یہ درخواست کی وہ چالیس لاکھ کا تمسک جسکا روپیہ ابھی تک مرہٹوں کو نہیں دیا گیا ہے واپس کریں۔ اور آئندہ بھی ایسی حالت میں روپیہ نہ بھیجا جائیگا۔

اسپر شجاع الدولہ نے سید شاہ مدن کو اپنا وکیل کر کے حافظ الملک کے پاس بھیجا اور شکریہ ادا کیا کہ اپنے سب حال سے مجھکو اطلاع فرمائی اور لشکر سے میری امداد کو تشریف لائیتے اور وعدہ کیا کہ مرہٹوں کی شکست دینے کے بعد تمسک

واپس کر دیا جائیگا۔ حافظ رحمت خاں نے اپنی سپاہ اور دیگر افواج سرداران کے  
 میدان میں مرہٹوں کے مقابلہ کو پہنچے۔ اسوقت بارہ ہزار پیدل و سوار ان کے  
 پاس تھے۔ باقی سرداران کو شجاع الدولہ نے تاکید کی کہ حافظ رحمت خاں صاحب  
 کی امداد کو جاویں۔ غرض کہ بہت بھاری لڑائی مرہٹوں سے ہوئی اور مرہٹے شکست  
 کھا کر فرار ہوئے۔ تب حافظ المکاک نے اپنا سفیر واسطے واپسی تمسک اودہ بھیجا تو  
 نواب وزیر نے کانٹن پر ہاتھ دہرا کہ میں نے واپسی تمسک کا وعدہ نہیں کیا  
 یہ مجھ پر نہیں ہے سید شاہ مدن شہا درت کو طلب ہوئے انہوں نے گواہی  
 حافظ کے موافق دی لیکن نواب وزیر نے کچھ خیال نہ کیا۔ اور اب ایک مسرا  
 جھگڑا روہیلوں اور نواب وزیر کے درمیان شروع ہو گیا کہ جو پرگنہ جات  
 اٹا وہ اور شکوہ آبا و مرہٹوں کے ہاتھ سے نکلے گئے تھے۔ حافظ صاحب نے  
 شجاع الدولہ سے اسکی بابت دعویٰ کیا کہ یہ پرگنہ جات میری جاگیر میں تھے اور  
 مرہٹوں نے غاصباً اپنی دخل کر لیا تھا۔ شجاع الدولہ نے کہا کہ اپنی جہت پر  
 دعویٰ نہیں میں انکو اپنے قبضہ میں رکھوں گا۔ اس معاملہ میں تحریرات درمیان  
 حافظ المکاک و شجاع الدولہ کے ہوتی رہیں۔ شجاع الدولہ نے حافظ موهون کو  
 لکھا کہ بالفعل ۵۰ لاکھ روپیہ اپنے تمسک کے ادا کیجئے یہ تقاضا صرت جیل جگ  
 اور ملک کٹھن پر قبضہ کرنے کی نیت سے تھا۔ حافظ صاحب نے لکھا کہ ہفتہ روپیہ  
 آپ نے مرہٹوں کو دیا ہے وہ مجھ سے لے لیجئے نواب وزیر نے ان کی درخواست  
 نامعلوم کی۔ حافظ المکاک کی حالت اسوقت نازک تھی کیونکہ وہ لڑائیوں میں  
 بہت زبردہ ہو چکے تھے ان کی مالی حالت قابل اعتبار نہ تھی۔

ابن شجاع الدولہ اپنے ہمراہ انگریزی فوج اور اپنی فوج لیکر گنگا پار اُترا۔ کرنل  
 جیمپسن انگریزی فوج کا کمانیر تھا۔ بدھ سنگھ حافظ الملک کا دیوان تھا اُس نے  
 کہا کہ آپ روپیہ نہ دیجئے اور بذریعہ کرنل جیمپسن کے صلح کیجئے۔ مگر حافظ نے اُسکے  
 کہنے پر عمل نہ کیا۔ وہ اپنی سپاہ لیکر لڑنے کو تیار ہوئے۔ شجاع الدولہ نے  
 کچھ سرداران روپیہ سے مدد چاہی جنہیں محب اللہ خاں و احمد خاں و فتح اللہ  
 بھی شامل تھے اور اُن کے قبضہ میں قریب نصف ضلع بدایوں کے تھے  
 شجاع الدولہ نے شروع سال ۱۸۵۷ء میں لطافت علی خاں اپنے جنرل کو  
 مع سامان جنگ کے حکم دیا کہ دریائے گنگا کی جانب فرخ آباد سے کوچ کرے  
 اور رام گھاٹ پر پل بنائے پھر اُس نے یہ ارادہ تبدیل کر دیا اور روہیلکھنڈ پر  
 جانا ملتوی رہا۔ حافظ رحمت خاں نے جب یہ خبر پائی کہ رام گھاٹ پر سامان  
 جنگ جمع ہو رہا ہے مقابلہ کی تیاری کی اور بخشی احمد خاں اور اشوا خاں کو  
 حکم بھیجا کہ بدایوں اور اوسھت میں تیاری کریں مگر ان سرداروں نے پیش قدمی  
 سے انکار کیا۔ الا احمد خاں جو بدایوں کے علاقہ کو حسد کی نظر سے دیکھتا تھا کسی قدر  
 حافظ الملک کی مدد پر مستعد تھا۔ محب اللہ خاں اور فتح اللہ خاں نے بوجہ ایسے  
 کچھ رشوت کے مدد سے انکار کیا۔ تب حافظ رحمت خاں نے اُن کو ایک بڑی  
 رقم جو ارشاد خاں نے اُن سے قرض لی تھی بسولی میں بھیجی یہاں روہیلوں  
 میں یہ پھوٹ ہو رہی تھی کہ شجاع الدولہ نے بدھ جنرل انگریزی کے روہیلکھنڈ  
 کی طرف رُخ کیا۔ اور راہ کو ریا گنج سے دریائے گنگا کو عبور کیا۔ اور حافظ الملک  
 کو کہا کہ آپ نے روپیہ بیچنے میں شہاں کیا میں عنقریب پہنچتا ہوں۔

حافظ الملک بھی اپنی جمیعت سے تیار ہوئے اور حکم دیا کہ آئولہ سے باہر نہیں استناد  
ہوں اور سفر کی تیاری کیجاوے جب سرحد پر حافظ الملک پہنچے تو معلوم ہوا  
کہ شجاع الدولہ کوثر یا گنج کو چھوڑ کر فرخ آباد کی راہ سے وریائے گنگا عبور کر کے  
بہمدی گھاٹ سے شہر شاہ جہاں پور اور شاہ آباد پہنچ کر اس طرف کا قصد  
رکھتا ہے حافظ رحمت خاں نے آئولہ سے کوچ کر کے موضع ٹانڈہ میں جو تھہر یا رخاں  
ولد علی محمد خاں مرحوم کا مسکن تھا پہنچے۔ اور وہاں سے موضع فرید پور ضلع بریلی  
میں جو بریلی سے سات کوں ہے پہنچ کر چیمہ زن ہوئے۔

اس طرف شجاع الدولہ کو یہ اندیشہ تھا کہ شاہجہاں پور میں حکومت عبداللہ خاں کی ہے اور وہ بھی روہیلہ ہے اور حافظ الملک اسکا محسن ہے اور شاہجہاں پور میں قریب پندرہ ہزار افغان غوغوار کے ہیں شاید اپنے ملک سے راہ نہ دینگے اور یہ اسکا جیال بوجہ ہم قومی حافظ الملک عبداللہ خاں کی طرف ہوا یہاں عبداللہ خاں نے جہان ناخواندہ کی ایسی قدر دانی کی کہ شاہ آباد تک خود واسطے استقبال شجاع الدولہ کئے گئے اور ان کو شاہجہاں پور لاکر مقیم کیا۔

شجاع الدولہ کی ہمرہی میں فوج بیشتر و سامان جنگ از قسطنطنیہ و بیلان کوہ آوار  
بکثرت تھے۔ اسکے علاوہ جنرل چیمپین صاحب بہادر کمانر مسٹ ہزار فوج  
اور چار ہٹن تلنگہ ولوچ خانہ بہ سرداری سید علیخان و محبوب علی خاں خواجہ سرا  
دیگر سرداران نامی بھی اُسکے ہمرکاب تھے جبکہ وہ قصبہ لہر میں وارد ہوا اور  
حافظ المکاب کے پاس جمعیت دشمن ہزار سے بھی کم تھی جسکو آصف الدولہ کی  
فوج کا آٹھ ہٹواں حصہ سمجھنا چاہیے۔ حافظ رحمت خاں دریائے بگل کو عبور کئے

میراں پور کٹرہ میں جیمہ زن ہوئے۔ اور صفیر النظر مشاہیر مطابق ۳۳۰ ہجری میں  
 کو دونوں لشکر مقابل ہوئے۔ میدان میراں پور کٹرہ اور موہن کٹرہ میں  
 فریقین میں سخت جنگ ہوئی۔ فیض اللہ خاں و محمد یار ولد علی محمد خاں اور  
 محب اللہ خاں ولد وندے خاں بڑی جرأت سے لڑے اٹھواں ولد بخشی  
 سردار خاں نے خواہ بسانش شجاع الدولہ یا اپنی فطری نامردی سے گریز  
 اختیار کی۔ مولف گلستان رحمت فرزند حافظ المکاب نے اپنی تاریخ میں  
 اسپر ازام سازش کا قیام کیا ہے۔ آخر میں چار گھڑی دن چڑھے سے جنگ گولہ  
 و تفنگ شروع ہوئی۔ دونوں فریق کی جانب سے بہت آدمی مارے گئے  
 قریب دوپہر حافظ رحمت خاں کے باقیں جانب بازو پر سینہ کے قریب گولہ لگا  
 اور وہ جاں بحق ہوئے۔ ان کا سر سلطان خاں کاٹ کر شجاع الدولہ کے سامنے  
 لے گیا تو اب شجاع الدولہ کی فوج نے تمام سامان و ہیلوں کا لوٹا فیض اللہ خاں  
 و محمد یار خاں وغیرہ سرداران حافظ المکاب بھلکت وقت بعد قتل اپنے افسر کے  
 واپس آئے اور اپنے اپنے مقامات کی طرف متوجہ ہوئے۔ بعد ازاں

سلطان اب شجاع الدولہ نے سلطان خاں کو اسپ و غلامت عطا کیا اور حافظ المکاب کا سر سید شاہ ملک  
 کو دکھایا تاکہ وہ پہچانیں کہ یہ سر حافظ مرحوم کا ہے یا نہیں۔ چنانچہ انہوں نے پہچانا اور یہ شعر بانی  
 لائے شعر کشتر بر نیزہ میزد نفس چکہ معراج مرداں ہیں است و بس۔ انکسید صاحب  
 موصوف کہ ہی بسوی ہو چکر قید کر دیا اور تمام اثاث البیت ضبط کیا اسی میں انہوں نے  
 رعیت فرمائی۔

فدیر شجاع  
 الدولہ کے دور  
 راہ حملہ  
 غرادر اراک  
 اور نور  
 حمد  
 شجاع  
 الدولہ  
 میں  
 خانہ  
 کے  
 شجاع

طالع



شجاع الدولہ نے منش حافظ رحمت خاں کی تلاش کر کر کے اُسی تاریخ  
روانہ بریلی کر دی۔ بریلی میں قاضی شہر علا اور حافظ نے ۱۲ صفر کو نماز جنازہ  
حافظ الملک بجمیعت کثیر پڑھی اور اُن کو بریلی سے جانب غرب جو شہر ہیردھون  
کیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

کسی شاعر نے سلطان خاں افغان کی نسبت جس نے حافظ الملک کا سر کاٹا  
تھا ایک قطعہ لکھا ہے جو حسب ذیل ہے۔ قطعہ

ہر کس کردہاں کنراذ نعیم خود ہدی + او بایزید در ہمد وقتا ہمسراست  
واری اگر بدل ہوس انتہاں پر ہیں + سلطان خاں پشتر حامی برابر است  
جب حافظ الملک کا خاتمہ ہوا تو نواب وزیر بروہیلکھٹہ کا مالک ہوا۔ احمد خاں  
پہاڑوں میں جا کر پناہ گزین ہوئے۔ اور محب اللہ خاں و فتح اللہ خاں جو  
آخری وقت جنگ کے پہنچے تھے بسولی میں آئے فتح اللہ خاں بمقام  
بریلی کپ شجاع الدولہ میں داخل ہوا۔ اور اُس کو یہ امید تھی کہ جبکہ کچھ علاقہ  
نواب موصوف دیگا۔ الا وہ گرفتار کیا گیا اور اُس وقت بجٹ خاں سے ایک رسالہ  
کے بسولی پر قبضہ کیے کو بھیجا گیا۔ بجٹ خاں نے محب اللہ خاں کو اُس کے مکان  
میں بسولی پہنچا دیا۔ جب کچھ عرصہ کے بعد شجاع الدولہ خود بسولی پہنچا تو  
ان دونوں بھائیوں کو قید کر کے الہ آباد بھیج دیا اور پرگنات اُن کے ضبط  
کر لیئے۔

اب سوئم ہر سات شہر ہو گیا تھا نواب وزیر اور انگریزی فوج متقل بسولی  
بھائیوں میں قائم ہوئی۔ فیض اللہ خاں کی پیشقدمی کی وجہ سے اُنکو مجبوراً ماہ

اگست میں پھر ایک مرتبہ میدان جنگ میں جانا پڑا بعدہ شمال کی جانب  
 کوچ کیا۔ تین ماہ تک کچھ پتہ ان کی فوجوں کا نہیں ملا۔ بعد ازاں شجاع الدولہ  
 وقت واپسی بسولی میں ٹھہرا اور انگریزی فوج کچھ عرصہ تک رام گھاٹ پر  
 مقیم رہی۔ اس مہم کے دوران میں شجاع الدولہ علیل ہو گیا اور تھوڑے  
 عرصہ کے بعد اودھ پہنچا اسکی بھئیہ اس میں انتقال کیا۔ اسکا بیٹا آصف الدولہ  
 جانشین ہوا۔ یہ بیان ہنسنے گلستانِ رحمت اور گزٹیر سے لکھا ہے۔ لیکن  
 خان بہادر منشی ذکار اللہ خاں نے اپنی تاریخ میں انگریزی تحریرات کی بنا پر اس کے  
 خلاف رائے ظاہر کی ہے وہ لکھتے ہیں کہ سید شاہ مدن کا شجاع الدولہ کے  
 ساتھ یہ کہنا کہ واپسی تسک کا وعدہ کیا گیا ہے سچ نہیں معلوم ہوتا ہے۔ دوسرے  
 یہ بھی سچ نہیں ہے کہ حافظ صاحب نے مصمم لٹنے اور مرنے پر عزم باعزم کر لیا  
 ہو کہ چونکہ کینل چیمپین خود لکھتے ہیں کہ میرے پاس حافظ کا خط آیا کہ آپ صلح  
 کرادیجئے مگر جب شجاع الدولہ سے اسکا ذکر کیا گیا تو اس کے چالیس لاکھ روپیوں  
 نے بچے دیدیئے اور اُس نے دو کروڑ روپیہ طلب کیئے۔

سیر المتاخرین نے اودھ ہی کچھ لکھا ہے جسکا ترجمہ یہ ہے کہ ”شجاع الدولہ نے حافظ  
 رحمت خاں وغیرہ کو بغرض تمام محنت اول پیغام دیا کہ میں نے ہنگامِ اضطراب  
 میں تمہاری اودھر سٹوں کی مصالحت مابین کی غرض سے زرکثیر اپنے پاس سے  
 مرہٹوں کو دیا اور تھوڑے عرصے پہنچایا۔ جو میرا دادائے قسط کی مقرر تھی وہ  
 منتفی ہو گئی اب تک وہ روپیہ نہیں پہنچا اب چاہیے کہ وہ روپیہ بلا تا مل ادا  
 کرو ورنہ لڑائی کو مستعد رہو۔ حافظ رحمت خاں نے روسا را فاغہ کہ

جمع کئے یہ حال بیان کیا کہ شجاع الدولہ مستعد کارزادہ ہے اُسکا مقابلہ اسوقت  
 مناسب نہیں ہے بہتر ہے کہ روپیہ دیکر اس بلا کو مالا جائے اور شجاع الدولہ نے  
 اولاً دوندے خاں سے خفیہ سازش کر لی تھی۔ احمد اُن کو یہ فریب دیا کہ میں تمکو  
 ملک تہار گنگا کے قریب کا دید و نگاہ اور اپنا قبضہ نہ کروں گا اور اگر تم نے حافظ المکاب  
 کی اعانت کی تو تمکو بھی اُسی آگ میں جلاؤں گا۔ مگر وہ کم عقل طبع زر سے اُسکے  
 دام میں آگئے یہاں تک پہنچے دیگر مورخوں کے بیانات درج کیئے ہیں۔ اب  
 ہم شجاع الدولہ اور حافظ رحمت خاں کا حال لکھتے ہیں۔ شجاع الدولہ حافظ  
 صاحب سے قول قرار کے جب واپس گیا تو اُس نے کچھ مرہٹوں کے نکلنے کی  
 پرواہ نہ کی مرہٹے از خود برسات کے موسم میں گنگا پار چلے گئے بعد برسات کے پھر  
 مرہٹوں نے روہیلوں پر لوٹ مار بدستور شروع کر دی حافظ رحمت خاں نے  
 کچھ روپیہ اُن کو دیا مرہٹوں نے ضابطہ خاں کو قبالہ میں کر کے روہیلوں کو ملانا  
 چاہا اور اودہ پر حملہ کا ارادہ کیا۔ اب روہیلوں کو یہ شکل پہنچی کہ کسیکے  
 ساتھ رہیں اور حافظ رحمت خاں شجاع الدولہ کو ایماندار نہیں جانتا تھا اور نہ  
 اُسکے قول پر اعتبار تھا احمد مرہٹوں کو بھی بے ایمان سمجھتا تھا آخر شجاع الدولہ  
 سے میل کیا۔ سلیکٹ کمیٹی نے ۱۷ جنوری ۱۸۵۷ء کو کلکتہ میں یہ رائے  
 ظاہر کی کہ شجاع الدولہ کو یہ خوف ہے کہ روہیتے مرہٹوں سے مل گئے ہیں  
 اور وہ نواب وزیر کا ملک پھین لیں گے۔ یہ رائے شجاع الدولہ کی صحیح نہیں  
 ہے۔ ظن غالب ہے کہ روہیلوں کے سردار کبھی مرہٹوں سے ملکر اپنی قوت  
 کو نہ گھٹائیں گے اسوقت مصلحت جانکد مرہٹوں سے صلح کر لی ہوگی۔

بحرِ وجب عہد نامہ بمقامِ بنارس یہ شرط قرار پائی کہ بوقتِ حاکم کسی غیر کے ایسٹ انڈیا کمپنی شجاع الدولہ کی مدد کے اور اپنی سپاہ سے اعانت دے۔ اس لیے مرہٹوں کے حاکم سرکاری فوج کے ذریعہ سے روکنے گئے تھے۔ با متقی سردار اور پٹ پار کر کچھ سپاہ انگریزی مرہٹوں کی سرکوبی سے لیے روانہ ہوئی کیونکہ مرہٹوں نے لکھنؤ کے اس پار بہت سے شہر مثل مراد آباد، سنہل وغیرہ کے لوٹ مار کر کے تباہ کر دیئے تھے۔

جب مرہٹے حافظ رحمت خاں سے صلح کر کے لوٹ گئے تب نواب وزیر کے حوالے درست ہوئے۔ پھر شجاع الدولہ نے گورنر سے بمقامِ بنارس سٹیماء میں ملاقات کی۔ گورنر ہسٹنگز نے ۴ اکتوبر ۱۷۸۴ء کو کونسل کھلتے کو یہ رپورٹ بھیجی کہ نواب وزیر کو جو عناد ولی روہیلوں سے ہے وہی اُس نے مجھے وقت ملاقات بیان کیا۔ اور روہیلوں کا ملک لینے کے لیے ہم سے مدد طلب کی ہے اور ہمنے اُس سے اقرار کیا ہے کہ وہ ہکو روپیہ دے تو ہم اُسکی مدد کریں گے اسکی نسبت شمس العلماء ذکار الدعاں صاحب کہتے ہیں کہ بیچارہ روہیلوں نے کمپنی کو کبھی نہیں ستایا اور کوئی بات اُن سے جھگڑکی نہیں کی مگر ضرورت ملنے کے لیے سب کچھ جائز ہے۔

آخر وزیر اور سرکار کمپنی میں یہ معاہدہ ہو گیا کہ ۱۰ لاکھ روپیہ نواب وزیر نقد دیوے تو سپاہ انگریزی اُسکے کام میں بھیجی اور خرچ اُسکا اُسی کے ذمہ ہوگا گو سرکار کو روپیہ کا اور وزیر کو ملک کا فائدہ تھا مگر بنی نوع انسان کے ایک شریفانہ کردار کا بڑا کرنا ہے آرام اور فائدہ کے لیے عدالت کا متغض نہ تھا۔ پٹ

جیت کی بات ہے ایسے ہی کام کئے گئے ذالے بڑے ظالم اور بے رحم  
کہلاتے ہیں۔ یہ الزام کہ حافظ رحمت خاں یعنی روسیہلوں کی سرور نے روپیہ  
کے دینے میں حیلہ یا انکار کیا۔ محض نا انصافی ہے کیونکہ یہ زرمو جو شرط اخراج  
نوم مرہٹہ از روسیہلوں مشروط تھا جب وزیر نے اُن کو کشش اس معاملہ  
میں نہ کی تو وہ زرمو جو کس سٹہ سے مانگتا تھا۔ مرہٹے برابر ملک تاراج کرتے  
رہے جس نہ دینا اور قیمت مانگتا کہیں بھی انصاف ہے۔

دوسرا یہ الزام کہ روسیہلوں نے مرہٹوں کی آمد کی محض غلط ہے وہ ساری  
سپاہ مرہٹوں سے لڑنے کو آمادہ رکھتے تھے۔ مگر کہیں جب ایسی ضرورت  
آپڑی کہ وہ سب کے ہم بالکل مرہٹوں کے ہاتھ سے تباہ ہوئے جاتے ہیں تو انکی  
آتش غضب کو دھما کر دیا۔ انگریزوں کو روسیہ کی ضرورت سے یہ فرض نہ تھا  
کہ وہ استیصال روسیہلوں کا جنگ سے کرتے ہٹینگٹر صاحب گورنر یہ کہتے ہیں  
کہ وزیر ایسا معیضہ و کمزور ہے کہ اپنے قیدی ملک کی حفاظت بغیر استنانت سپاہ  
انگریزی نہیں کر سکتا۔ الغرض شمس العلما موصوف نے نہایت صداقت و تحقیق  
و عدالت سے اس معاملہ کو لکھا ہے اور اُن کی یہ رائے نہایت شرح و بسط سے  
اس معاملہ میں بطور خاکہ اُن کی تاریخ میں مذکور ہے اب ہم اصل مطلب پر آتے  
ہیں۔ ۱۸ نومبر ۱۸۱۷ء کو شجاع الدولہ نے گورنر کو لکھا کہ روسیہلوں کے استیصال  
کے واسطے جو وعدہ امداد کیا ہے اُسکا ایفا ہونا چاہیے۔ چنانچہ حکم ہوا کہ سرکار کپنی  
کی سپاہ بنگال کے سر برگڈ سے جو دوسرا بریگڈ الہ آباد میں رہتا تھا وہ شجاع الدولہ  
کے لشکر سے جا کر ملے۔ کرنل چیمپین کمانڈر تھے وہ فوج لیکر وسط فروری میں روانہ

ہوئے اور ۲۴ فروری ۱۸۵۷ء کو ملک اودھ میں پہنچے۔ ۱۷ اپریل ۱۸۵۷ء کو فوج انگریزی نے بیج فوج نواب وزیر روہیلکھنڈ پر چڑھائی کی۔

۹ اپریل کو کرنل صاحب نے پریزیڈنسی کو چھٹی لکھی کہ روہیلوں نے نہایت عجز سے یہ پیغام بھیجا ہے کہ ہم اطاعت کو حاضر ہیں مگر شجاع اللہ وہ ان سے دو کروڑ روپیہ طلب کرتا ہے اس لیے وہ مجبور ہو کر (کیونکہ) یہ جنگو دیئے گئے ہیں (اور جو درمیان میں پور کٹرہ اور فیض گنج کی سرحد ضلع شاہ جہاں پور اور بریلی کے واقع ہے) اس ارادہ سے آئے ہیں کہ جنگ دم میں دم ہے لیں اور میدان جنگ سے مرٹ لیں۔

اب دونوں لشکری مقام کسک اور میرا پور کٹرہ کے درمیان جو ضلع شاہ جہاں پور میں ہیں مقابل ہوئے۔ میرا پور کٹرہ شاہ جہاں پور سے ۱۸ میل کے فاصلہ پر ہے اور یہ فیصلہ چند سال سے قریب نصف کے زمینداری میں مؤلف رسالہ ہذا کے ہے) صبح کے وقت انگریزی فوج نے اُن پر حملہ شروع کیا کرنل چیمپین فٹ جرحت خال کی بہادری کی بڑی تعریف کرتا ہے اور لکھتا ہے کہ ۴۰ ہزار انکی سپاہ ہوگی اور نہایت مردانہ اور دلیرانہ ہم سے لڑا اور بہت دفعہ روہیلے ہمارے لشکر میں گھس آئے اور اپنے علم گاڑ دیئے اور بڑی جرأت سے آگے حملہ کرتے اور ہماری تپا چھین لینے کا قصد کرتے تھے مگر ہماری توپوں نے اُن کو بڑھنے نہ دیا جب وہ پاس آئے انکو اڑا دیتے تھے اُن کی بہادری کا بیان ہم سے ناممکن ہے انہوں نے سب طرح سے فن حرب و سپہ گری دکھایا دو گھنٹہ ۲۰ منٹ تک توپوں کی آگ آدمیوں پر برسنی رہی اور کسی منٹ تک گولیوں کی بوجھار برسی

دو ہزار روپیہ اور بہت سے سردار میدان جنگ میں مارے گئے۔ اسب چونکہ سبیل  
 اور بیل شروع ہو گیا تھا انگریزوں کی فتح کا باعث یہ ہوا کہ حافظہ اللہ کا حفظ رحمت خاں  
 کی جان حزیں نے میدان جنگ میں غم سفر کیا اور وہ سردار فوج بڑی شجاعت  
 سے مارا گیا۔ اور ایک بیٹا بھی اُن کے ساتھ مقتول ہوا۔ اور دوسرا بیٹا مجبور  
 کر لیا گیا اور تیسرا مفروض تھا تب انگریزوں نے میدان جنگ کا حقیقت لیا۔ اسب  
 کرنیل صاحب نے جوان دشمنوں کی بہادری اور دلیری بیان کی ہے اور ہر قوم  
 کو دہی سب وہ اپنے دوست شجاع الدولہ کا حال جو لکھتا ہے وہ بھی قابلِ فکر  
 ہے کہ میں حیران ہوں کہ کیا کروں شجاع الدولہ کہ اس فتح کی تہنیت دوں  
 یا اُس کی نافروری پر لعنت و لعنت کروں۔ مجھے اسکا حال بیان کرنا ضروری  
 تاکہ گورنمنٹ انگریزی جان لے کہ یہ ہمارا دوست ایسا ہے کہ ذرا بھی اعتبار کے  
 لائق نہیں۔ لڑائی سے ایک رات پہلے میں نے بار بار توپیں اُس کی مانگیں تھیں  
 اُن کی بڑی ضرورت جنگ میں تھی مگر اُس نے صاف اٹھا کر کہے میرے کام میں  
 نہ آنے دیا وعدہ کیا کہ کل آپ کے ہمراہ سارا لشکر لیکر موجود ہو گا اور سواروں  
 کو لیکر موجود پاس کھڑا ہو گا اور جو ہدایت ہو گی اُسپر عمل کروں گا۔ مگر وہ لڑائی  
 کے پاس کیا آتا تو بھی آکر نہ کھڑا ہوا میں نے جہاں اُسکو صبح لشکر کے  
 ساتھ دیکھا تھا وہ اُسی جگہ رہا۔ جب فتح کی خبر پہنچی تو اُس وقت فوج لیکر میدان  
 میں آکر ہوا۔ اور لشکر کو حافظہ اللہ کے دل کھول کر لوٹا۔ اسپر سپاہ کہانی۔ نے  
 جو قواعد کے پابند تھے ایک اپنے افسر سے کہا کہ فتح کی عزت پہلو حاصل ہوئی  
 مگر ان کی صنعت ان ٹیڑوں کو ملی یا اس فتح سے لڑائی کا خاتمہ ہو گیا۔

فیض اللہ خاں کچھ سپاہ لیکر سپاہوں میں چلا گیا باقی سارا ملک نواب وزیر کی لوٹ مار کرنے کے لیے پڑا تھا نواب وزیر نے سب ملک میں آگ لگا دی اور سب شہروں پر بھاڑو پھیر دی ایک لاکھ سے زیادہ آدمی اپنا مسکن چھوڑ کر جنگل میں چلے گئے۔ اور یہ سمجھے کہ بھوک اور درندوں کی تکلیف سے مرنا اس ظالم کے ہاتھ میں پڑنے سے بدرجہا بہتر ہے۔

کرنیل چیمپین نے جب یہ حال دیکھا تو گورنر کو لکھا کہ وہ اُس وقت مجبور تھا کہ نواب سے کوئی عہد اس بابت نہ ٹھہرا تھا کہ بعد فتح کیا کیا جاوے۔ کرنیل نواب کو سمجھاتا تھا کہ یہ ظلم نہ کر کیا افسوس کی بات ہے کہ وہ لشکر و افسر جو اپنی بہادری اور شجاعت کا دعوے کرتے ہوں اور وہ بے گنا ہوں کے گانڈوں کے گانڈوں اور اسباب آگ میں جلنا اور بچوں کو ماؤں کی چھاتیوں پر قتل ہوتے ہوئے اور صاحب عصمت عورتوں کے بے عصمت ہوتے ہوئے دیکھا کریں اور پھر حمایت کر کے ظالموں کے ظلم کو نہ روکیں۔ غرض کہ ان بہادروں نے آدمیوں کو شیروں کے ہمسایہ میں بھیجا اور شیروں کی جگہ بھیڑیوں کو بٹھایا۔ نتیجہ لڑائی کا یہ تھا کہ یہ ظالم بزدل روہیلوں کے ذبح کرنے میں قصاب ہو گیا۔ اُس نے اُن کے ننگ و ناموس و جان و مال کو خاک میں ملایا۔ اُسکے سینہ میں اس قوم کی طرف سے ایسا کینہ تھا کہ گورنمنٹ انگریزی سے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ اس قوم کا استیصال چاہتا ہوں چنانچہ وہی اُس نے کر دکھایا۔ کوئی قطعہ زرخیز اس ملک کا نہ تھا کہ اُس نے اُس کو ویرانہ نہ بنایا ہو۔ مگر اسپر بھی اٹھا استیصال نہ ہوا۔ اب تک اُن کا ایک گروہ باقی ہے جو ہندوستان



میں شرافت و شجاعت میں ضرب المثل ہے۔

فیض اللہ خاں ایک سردار و ہیلہ باقی رہ گیا تھا جس سے لڑنے کو افواج  
تشفقہ چلی مگر فیصلہ بغیر جنگ سے اس طرح ہو گیا کہ ۱۴ لاکھ پچتر ہزار روپیہ کی جاگیر  
اُس کو روہیلکھنڈ میں شجاع الدولہ نے دیدی (یعنی مصطفیٰ آباد - ام پور)  
اور باقی ملک روہیلکھنڈ اپنے قبضہ میں رکھا۔ اس جنگ روہیلہ پر موثرین  
محققین نے بحث عظیم کی ہے۔ گلچ صاحب لکھتے ہیں کہ ملک کی ضرورت کو  
الحفاظ سے دیکھا جاوے خواہ اخلاق انسانی کے اعتبار پر نظر رکھاوے تو  
میرے نزدیک سنگو گور نر جزل نے ایسا نہیں کیا کہ اُس کی پیشانی پر  
بدنامی کا طغرا بنایا جاوے۔ لیکن ہلکو اگر کچھ سمجھ ہو تو یہ امر تسلیم کریں گے  
کہ بڑا کام اُجرت پر بھی کرنا بڑا ہے۔ لڑائی ناحق کرنا جنگ دو سرانہ چھپنے  
خواب کام ہے۔ اس لیے روہیلوں سے لڑنا عیث تھا روہیلوں کیساتھ  
لڑنے کا کوئی مطلب نہ تھا سوائے اسکے کہ ایک عمدہ انتظام ملکی کو شجاعت  
شعار و معارف اُتار قوم سے لیکر ایک ظالم نامرد و سودی کو دیں۔ گورنر  
اس بات کو خوب جانتے تھے کہ میں یہ کیا کرتا ہوں۔ میجر سکسٹ جو اس  
بدکرداری کا عذر کرتے ہیں وہ بدتر از گناہ ہے کہ روہیلے کچھ اصلی ستوطن  
اس مقام کے نہ تھے۔ اُن کا ملک سے نکال دینا عین عدالت تھی صاحب  
اس وقت شاید خود کو بھول گئے اُن کے نزدیک اگر کلکتہ یا مدراس سے  
انگریزوں کو کوئی نکالتا تو بھی انصاف ہوتا۔ اس وقت تو ایسے خاص  
ہند میں فیصلہ دی گئے تھے اور ان کی سلطنت بھی غصہ پیاس سے نہ پیدا

ہوئی تو کیسے ملی تھی۔ غرضیکہ جو اس فعل کی زشت روی ہو

یہاں تک پہنچنے حالات بے کم و کاست

کتاب شمس العلماء منشی ذکار اللہ خاں جلد سوم سے نقل کیے ہیں۔

ہمارے نزدیک یہ مسئلہ ایسا پیچیدہ ہے کہ جب کوئی فریق الزام کسی فریق

پر لگائے اس میں اسے زنی کرنا عجیب ہے۔ ہر ایک شخص اپنے نفع پر خیال

کر کے کارروائی کرتا ہے۔ لہذا ہم اپنی رائے اس شعر پر ختم کرتے ہیں۔

روز مصلحت ملک خسرواں دانشمند گداے گوشہ نشینی تو حافظا محروشا

یہ تمام واقعات بہر سلطنت شاہ عالم بادشاہ دہلی کے واقع ہوئے ہیں چنانچہ

واسطے اس وقت حال روہیلوں کے شاہ عالم نے نجف خاں کو سہ سپاہ کے

روہیلکنڈ روانہ کیا تھا مگر یہاں انگریزی سپاہ روہیلوں کا پہلے ہی کام

تمام کر چکی تھی۔ نجف خاں نے نواب وزیر سے ملک اور غنیمت میں بادشاہی

حصہ مانگا تو شجاع الدولہ نے کہا کہ میری بادشاہ سے یہ شرط تھی کہ بادشاہ

بذات خاصہ لشکر لے کر اس کی کمک کو آئے چونکہ بادشاہ نے اس عہد کے

تمام شرائط پوری نہیں کیے لہذا ملک سے کوئی حصہ نہ دوں گا مگر کہ نبل حسب

فوج انگریزی کے پاس ایک تینے اس عہد نامہ کا جو وزیر و بادشاہ سے

ہوا تھا موجود تھا۔ اس کو دیکھا تو اس میں کہیں اسکا ذکر نہ تھا کہ واسطے استیصال

روہیلوں کے بادشاہ بذات خود آئے۔ جب اسکی جبرگورمنٹ انگریزی کو ہوئی

تو اس نے اپنے سپہ سالار کو بھیج دیا اسکی کہ نقطہ ہمارا کام روہیلوں کا

ملک فتح کرنے کا ہے۔ اگر شجاع الدولہ نے اپنے عہد کو بادشاہ سے توڑ دیا

اور اُس کے سبب سے بخت خاں اور بادشاہ شجاع الدولہ سے لڑے تو تم کیسکی طرف نہ بولنا۔ الغرض بخت خاں نے اُسوقت لڑنا مصلحت نہ سمجھا۔ بسولی ضلع بدایوں سے واپس گیا۔ اب ہم یہاں سے کچھ تھوڑا سا حال شاہ عالم بادشاہ کا بھی لکھنا چاہتے ہیں۔

۲۵ دسمبر ۱۸۵۷ء کو شاہ عالم جلوه افروز تخت سلطنت ہوئے۔ اور اپنے ملک کا انتظام کرتے رہے۔ اور بہت سے وزیران کے عہدہ میں بدلتے رہے۔ جیو۔ بھی باغی ہو گیا تھا جہاں خود شاہ عالم فوج لیکر گیا اور وہاں کا فتنہ فرو کیا۔

۱۸۵۷ء میں شاہ عالم نے اپنا عزیز اور مددگار مادہو جی سیندھیا ملقب بہ ہمارا جہ پٹل بہادر واپس لے کر گن کو مقرر کیا اور ہمارا جہ پٹل نے اپنی طرف سے ایک شخص کو دربار میں حاضر کیا۔ شاہ عالم میں غلام قادر خاں روپیہ پسر ضابطہ خاں بن نجیب الدولہ جیگا دوا یعنی نجیب الدولہ بادشاہ کے ہاں بہت اختیار رکھتا تھا اور وزیر بادشاہ ہی ہو گیا تھا۔ دیگر امرا اور دوسرا سپاہ کے اپنے شہر نجیب آباد سے بھرن لوٹے قلعہ سعلے کے دہلی چلا گیا۔ جہاں پارس آکر اس نے بادشاہ کے حضور میں کہلا دیا کہ یہ فدوی واسطے رفع کرتے شکوک اور نامی کے جو میرے دشمنوں نے حضور سے کی ہیں آیا ہے اگر حکم ہو تو دربار میں حاضر ہوں۔ واضح ہو کہ یہ غلام قادر خاں نمک حرام اس بہانہ سے الکل قلعہ ناظر وغیرہ کی سازش سے اندرون قلعہ آنا چاہتا تھا۔

جبکہ بادشاہ نے حکم اندازے کا نہ دیا تو پھر نمک حرام ناظر قلعہ اندر الہ پار اور سیلوان

اہلکاران قلعہ نے بادشاہ کو سمجھایا کہ اسکے دل میں دغا نہیں ہے یہ صرف  
 حضور کی ملاقات کو آیا ہے تب بادشاہ نے اُن کے قول پر اعتماد کر کے غلام قادر  
 کو حکم حاضری دربار دیا۔ غلام قادر غاں مع اپنے مشیروں اور سپاہ کے قلعہ  
 سے داخل ہوا بادشاہ نے اُس کی بڑی تواضع کی اور اُس کو اپنے  
 سینہ سے لگایا۔ اُس نے باہر آ کر اپنی زوج کو جا بجا متعین کر دیا اور بادشاہی  
 سپاہیوں کو نکال دیا جب بادشاہ نے یہ بات سنی تو پھر غلام قادر کو اسنے پاس  
 بلایا اور کہا کہ یہ تو نے کیا بلوہ مچا رکھا ہے اُس نے کچھ جواب نہ دیا اور تخت کے  
 پاس جا کر بادشاہ سے یہ عرض کی کہ آپ لایق بادشاہی کے نہیں ہیں تخت  
 سے اتر جائیے۔ پھر بادشاہ نے یہ جواب دیا کہ برائے رسول نہیں تخت سے  
 نہ اتار اس میں ہماری بے عزتی ہے بلکہ تو ہمیں مار ڈال تو بہتر ہے۔ غلام قادر نے  
 یہ بات سن کر تلوار میان سے نکالی اسیوقت ناظر قلعہ نے بیچ بھاڑ کر دیا اور  
 بادشاہ کو سمجھایا کہ آپ تخت سے اتر جائیے ورنہ یہ بڑی بے عزتی کرے گا۔ بادشاہ  
 کا چونکہ اسوقت کوئی مددگار نہ تھا ناظر وغیرہ سب تک حرام غلام قادر سے  
 ملے ہوئے تھے تخت سے اتر کر محل میں چلے گئے۔ تب غلام قادر نے ایک  
 شخص کو جس کا نام جہان شاہ تھا تخت پر بٹھایا اور استہار دیا کہ جہاں شاہ  
 بادشاہ ہے اور حضرت شاہ عالم اور شہزادگان کو سلیم گدہ کی طرف ایک مکان میں  
 قید کر دیا اور قلعہ کے لوٹنے پر کمر باندھی۔ سات روز تک خوب قلعہ لوٹا۔ پھر  
 ایک روز خود دربار کیا اور حکم دیا کہ آج شاہ عالم مع شہزادگان ہمارے  
 حضور میں لائے جائیں۔ فی الفور شاہ عالم مع سب شہزادوں کو غلام قادر

کے دربار میں حاضر کیے گئے۔ تب غلام قادر نے شاہ عالم کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ آپ زروال جواہرات تیار کیجئے ورنہ ہم آپکی دونوں آنکھیں نکال ڈالیں گے۔ بادشاہ نہایت مضطرب ہو کر محل میں گئے اور بہت سے جواہرات لاکر پیش کیے غلام قادر نے کہا کہ اور لاؤ تمہارے پاس اور بھی ہے بادشاہ نے جواب دیا کہ اب میرے پاس اور کچھ نہیں ہے تب غلام قادر نے غصہ سے بادشاہ کو فرش پر گر کر چھاتی پر سوار ہو کر اور اپنی کٹاری سے بادشاہ کی آنکھیں نکال ڈالیں۔ یہ وقت ایسا مصیبت کا تھا کہ خدا کسی پر نہ لاتے بعد نکالنے آنکھوں کے غلام قادر نے اُن کو علیحدہ گوشہ میں قید کر دیا۔ اُس وقت سے شاہ عالم ایک گوشہ میں رہتے تھے اُن کو مذاق شعر کا تھا اور خود شعر کہتے تھے اور آفتاب تخلص کرتے تھے۔ اُسی حالت کیسی اور تنہائی میں چند اشعار لکھے ہیں جنکو اکثر پڑھتے تھے ہم اُن کو اسی موقع پر درج کرتے ہیں۔

### اشعار

صرصر حادثہ برخواست پے خواہی ما ۛ داد بر باد و سر د برگ جہا نداری ما  
آفتاب فلک رفعت شاہی بودم ۛ بود در شام زوال آہ سیکاری ما  
چشم ماندہ شازبور فلک بہتر شد ۛ کہ نہ بینم کہ کند غیر جہا نداری ما  
داد افغاں بچہ شکست شاہی برباد ۛ کیست جز فوات منزہ کہ کت مبادی ما  
کردہ سی سال نظارت کہ ادا دہ باد ۛ زود تر یافت تلانی ستارگی ما  
نارنیاں پری چہرہ کہ ہدم بود ند ۛ نیست جز محل مبارک بہ پرستاری ما  
حق طفلان کہ رشتی سال فراہم کردیم ۛ کردہ تاراج نمودند بساری ما

عہد پیمان بیاں دادہ نمودند و نا \* محلایاں خوب نمودند و فساداری ما  
 شیر دادیم بہ افقی بچہ و پرور و ریم \* عاقبت گشت مجوز پے خونخواری ما  
 قوم اقلان و مغلیہ ہمہ بازی دادند \* بسکہ گشتند مجوز بہ گرفتاری ما  
 آں گدازادہ ہمدان کہ بدوزخ برزد \* بانی جور و ستم شد بدل افکاری ما  
 گل محمد کہ زہر و ان شہادت کم نیست \* چہ قدر کرد و کالت بہ گرفتاری ما  
 ہم الہ یار و سلیمان بدل بیگ لعین \* ہر سہ بستند کمر بہ دل آزاری ما  
 شاہ تیمور کہ داد و سیر نسبت باسن \* زود باشد کہ بیاید بدگاری ما  
 مادھوجی سیندھیا فرزند جگر بند سن است \* ہست مصروف تلافی ستکاری ما  
 راجہ و راکھ زمیندار و ایسروچہ فقیر \* چیف باشد کہ نباشد بہ غم خواری ما  
 حال ما گشتہ بتر بچہ اماں نہ بزدید \* کرد تقدیر ازل روزی ما خواری ما  
 بود جانگاہ زرو مال جہاں بچہ مرغن \* دفع از فضل الہی شدہ بیماری ما  
 آصف الدولہ و انگیز کہ دسوز سن اند \* چہ عجب گر بنایند مددگاری ما

آفتاب از فلک امروز تباہی دیدے

باز فرود آید و سروسرداری ما

اسکے بعد ہمارا جہ پٹیل کو جب یہ خبر ہوئی کہ حضرت سلطان شاہ عالم یہ حادثہ  
 ہوا ہے تو وہ بہت غصہ میں آیا اور اس نے بہت سی فوج واسطے اخراج  
 غلام قادر کے بھیجی۔ جب غلام قادر نے سنا کہ ہمارا جہ سیندھیا الملقب بہ  
 ہمارا جہ پٹیل نے میرے مقابلہ کو فوج روانہ کی ہے اور نزدیک آ پہنچنی ہے  
 تو وہ جمناکو عبور کر کے میرٹھ کی طرف بھاگا۔ ہمارا جہ کی فوج دہلی پہنچنی اور

حضرت شاہ عالم کو دوبارہ تخت پر بٹھایا اور نذر بھی گزرائی اور فوج واسطے تلاش  
 علام قاور کے میرٹھ روانہ ہوئی اور اُسکو فوراً گرفتار کیا۔ لیکن وہ ایک موقع  
 پا کر بھاگ گیا پھر دوبارہ بذریعہ ایک زمیندار کے گرفتار ہوا۔ مرہٹوں کے  
 کپ میں حاضر کیا گیا۔ مرہٹوں نے اُس کے واسطے لوہے کا ایک پیغہ بنوایا  
 اور اُس کو بند کیا اور اس طور سے اُس کو ہلاک کیا کہ کبھی اُسکا ہاتھ کاٹ لیا  
 اور کبھی ناک کاٹ لی۔ مہاراجہ ٹپل بہادر خود دہلی میں رونق افروز ہوئے  
 اور بادشاہ کو نذر پیش کی اور نو لاکھ روپیہ سالانہ حضور کی تنخواہ مقرر کی  
 اور اپنا ایک صوبہ دار جسکا نام نظام الدین تھا دہلی میں واسطے انتظام کے  
 مقرر کر کے اپنے وطن کو لوٹ گیا۔ اور اس طریقہ سے مرہٹوں کی عملداری  
 دہلی میں حکم ہوئی۔ سن ۱۷۸۷ء تک مرہٹوں کی عملداری رہی بعد ازاں  
 انگریزوں نے اسی سال مرہٹوں کو شکست دیکر دہلی کو فتح کیا اور شاہ عالم  
 کے بارہ لاکھ روپیہ سالانہ بطور نذر کے مقرر کیا۔ اب یہ سمجھنا چاہیے کہ سلطنت  
 مغلیہ کا خاتمہ ہو چکا اور سلطنت ہندوستان سرکارِ کہنی کی ہو گئی اور شاہ عالم  
 نے سن ۱۷۸۷ء میں انتقال فرمایا۔ اُن کے جانشین اکبر شاہ ثانی نے قلعہ میں  
 تخت پر جلوس فرمایا۔

پچھلے اس موقع پر شاہ عالم کا حال مناسب سمجھا لکھا ہے۔ اب پھر اصلی  
 مطلب پر رجوع کرتے ہیں یعنی یہاں سے شجاع الدولہ کی حکومت رو سکلیٹ  
 کا بیان کرتے ہیں۔

انگریزوں نے شجاع الدولہ نے مقام بسولی کی طرف

کریج کیا جسوقت شجاع الدولہ لہولی کی چھاؤنی میں تھا اسوقت ایک بید سمنی  
 بیاس راستے قوم فاتح کا لباس پہنکے یا گنداری روہیلکھنڈ کی وصول کرنے لگا  
 اور عوام پر ظلم و تعدی زیادہ ہونے لگا۔ بعد وفات شجاع الدولہ کے نواب  
 آصف الدولہ حاکمان بدایوں کو وقتاً فوقتاً تبدیل کرتا رہا۔ اگرچہ اُسکے عہد میں  
 بہت سی املاک معافی وغیرہ اہل بدایوں کو سناٹ ہوئیں اور بعض کی جائیدادیں  
 ضبط بھی ہوئیں۔ مگر ۲ برس تک بدایوں ایک خراب حالت میں رہا۔ کسی  
 گورنر یا عامل کا اس عہد نواب وزیر میں کوئی خاص دلچسپ واقعہ یا تذکرہ  
 نہیں پاتے جو مفصل لکھا جاوے۔ صرف عمال بدایوں کی جو بڑا آصف الدولہ  
 رہے ایک فہرست ذیل میں درج کرتے ہیں جس کا نام اور زمانہ حکومت  
 معلوم ہو جائیگا۔

نمبر	نام عامل	سنہ حکومت	مدت	کیفیت
۱	خواجہ آفتاب خاں	۱۷۷۲ء	ایک سال	
۲	راجہ کنڈن لال	۱۷۷۵-۷۶ء	ایک سال	
۳	راجہ سورج سنگھ	۱۷۷۷ء	ایک سال	
۴	راجہ کنڈن لال	۱۷۷۸ء	ایک سال	نمبر ۲۵۷۷ء میں بھی راجہ ایک سال حاکم رہا تھا دوبارہ ۱۷۷۸ء میں بھی حاکم مقرر ہوا۔
۵	راجہ دولت سنگھ	۱۷۷۹ء	ایک سال	
۶	راجہ کنڈن لال	۱۷۸۰ء	مششہد	یہ سب بارہ آیا نمبر ۲۵۷۸ء میں درج ہوا۔



نمبر	نام عامل	سنہ حکومت	مدت	کیفیت
۷	خواجہ عین الدین	۱۶۸۸ء تا ۱۶۹۶ء	۸ سال ۷ ماہ	
۸	راہو بگٹا کھٹہ	۱۶۹۶ء تا ۱۷۰۰ء	دو سال	
۹	راہو بگٹا انداس	۱۷۰۰ء تا ۱۷۰۴ء	۴ سال	
۱۰	جیٹھ مل	۱۷۰۴ء تا ۱۷۰۸ء	۴ سال	
۱۱	مہدی علیخان	۱۷۰۸ء تا ۱۷۱۲ء	۴ سال	

اسکے بعد ۱۷۱۲ء میں آصف الدولہ کا انتقال ہو گیا۔ اسکا پسر مقبضہ وزیر علیخان کچھ عرصہ تک ملک اودہ پر قابض رہا۔ پھر اسی سال تخت سے اتار دیا گیا اسکا قلم مقام نواب سعادت علیخان ہوا۔ اُسکے زمانہ میں گورنران بدایوں حسب ذیل ہوئے۔

نمبر	نام حاکم	سنہ حکومت	مدت حکومت	کیفیت
۱	راہو موہن لال	۱۷۱۲ء تا ۱۷۱۵ء	۳ سال	
۲	خواجہ الماس علیخان	۱۷۱۵ء تا ۱۷۱۹ء	دو سال	
۳	حسین علیخان	۱۷۱۹ء تا ۱۷۲۳ء	۴ سال	

ان حکام کے حالات اور انکی سوانح قمری اسوجہ سے مفصل نہیں لکھی کہ بدایوں کے عہد حکومت میں کوئی کامایاں نہیں کیئے بہر اس کے کہ ان کے کرتے بہت مستطرب صاحب اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں ان حکاموں کے اختیارات بہت بے انتہا تھے۔ وہ جعفر چا۔ پٹا و مول کر کے تھے۔ اور جعفر پٹا تھے خزانہ میں

جمع کرتے اور جو کوئی بولی زیادہ روپیہ کی بولتا اُسے کوریہات ٹھیکہ میں دیدیتے تھے عاملان ٹھیکہ اور آسامیان کے درمیان کوئی نیک نیتی کا برتاؤ نہ تھا۔ پٹہ دار جب قدر چاہتا تھا کاشتکار سے وصول کر لیتا تھا۔ سواضحات بالکل ویران ویران تھے۔ اور کاشت معدوم ہوتی جاتی تھی۔ اور آراضیات مزرعہ میں بالکل جنگل نظر آتا تھا۔

یہ تباہ حالت تھوڑی سال پہلے خوش قسمتی رعایا سے نواب وزیر نے انگریزوں سے فوجی مدد بعد معاہدہ چاہی اور اُس فوج کو اپنے ملک میں قایم کیا۔ پٹہ دار میں خراج کی بقایا استفادہ کر رہے تھے کہ اُسکا ادا کرنا دشوار تھا۔ اس فرض کے ادا کرنے کی غرض سے نواب وزیر روہیلکھنڈ اور دیگر ممالک ایسٹ انڈیا کمپنی کو دینے پر رضا مند ہو گیا۔ یہ صلح نامہ ۱۲ نومبر ۱۸۵۷ء میں لکھا گیا۔ اسوقت سے بدایوں تمامہ برٹش گورنمنٹ کے قبضہ میں آ گیا۔

## باب بیان سلطنت انگلستان

آخر ۱۸۵۷ء میں جبکہ ملک روہیلکھنڈ نواب وزیر نے برٹش گورنمنٹ کو تفویض کیا اسوقت سے یہ ملک مفوضہ موسوم ہوا۔ جس میں بدایوں بھی شامل تھا۔ نواب گورنر جنرل بہادر نے بوڑو آف روہیلکھنڈ کا حکمہ مقرر فرمایا اور نریبل ایم ولسلی صاحب اُس کے پریسڈنٹ مقرر ہوئے اُن کو

اجازت ملی کہ ان علاقوں کا بندوبست کریں۔ اس وقت موجودہ روہیلکھنڈ کا کل رقبہ صرف دو ضلعوں میں تقسیم تھا اور نہ ضلع بریلی اور مراد آباد کے نام سے موسوم تھے۔ اس وقت <sup>۱۸۵۷</sup>ء کو ایک جدید کلکٹری سہسوان میں مقرر ہوئی ہے جس کا ذکر ہم اوپر مذکور اول فصل ہفتم میں لکھ چکے ہیں اس وقت ہا پر گئے متعلق سہسوان کے کیے گئے تھے جنکے نام نقشہ ہذا سے ظاہر ہوں گے۔

پتہ	نام پرگنہ	نام ضلع جہاں سے منتقل ہو کر آیا	جمع مساحت
۱	رجپوں	مراد آباد	لکھنؤ مساحت
۲	اسد پور	"	لکھنؤ مساحت
۳	اسلام نگر	"	لکھنؤ مساحت
۴	بسولی	"	لکھنؤ مساحت
۵	ستاسی	"	لکھنؤ مساحت
۶	کورٹ سالباہن	بریلی	لکھنؤ مساحت
۷	سہسوان	"	ایک لاکھ مساحت
۸ و ۹	بایوں داوتھا	"	لکھنؤ مساحت
۱۰	اونچیا نی	"	ایک لاکھ مساحت
۱۱	سیلم پور	"	ایک لاکھ مساحت

پرچہ	نام پرگنہ	نام ضلع جہاں سے منتقل ہو کر آیا	جمع اسٹاک
۱۲	برام پور	علی گڑھ	نور جاہ
۱۳	فیض پور بدایا	"	رویا محمد
۱۴	سورول	"	سید احمد
۱۵	مارہرہ	"	لکھنوی
میزا نخل			
لکھنوی			

نقوڑے دنوں کے بعد چار پرگنہ علی گڑھ سے منتقل ہو کر آئے تھے وہاں اس ضلع سے خارج ہو گئے۔

ہمسواں میں کلکٹری ٹائم ہونے پر مسٹر سٹیپن ہم صاحب سب سے پہلے کلکٹر مقرر ہوئے جنہوں نے بندوبست کا کام بھی انجام دیا جو یہاں تک بندوبست میں صفحہ ۱۱ پر لکھ چکے ہیں اور اسی سلسلہ میں مسٹر فیلڈ جو دوسرے کلکٹر تھے اور مسٹر برون صاحب جو تیسرے کلکٹر تھے ان کا ذکر بھی کر چکے ہیں ان صاحبان ضلع کے وقت میں سوائے بندوبست کی تکمیل کے اور کوئی واقعہ قابل تذکرہ نہیں ہے۔ ان کے بعد جو کلکٹر آئے انکی فہرست حسب ذیل ہے۔

نمبر شمار	نام کلکٹر	تاریخ آمد	تاریخ چھوڑنے کا	کیفیت
۴	مسٹر الگنڈر	۲۸ نومبر ۱۸۷۸ء	۲۶ دسمبر ۱۸۷۸ء	

سیر	نام ملک	تاریخ آمد	تاریخ خروج خارج کی	کیفیت
۵	مسٹر کلاک صاحب	۱۸۳۶ء ۲۸ دسمبر	۱۸۳۶ء ۶ دسمبر	<p>ترمیم بندوبست کی اور انہیں کسے وقت میں مئی ۱۸۳۸ء میں معمر مقام ضلع کا سہسوان سے بدایوں کو منتقل ہوا۔</p>
۶	مسٹر کریگی صاحب	۱۸۳۶ء ۸ دسمبر	۱۸۳۶ء ۱۲ دسمبر	
۷	مسٹر ولیمٹ صاحب	۱۸۳۶ء ۱۳ دسمبر	۱۸۳۶ء ۱۳ دسمبر	
۸	مسٹر کریگی صاحب	۱۸۳۶ء ۱۴ دسمبر	۱۸۳۶ء ۱۴ دسمبر	
۹	مسٹر ٹمنس صاحب	۱۸۳۶ء ۱۴ جنوری	۱۸۳۶ء ۱۴ جنوری	
۱۰	مسٹر کاکس صاحب	۱۸۳۶ء ۶ جنوری	۱۸۳۶ء ۲۶ فروری	
۱۱	مسٹر ایون سی صاحب	۱۸۳۶ء ۲۶ فروری	۱۸۳۶ء ۱۲ دسمبر	
۱۲	مسٹر آربی مارگن صاحب	۱۸۳۶ء ۱۳ دسمبر	۱۸۳۶ء ۵ مئی	
۱۳	مسٹر ولیم صاحب	۱۸۳۶ء ۶ مئی	۱۸۳۶ء ۶ اکتوبر	
۱۴	مسٹر ٹیٹر صاحب	۱۸۳۶ء ۶ اکتوبر	۱۸۳۶ء ۱۳ فروری	<p>یہ کلاک صاحب تیز زبان تھے بہ نسبت کلاک ان سابق کے زیادہ مددگار ضلع میں رہے انہوں نے شہر میں پختہ کھرنبجہ نالی وغیرہ بنوانی کا کام کیا</p>
۱۵	مسٹر ٹرن صاحب	۱۸۳۶ء ۱۴ فروری	۱۸۳۶ء ۱۴ فروری	

نمبر	نام نگار	تاریخ آمد	تاریخ چھاپنے ضلع کی	کیفیت
				<p>اور یہ عیاں ہے اس کا صرفہ وصول کیا  گیا جو اکثر اشخاص کو ناگوار گذر چکا ہے  انہیں کے زمانہ کے ایک فارسی شاعر  نے ایک قصیدہ اس وقت کے حوالہ  لکھا تھا جس کے مطلع کا پہلا مصرعہ یہ تھا۔  عز فلک بشہر ہادیوں بلا فلک آمد =  اور اس کا ایک شعر جو ایک زبان زو  خاص و عام ہے یہ ہے  ہنوز سچ کھر بچہ نہ رفت بود از دل  کہ شور ناکہ بالی نہ ہر دہن آمد</p>
۱۴	مسٹر کوٹ صاحب	۵ جولائی ۱۸۳۸ء	۱۰ جولائی ۱۸۳۸ء	
۱۷	مسٹر سر لیفٹیننٹ صاحب	۱۱ جولائی ۱۸۳۸ء	۱۳ اپریل ۱۸۳۸ء	
۱۸	مسٹر مارگن صاحب	۱۳ اپریل ۱۸۳۸ء	۱۵ اپریل ۱۸۳۸ء	
۱۹	مسٹر کپٹن صاحب	۱۹ اپریل ۱۸۳۸ء	۵ مئی ۱۸۳۸ء	
۲۰	مسٹر ایڈوارڈس صاحب	۵ مئی ۱۸۳۸ء	۱۰ جون ۱۸۳۸ء	
<p>حالات غدر و شہداء</p> <p>مسٹر ایڈوارڈس صاحب کلکٹر اور مجسٹریٹ کا</p>				

زمانہ وہ زمانہ تھا جبکہ باغیوں نے ملک میں برائے نامی پھیلا رکھی تھی۔ اس  
 ضلع میں سب سے پہلے ۱۹ مئی ۱۹۴۷ء کو آوارہ بغاوت نمایاں ہوئی  
 اور لاہور میں بھی یہ گڑبگڑ شام میں تحصیل بسبلی میں شروع ہوئی۔ ایک گاڑی  
 ڈبہ کی بھری جاتی تھی اس کو لوگوں نے لوٹ لیا۔ جب عہدہ داران  
 پولیس تحقیقات کو گئے تو ان کو مار کر بھگا دیا۔ مسٹر ایڈ وارڈس صاحب  
 باوجود جیل میں موقوفہ رہنے کے ہنگامہ فرو کرنے کی کوشش کی اور پولیس دو چند  
 کر دیا اور جیل ملازم۔ کئے ہر چند وہ کوشش کرتے تھے کہ ضلع میں امن ہو لیکن

راجہ سبوت اپنی مشاعرے میں نہایت کتاب ہذا کی عمر دل بال کی تھی میرے جد امجد مولوی اسحاق  
 صاحب داتا گولویہ دارالافتاء تھے اور ان کے کائنات زمانہ و مردانہ و دیوان خانہ  
 داتا گولویہ واقعہ ہوا اور ملک خاں اور ملک معانی واقعہ ہوا۔ ہمارے ہاں پورے داتا گولویہ  
 داتا گولویہ واقعہ ہوا۔ میرے عم بزرگ دارالافتاء مولوی محمد غازی الدین صاحب مرحوم اس زمانہ میں  
 وکالت بھی دلی میں کرتے تھے جناب دادا صاحب مرحوم و سفید مع قابل کے ہاں مقیم  
 تھے وہ وقت دارالافتاء میں رہتے تھے۔ ان کے وطن میں اور۔ اپور میں رہتے تھے  
 اور وہ بوسیدہ ملہ پیشہ طبابت میں تھے جناب حکیم محمد عادت بلخاں بہادر مرحوم سابق وزیر  
 دارالافتاء رام پور کے ان فضلاء میں ایک تھے۔ باقی سب اہل خیال خانہ دینی دلی  
 میں رہتے تھے۔ دارالافتاء مولوی ابوالکلام آزاد صاحب دارالافتاء مولوی ابوالکلام آزاد صاحب دارالافتاء  
 اور۔ دارالافتاء مولوی ابوالکلام آزاد صاحب دارالافتاء مولوی ابوالکلام آزاد صاحب دارالافتاء  
 (بقیہ نوٹ بعد از آئندہ)

کامیابی نہوتی تھی۔ انہوں نے اپنے روزنامہ میں لکھا ہے کہ جسقدر میں انتظام کرتا تھا بلوہ فرو نہوتا تھا۔ طارست گری روز بروز ترقی پذیر تھی۔ جب صاحب مدد و روح نے یہ کیفیت دیکھی تو انہوں نے فوراً اپنی بی بی اور بچوں کو مقام بنی تال کو روانہ کر دیا اور وہاں وہ حفاظت سے پہنچ گئے۔

تاریخ ۱۷ رمضان المبارک ۱۲۸۳ھ مطابق لا۔ مئی ۱۸۶۷ء یوم و مشنہ کو میرے عم کم جھکو سوار ہو کر کپڑے ہی تشریف لے گئے تھے۔ چونکہ مہینہ جلیہ کا تھا کپڑے ہی عدالت دیوانی میں سے ہوتی تھی میں ایک مکان سے بالا خانہ تلو جو قاسم جی کی گلی کے کنارہ پر جانب شرق لب سرک مقابل کوچہ اوینہ بیگ خاں سے چوٹے مرزا صاحب کا مشہور تھا اور اسوجہ سے کہ دیوان خانہ جناب دادا صاحب ہیں ایک بیگم صاحبہ جو چوٹی بیگم کر کے مشہور تھیں اور وہ کسختی یورپین کی تھیں اور ان کی لڑکی عیسائی کسی عمدہ جلیہ پر مامور تھے اور ان کو دو سو روپیہ ماہوار کی پنشن یا کسی بج سے جیب خرچ ملتا تھا اور وہ ہنسایت بوڑھی بیگم تھیں بہت روزوں سے رہتی تھیں۔ جبکہ دادا صاحب اپنے وطن تدریجی بدیاہوں میں تشریف لائے تھے ان کو کہانیہ پر دے دیا ہوتا اس لیے چچا صاحب نے وہ بالا خانہ نشست کو لے لیا تھا۔ اور میرے استاد محمد حسین صاحب جو مگینہ ضلع بجنور کے رہنے والے تھے وہاں طالب علی کے طریقہ پر گئے تھے مقیم تھے اور جھکوٹ پر آیا کرتے تھے اتفاقاً اس تاریخ پر میں مع اپنے چوٹے بھائیوں کے ان سے سبق پڑھتا تھا اور نواب ولی دادا صاحب جاگیر دار مالی گٹھ ضلع بلند شہر بجنور میں دہلی تھے اسوقت ۔۔۔ جدا جگر کے پاس تشریف لائے تھے اور چوٹے مرزا صاحب بھی (بقیہ فوٹ بصرہ آئندہ)



اُس کے ایک ہفتہ کے بعد ضلع میں بلوچ اور خوزیری کھلم کھلا شروع ہو گئی گنگا پار ہنگر بدایوں کے محاذ ضلع ایٹھ میں زیادہ بد انتظامی تھی اور اسی طرف سے یہ بد انتظامی پر گنہ اسد پور ضلع بدایوں میں پہونچی۔ اگرہ۔ اور کلکتہ کی ڈاک بالکل مسدود ہو گئی۔ ضلع مراد آباد میں رجمٹ کے

موجود تھے باور کی طرف کھڑکی میں نواب ولی داد خان جہاں کھتے تھے قریب نوادیں بچے دن کے ہنگو میرے استاد نے چھٹی دی میں اپنے بھائیوں کے ہاتھ پکڑے ہوئے کروہ چھوٹے تھے قاسم جان کی گلی کے پھانک سے تنہا اللہ ہی عرف صنوجی کے مسجد کے قریب تھا اور دروگروں کی گلی میں جانا چاہتا تھا کہ اپنے زمانہ مکان کو جاؤں جہاں میری والدہ داری دھیرہ تھیں کہ کیا دیکھتا ہوں کہ جانب شرق قاسمی کے عوض کیجا بن سے دو یا تین سوار گھوڑے سر پٹ بھگاتے ہوئے جانب غرب لال کنوٹے کی طرف کو جاتے ہیں اور وہ خیال نہیں کرتے کہ باز اریں کوئی دہیا جائیگا چھوڑب یاد ہے کہ نواب ولی داد خان نے اس وقت کھڑکی بالانعام سے سر باہر کر کے بہ آواز بلند چپے کہا کہ (دیکھئے بچ) میں ہنگر اپنے بھائیوں کے ہاتھ پکڑے ہوئے ایک دیوار سے لگ گیا اور وہ سوار میرے قریب سے نکل گئے اور دفعتاً دس کلین بازار کی بند ہونا شروع ہو گئیں اور لوگ یہ کہتے تھے کہ روم وروس کی فوج قاسمی کے عوض تک آگئی ہیں بھاگ کر اندر زان خانہ کے پہونچنا اور اپنی جدہ احمدہ سے یہی کہا کہ بازار بند ہو گیا اور روم وروس کی فوج آگئی وہ بھیر بہت تھا ہو میں اور زمانے لگیں کہ چارے فاندان میں کوئی جھوٹ نہیں بولا کرتا ہے تو کیا ابھی اس عمر میں جھوٹ بولنا سیکھتا ہے میں نے قسم سے کہا کہ (لقیہ نوٹ بعضو آئندہ)

سپاہیوں نے جیلخانہ کو توڑ ڈالا۔ مسٹر کیپل صاحب جاینٹ مجسٹریٹ ضلع مراد آباد نے مجسٹریٹ بدایوں کو اطلاع دی کہ بخوٹاں قیدی جو ضلع بدایوں کا تھا اس جیلخانہ سے گر وہ قیدیوں کے ساتھ فرار ہو گیا ہے۔ یہ بخوٹاں وہ شخص تھا کہ جس نے مسٹر کورٹ صاحب جاینٹ مجسٹریٹ بہار بدایوں کو

سوار جاتے ہوئے میں نے ہی دیکھ اُنہوں نے باور نہ کر کے میرے ایک بلکا سا لپٹا پتہ مارا کہ اب جھوٹی فتیں بھی کہتا ہے۔ الغرض اسی عرصہ میں میرے جد بنگلہ وار بھی نشوونما کی حالت میں نشریت لائے اور اُنہوں نے فرمایا کہ (غریز) یعنی میرے چچا کو بتایا کہ وہ باہر شہر کے کچہری میں ہیں اور شہر میں غم ہو گیا۔ سنا ہے کہ میرٹھ کی فوج کے کچھ سپاہی باغی ہو کر یہاں آ گئے ہیں اور قتل و غارت گری ہوئی ہے۔ راستہ آمد و رفت شہر کے آنے جانے کے بند ہیں۔ اسی عرصہ میں حکم صاحب مجسٹریٹ بہار کو ضلع ڈھنڈہ ہوا پٹا یعنی منادی ہوئی کہ سب لوگ دکانیں کھولیں چند باغی میرٹھ سے آئے ہیں ان کا انتظام ہو جائیگا اس کے دس یا پندرہ منٹ کے بعد میرے چچا کچہری سے پاکی میں نشریت لائے تو اُنہوں نے بیان فرمایا کہ کچہری میں حبس بنر بلوایتوں کی ہوئی تو مفتی صدر الدین صاحب آرزو تخلص جو اس وقت بعدہ صدر القعدوسی متاثر تھے فوراً اپنا اجلاس برخواست کر کے چلے گئے وکلاء نے مسٹر لباس صاحب بہادر بیج سے اس خبر کو کہا وہ انفعال مقدمات میں مصروف تھے اُنہوں نے بھی اجلاس برخواست کیا اور سب وکلاء و محامی روانہ ہوئے وہ پانچ گھنٹہ تک جب شہر پتہ کی کنسیری دروازہ پر آئے تو وہاں کراڑ بند تھے اور تلنگے فوج سرکاری کے پہرے پر تھے وہ کوثر نہیں کھولتے تھے۔ پہنچنے کے بعد گھنٹے آگے آگے آگے سے بہت منت سماجت کی کہ ہم (بقیہ نوٹ لکھی ہے)

قبل غدر زخمی کیا تھا۔ اور دو برس تک مفور رہا تھا۔ آخر شش سٹر  
ایڈوارڈس صاحب مجسٹریٹ ضلع کی کوشش سے گرفتار ہوا اور مقبض  
حبس دوام ہو کر ضلع مراد آباد کے جیل خانہ کو بھیجا گیا تھا ہندو عیسویوں کے شور  
نہو تھا کہ جیل خانہ مراد آباد کے ٹوٹنے سے بدیلوں کی طرف بھاگ آیا۔ یہ جنر

کچہری کے لازم و کلا ہیں ہکو جانے دو لیکن وہ کب سنتے تھے اتفاقاً سٹریاس صاحب جج بہادر  
اپنی بچی بھگاسے ہوتے پریشان حالت میں اس طرف سے گزرے اور انہوں نے کوٹ  
کھلو کر اندر شہر کے کر دیا۔ پھر صاحب بہادر اپنی اور ایک میم کی جان بچا کر علی پور کی راہ چلے  
گئے بغایت الٹی صبح و سلامت پہنچ گئے اگر دیکھ شہر میں آتے تو ضرور مارے جاتے یہاں تک کہ  
میرے چچا صاحب نے قصداً اپنے شہر میں آنے کا کہا کہ اب شہر میں لوٹ مار کا بازار گرم  
ہو گیا اور بازار بالکل بند ہوا بلوائی اور ان کے ساتھ شہر کے چند اوباش اکٹھے ہو گئے  
اور انگریزوں کی تلاطم جابجا شروع ہوئی اور شہر کی لالینیں جو کھنبوں میں لگی تھیں وہ  
توڑنا شروع کر دیں اور گڑیاں اکھاڑ ڈالیں کہ یہ بھی انگریزوں کی بنائی ہیں پھر اسی روز  
قریب سہ پہر کے کیا دیکھتا ہوں کہ ایک ہاتھی پر مرزا ابوبکر شاہزادہ کم عمر کو باجیوں نے سوار  
کرا کے اور ایک منادی نواز آگے آگے یہ منادی کرتا ہوا کہ ملک بادشاہ کا کم بادشاہ کا  
کہ اب سرکار کپنی کی علداری گئی کوئی دکاندار دکان بند نہ کرے اور دکانیں کھولے ورنہ  
سزا ہوگی خدا کی شان کا ایک ہونہ نظر آیا ایک دن میں دو ڈھنڈور سے چند گھنٹوں کے  
اندہ دو حکمرانوں کے نام سے ہمنے پٹے ہوئے دیکھے کیا انقلاب اکاب دم میں ہو گیا۔ اب یسنا  
کہ صاحب کشنر بہادر مارے گئے باوجودیکہ انکی اردلی میں چند سوار (بقیہ نوٹ لکھنا آئندہ)

سنکر مجسٹریٹ ضلع بدایوں نے اپنی حفاظت کا بندوبست کیا۔ مگر کسی پولیس میں  
 پر اُن کو اطمینان نہ تھا۔ نہ یہ وقت اطمینان کا تھا۔ ضلع کے مغربی حصہ میں  
 عام طور پر خلاف ورزی قانون شروع ہوئی اور لوٹ مار ہونے لگی۔ دو  
 زمیندار پر گنہ اسد پور کے جو قوم کے ٹھاکر تھے۔ موضع پتربا میں ایسروں کے ہاتھ سے

ذاب چھبر کے اُن کی سواری کے وقت اکثر ہوتے تھے اسوقت بھی تھے لیکن ان نمک حراموں  
 نے کچھ نہ کیا دو باغی سوار صاحب بہادر کی گہی کے پیچھے گھوڑا دوڑا کر بارادہ قتل متعاقب  
 ہوئے صاحب بہادر نے ایک سوار اردلی کی بندوق لیکر فیر کی ایک سوار گولی کھا کر گر گیا  
 دوسری بندوق صاحب کو بھری ہوئی اُن کے سوار اردلی نے نہیں دی اُنہوں نے  
 اپنی گہی بھگائی قلعہ کے نزدیک آکر اُنکر قلعہ کے اندر گئے اور پور بیسپاہیوں نے جو  
 کاسو فوج کا قیناں رہتا تھا اُن سے کہا کہ دروازہ قلعہ کا بند کرو باغی آتا ہے اُس نے  
 دروازہ بند نہیں کیا صاحب بہادر قلعہ دار انگریز کے پاس جو قلعہ کے دروازہ پر تھانہ  
 اوپر چڑھ چلے گئے سنا ہے کہ وہ سوار قلعہ کے دروازہ پر آکر اُترا اور شاہد اور بھی اُسکے  
 ساتھی اُس کے اوپر چڑھ گئے اور صاحب بہادر اور قلعہ دار کے بال بچوں کو اُن پیر حوں  
 نے قتل کیا۔ اب جا بجا قتل شروع ہو گیا لوگوں نے اپنے اپنے دروازے بند کر لیے اور  
 اپنی حفاظت کے لیے گھروں میں بیٹھے پھر قریب شام کے ایک بہت بڑی آواز مہیب ہوئی  
 اندر سیاہ گرد آسمان پر چھا گئی لوگ حیران تھے کہ یہ کیا آفت آئی معلوم ہوا کہ میگنیز  
 سرکاری اُڑ گیا ایک جو اندر انگیز اُمس میگنیز کے اندر محبوس ہو گیا تھا۔ اُس نے دیکھا  
 کہ میری جانبری کی کوئی صورت نہیں ہے۔ تب اُس نے (بقیہ نوٹ بعد آئندہ)

مارے گئے۔ تیسرے شخص مسلمان سمئے یوسف خاں کو راجپوتوں نے  
تختانہ بنا در میں قتل کر دیا۔ ۲۵ رجمی شہداء کو مسلمانوں کی عید الفطر کا روز  
تھا اُس دن مجسٹریٹ ضلع کو یہ غلط اطلاع کسی نہ کسی طرح پہنچی کہ یہاں کے  
اہل اسلام بعد نماز عید بلن کرینگے۔ صاحب مجسٹریٹ نے یہ خبر سنکر

میگین میں آگ دیدی اور اپنے کو ہلاک کیا اور جو باغی اُس کے نزدیک تھے وہ اور بہت  
سے نمائش تھی اور اشخاص راہ گیر بھی اٹھ گئے بلکہ گرد و نواح کے ملاقات کو اُس میگین کے  
اُٹھنے سے صدمہ پہنچا۔ الغرض وہ دن اور رات میں مصیبت سے گزری کچھ بیان نہیں  
ہو سکتا ہے۔ اب گو یا بالکل علداری سرکار کی پنی بہادر کی شہر سے اٹھ گئی دوسرا دن ہوا  
تو باغیوں کو انگریزوں کی تلاش درپیش ہوئی شہر میں جو ملازم یا خیر طلب سرکار تھے  
یا جن لوگوں کے نام مخبروں نے لیے کہ اس کے گھر میں کوئی یورپین مرد یا عورت یا  
بچہ یا عیسیٰ ہے اُس کے گھر پر دوڑ آئے اور خانہ تلاشی اور لوٹ شروع ہو گئی ہمارے  
دادا اور چچا پر بھی ایک آفت دوسرے روز آئی اور وہ یہ تھی کہ چوٹی بیگم جس کا ذکر ہم  
اور پر کر چکے ہیں ہمارے دیوان خانہ میں عرصہ دراز سے کرایہ پر رہتی تھی اُسکے قتل اور لوٹ  
کے لیے باغی آئے اور دادا صاحب اور چچا صاحب سے کہا کہ تنے انگریزوں کو چھپایا ہے  
اور تمہارے اس دیوان خانے میں جو انگریز ہے اُسکو بتاؤ ورنہ اُس سے کہا کہ وہ تو مسلمان ہو  
اور اپنے رشتہ کوں سے علیحدہ رہتے ہوئے مریت ہوئی وہ اپنی جان سے خوف سے  
کل کے دن سے بیجاری کہیں چلی گئی ہے اور اُس کے نوکر پکار بھی بھاگ گئے اسباب  
اور لڑکا اور دو ملازم ہیں اور ہمارے پاس کوئی نہیں ہے (لفیڈ نوٹ البتہ آئندہ)

مشایہ مسلمانوں کو اپنے بنگلہ پر طلب کیا اُن کا شورہ شہر میں امن قائم رکھنے کی بابت لیا۔ اور اُن کو اُس وقت تک بنگلہ سے جانے نہ دیا جب تک کہ عید کی نماز کا وقت نہ گزر گیا۔ اُن میں سے بعض اشخاص کو یہ امر ناگوار گذرا کہ ہلکا نماز عید ادا نہیں کرنے دی۔ اس بات پر عام جماعت میں ایک سخت شورش

وہ حرامزادے کب مانتے تھے پھر سب محلہ والے اور دیگر محلوں کے عائد لوگ دادا صاحب کے کہنے سے جمع ہو گئے اور اُن مفسدوں میں بعض اہل شہر بھی ایسے تھے جو ہماری خاندانی حالت اور ہمارے دادا صاحب مرحوم سے واقف تھے بعض اُن کے ملازم رہے تھے۔ نتبا سب جمع لے بالا اتفاق مشہدات دی کہ وہ بیگم مسلمان ہے اُس کے اسباب کو نہ لوٹو اور ان مالکان مکان سے کچھ باز پرس نہ کرو۔ بامعہ خدا کر کے ہمارے بزرگوں اور عزت دار عودات کی جان و مال کو ان ظالموں کے ہاتھ سے نجات ملی۔

اب جا بجا سے فوجیں جمع ہو گئیں دہلی میں آنی شروع ہو گئیں۔ قریب پچاس ہزار سپاہ پیدل و سوار مشہر دہلی کے اندر و باہر جمع ہو گئے اور انگریز لوگ کچھ روزوں کی پہاڑی پر پوٹھنہ کی جانب خرب و گونڈہ شمال ہے اور کشمیری دروازہ و لاہوری دروازہ سے بہت فاصلہ نہیں ہے اپنا لشکر جمع کر کے مقابلہ کو محمد چہرہ قائم کر کے مستعد جنگ ہوئے ہر روز صبح سے فوج مقابلہ کر مشہر سے جا یا کرتی تھی اور پہاڑی پر سے فوج انگریزی اُن کو مقابلہ کرتا تھا اور دونوں جانب سے آدمی قتل ہوتے تھے انگریزی فوج نے چند مورچہ پہاڑی پر توپوں کے قائم کیے تھے اور مشہر کی فصیل پر کشمیری دروازہ و لاہوری دروازہ وغیرہ پر اورشن برج پر فوج باغی نے توپوں کو لگا یا تھا تمام رات ہر دو جانب سے گولہ باری ہوتی تھی (بقیہ نوبت صفحہ آئندہ)

اندر بر بھی پیدا ہو گئی مگر عاید مسلمانوں نے عوام کی اس بھی کو فرو کر دیا اور کسی قسم کا ہنگامہ نہ ہونے دیا۔ مجسٹریٹ ضلع کو اس امر کی نہایت فکر تھی کہ ایسا ہوشہر میں بلوانی بلوہ کریں اور خزانہ لوٹ لیں۔ خزانہ کی حفاظت پر کارٹونج ویسی پلٹن نمبر ۲ بریلی کا متعین تھا مگر وہ بزدل تھا اور اپنے کوئی

شہر کے اندر سے کائنات جھپٹائی کو قریب واقع تھے وہ سب شکست ہوتی تھی اور بازاروں اور گلیوں میں ہم کے گولے۔ پھٹ کر اور ٹکڑے ہو کر گرتے تھے اکثر اشخاص زخمی ہوتے تھے چنانچہ ایک روز قریب نماز مغرب کے اُس بلاخانہ پر جگہ میں اوپر ذکر کیا ہوں ایک گولہ ہم کا اگر پٹھان بھاگ کر متے اپنے چچا صاحب کے اندر چلا گیا اور میرے استاد مولوی محمد حسین صاحب بدحواسی میں چار پائی کے پتے جو محن میں پڑی تھی پیچھے اس حرکت پر انکی سب لوگ ہنستے رہے کہ چار پائی ان کو کیا پناہ دے سکتی تھی اگر گولہ یا کوئی ٹکڑہ گرتا۔ ہمارے خیر گذری کہ وہ بچ گئے اور ایک ٹکڑہ گولہ کا ہمارے ایک دوسرے مکان میں ایک تیلی رعایا رہتا تھا اس کے گھاسے کے پاؤں میں لگا فوراً پاؤں ٹوٹ گیا۔ چار مہینہ تک یہ حال تھا کہ شہر کے اندر فرد بشر اطمینان سے نہیں رہتا تھا ہر وقت ملک الموت کا سامنا تھا مکان ہیں روئی کے کھاف گودریاں بانی میں ترکے رکھی رہتی تھیں۔ جو وقت گولے قلعہ شکن آ کر گرتے فوراً اسپر پیچھے ہٹے تڑالدیے جاتے تھے تاکہ وہ سرور ہو کر اُسی جگہ رہیں۔ الغرض چار مہینہ کوئی دن اہالیان شہر پر بہت سختی سے گذرے۔ اسی شہر کے عوام کو دس یا پندرہ روز بعد ایک ماوراء واقعہ پیش آیا۔ حکیم محمد احسن اللہ خاں وزیر ابو ظفر بادشاہ اپنے شاگردوں کو شبہ اس امر کا ہوا کہ یہ انگریزوں سے ملے ہوئے ہیں۔ (القیہ لٹل لیمو آئینہ)

زیادہ اعتماد محبٹرٹ ضلع کو نہ تھا۔ العزمن ۲۵ مئی ۱۹۴۷ء سے ۲۶ مئی تک دور و زالیسی نازک حالت میں گزرے۔ تیسرے روز شام کو مسٹر فلپ صاحب محبٹرٹ ضلع ایٹھ جو اپنے ضلع کا ہنگامہ فرو کرنے کے لیے بریلی کو فوجی امداد لینے کی غرض سے جا رہے تھے راستہ میں بدایوں ٹھہرے

دفننا فوج باغیوں کی ان کے مکان پر چڑھ آئی حکیم صاحب اس سے پہلے قلعہ کو جا چکے تھے۔ ان کے مجلس ارجوہلی میں ایک اعلیٰ درجہ کا مکان تھا اور عمدہ اسباب فرش و فرش سے آراستہ اس میں تلنگوں نے اپنی مداخلت کی۔ ہمارے دوست خاں صاحب حکیم ظہیر الدین صاحب نے جو رات کے ہم عمر ہیں بہ بیعت مقدم کے مستورات کو مکان زنا خانہ سے بالا خانہ کی راہ سے ہمسایوں کے مکان میں اتار دیا اور خود بھی چلے گئے۔ حکیم غلام غفیر صاحب پیر حکیم ظہیر الدین صاحب کے موصوف کے بہنوئی تھے۔ یہ صاحب باہر دیوان خانہ میں حکیم صاحب کے رہتے تھے۔ اور ہمارے خاندان کے ایک مہتمم شینہ صاحب بھی وہیں مقیم تھے جب بلوائی اور مکانات حکیم صاحب کے آئے ان کی ہمراہی میں شہر کے لوٹے بھی تھے اسوقت ایک لوٹے نے ان سے کہا کہ اگر تلنگوں کو یہ معلوم ہو کہ تم حکیم صاحب کے رشتہ دار ہو فوراً قتل کر ڈالیں گے۔ بہتر یہ ہے کہ ہم لوگوں کے ساتھ میں تم بھی کچھ اسباب مثل حقہ وغیرہ کے ہاتھ میں لیاؤ تاکہ تلنگے تمکو ہمارا ساتھی سمجھیں۔ چنانچہ ان لوگوں نے ایسا ہی کیا کسی نے قالین بغل میں دبایا اور کسی نے حقہ ہاتھ میں لیا اور چھانک سے باہر نکل آئے اب تلنگوں نے تمام اثاثات البیت حکیم صاحب کا لوٹ لیا اور تمام شیشہ آلات کو توڑ ڈالا اور مکان کو برباد کیا۔ حکیم صاحب کی جان بے غارش (بقیہ نوٹ صفحہ آئندہ)



اور تنہا مجسٹریٹ ضلع بدایوں کے بنگلہ پر آئے انکو بھی بدایوں کی کیفیت  
دیکھ کر نہایت یابوسی ہوئی وہاں سے انہوں نے ایک چٹھی کسٹرنریلی کو  
لکھی۔ کسٹرنریلی نے یہ جواب دیا کہ ہم بدایوں اور نواح بلسی کے بلوہ فرو  
کرنے کے واسطے ایک ویسی فوج انگریزی افسر کی ماتحتی میں بھیجتے ہیں

ابوظفر شاہ کے بچی اب لڑائی کا عجب انداز متفہم کے وقت سے فوجیں شہر کے اندر سے  
لاہوری دروازہ اور کشمیری دروازہ کے باہر مائیں اور دن بھر لڑہ بند و قوں کی جانیں  
نے چلتی اور شام کو پھر فوج واپس آتی ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ ایک شخص  
مرزا احمد بیگ نامی جو کہچہ روڈ گران میں رہتے تھے اور ہمارے چچا صاحب کے بہت دوستوں  
میں تھے وہ اور پند اور لوگ لاہوری دروازہ کے متصل ایک مکان کو ان کے دوست کا  
سمتا اور اس مکان پر سے میدان لڑائی کا نظر آتا تھا۔ تا شاد دیکھتے جاتے تھے۔ میں بھی  
ان کے ساتھ ہولیا۔ ہر چند وہ بھگدے لگاتے رہے مگر میں نے ان کا پیچھا نہ چھوڑا۔ آخر میں  
وہ اپنے دوست کے مکان کی چھت پر جو شہر نہاہ سے ملی ہوئی تھی چڑھ کر تماشا لڑائی کا  
دیکھنے گئے وہاں فیصل شہر نہاہ کو روزوں سے ایک عجیب سنگامہ جگہ نظر آتا تھا۔ اتفاقاً اس روز  
نصیر آباد کی چوہا دہنی کی پلٹن نکاح حرام جو! غی ہو کر آئی تھی اور نہایت جگمگ مشہور تھی مقابلہ  
کے لیے پہاڑی کی طرف چلی۔ فوج انگریزی پہاڑی پر نظر آتی تھی ہر چار طرف پہاڑی کے  
ایک ہندو یا سے کاٹ کر انگریزوں نے کھالی تھی تاکہ غیر اس طرف دفتانہ اسکے۔ البتہ  
ایک راستہ اپنی فوج کی آمد رفت کے لیے ایک جانب رکھا تھا اور اس طرف مورچہ مستحکم  
تھے شہر سے جو پلٹن کے سوا دروازہ کے باہر نکلنے اپنے مرد ہانگولے (بقیہ نوٹ بعد از آئندہ)

اس جزیرے دونوں صاحب بہت خوش ہوئے تھوڑے عرصہ میں انکی خوشی  
 مفقود ہو گئی کیونکہ یکم جون ۱۹۷۱ء کو جبکہ فوج کی آمد کی امید تھی یہ جزیرہ ملی سے  
 ہر دو صاحبان کو ملی کہ وہاں کی فوج نے بناوٹ اختیار کی اور کچھ انگریز مارے  
 گئے کچھ جان بچا کر نکل گئے۔ اب باغی بدایلوں کی طرف بڑھ رہے ہیں ہر دو

نوپ کے پہاڑ کی جانب سے آکر گرتے فوج غنیمت پسا ہو کر پھین دیا کر بھاگ جاتی اور  
 خالی بندو قوں کی بارہ پہاڑی کی جانب کو فر کرتی۔ لیکن بقیہ آباد کی پلٹن کا موبد بہت جری  
 اور بہادری شخص تھا اور قواعد جنگ سے خوب واقف تھا۔ جسوقت شہر پناہ سے وہ فوج لیکر  
 باہر نکلا تو اسپر گولہ باری ہوئی مگر اسکا قدم برابر سڑک کے اوپر اُدھر نہ ہوا اور سیدھا پہاڑ کی  
 جانب چلا گیا اور اس کی فوج برابر اس کے پیچھے قدم بقدم جاتی تھی اور جو سپاہی مرنے لگا تھا زخمی  
 ہوتا ہوا اس کو پیچھے سے اور فوج والے ڈوبیوں میں ڈال کر سڑک کے اندر لاتے تھے اور سقوں  
 کی قطار بھی کپھالوں میں پانی لئے پیچھے پیچھے فوج کے جاتی تھی۔ الغرض وہ دامن کوہ کے  
 پیچھے تک پہنچ گیا تو اب زد گولے کا کسی فوج محفوظ رہی کیونکہ گولہ آگے بڑھ کر گناہنا  
 رہا اس نے اپنی پلٹن کے دو حصے کیے اور رگھل بجایا۔ نصف حصہ اس کی پلٹن کا جانب  
 جنوب بھاگتا ہوا چلا گیا۔ لوگوں نے یہ خیال کیا کہ شکست فاش ہوئی اور نصف فوج کا منشا  
 کھڑا رہا۔ جو نصف حصہ بھاگ کر جانب جنوب گیا تھا وہ دفعتاً زمین میں گر ا اور اپنے آپ کو  
 چپا یا۔ اب فوج گولہ اور کھڑا کی پہاڑی پر سے اترے اولاً دونوں جانب سے  
 ایک ایک بارہ بندو قوں کی سرپوئی آپس میں فریقین کے کچھ آدمی مارے گئے۔ پھر  
 دفعتاً تلنگوں کا وہ حصہ فوج جو لڑ رہا تھا وہ جنوب کی جانب کو پھٹنا (یعنی ٹوٹ بھٹنا) لگتا تھا۔

محبٹرپٹ صاحبان کو یہ تشویش ہوئی کہ اب کیا کرنا چاہیے۔ مسٹر فلپ صاحب فوراً اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر اپنے خلع کی جانب جنوب یعنی گنگا کنارے کی طرف کوچ کر گئے اس وقت تک راستہ بند نہ تھا۔ مسٹر ایڈوارڈس صاحب محبٹرپٹ بدایوں۔ بدایوں میں مع اشخاص ذیل کے یعنی مسٹر ڈوئلڈ صاحب

شہر مع ہوا اور مشرق بند قوں کی آوازیں ہٹنے میں کرتے جاتے تھے فوج سرکار بڑھتی جاتی رہتی اور ان کو دہائی ہتی جب یہ لڑنے والے اپنے اس حصہ فوج کے قریب پہنچے جو گھات ہیں بیٹھا ہوا تھا تب اس پلٹن کے صوبہ دار نے ایک بگل بجایا کہ جس سے اسکا وہ حصہ فوج جو مقابل میں لڑنا ہوا ہٹتا آتا تھا اک بار گئی یہیں ویاہ کو بٹھا چونکہ فوج انگریزی سامنے تھی وہ حصہ فوج تازہ دم تھا اس نے کھڑے ہو کر ایک بارہ بند قوں کی چلائی اسیں فوج سرکاری کا نقصان زیادہ ہوا مگر وہ اپنی جگہ پر قائم رہے اور مدد پہاڑی سے ان کو آگئی اب لڑائی اس روز کی ختم ہوئی اور دونوں طرف کی فوجیں اپنے اپنے مرکز اصلی پر واپس گئیں یہ واقعہ داں فوج سرکار انگریزی کی ہتایت عمدہ تھی لیکن ان حکماء و اموں نے اپنے محسنوں پر اس واقعہ کو جو انہیں سے سیکھا تھا چلایا بقول شیخ سعدی علیہ الرحمۃ

کس نیاموخت علم تیر از من + کہ مرا عاقبت نشاند نہ کرد

اب شہر میں یہ کیفیت کہ اگر اس عرصہ میں کوئی ہندو یا مسلمان کو اس کو باہر شہر کے بجا آگئی تھا۔ تلنگوں کو یہ بدگمانی تھی کہ شہر والے پہاڑی پر سدا بنادہ یا اہتہی بنا کر پیونچاتے ہیں۔ جو مردہ شہر سے باہر لیجاتے اسکا منہ کھوکھو دیکھ لیتے تھے۔ اتفاقاً ہمارے ہاں ایک اخیل جسکا نام مالہ پوت تھا ان کو بھی اسی زمانہ میں پیام اجل آیا وہ ایک بقیہ نوٹ بھونچا آئندہ

اور اُن کا لٹکا جو نیل کی تجارت ضلع بدایوں میں کرتے تھے اور مسٹر گپسن صاحب  
 گرد اور پرست جو چند روز سے کسی کام کو بدایوں آئے تھے اور اگر مصیبت میں  
 پھنس گئے تھے اور مسٹر اسٹوارٹ سر دفتر کلکٹری بدایوں معہ اپنی بی بی اور  
 بچوں کے صاحب مجسٹریٹ کے بنگلہ پر موجود تھے یکم جون ۱۸۵۷ء کو مسٹر ایڈوارڈس  
 نے اپنے ان مہانوں کو علیحدہ کمرہ میں اکٹھا کیا اور اپنی حفاظت جان کے واسطے  
 ملکہ سب نے دعا کی۔ ہر چند صاحب بہادر نے مسٹر اسٹوارٹ صاحب اور مسٹر  
 گپسن صاحب اور ڈونلڈ صاحب کے ہمت کہا اور سمجھایا کہ تم لوگ جھکو چھوڑ کر پہاڑ کی  
 راہ لو ابھی موقع ہے۔ اکٹھے ہو کر رہنے میں نہایت خطرہ ہے میں اپنے ضلع  
 کو چھوڑ کر نہیں جاسکتا ہوں۔ تم لوگوں کو کیا ضرورت ہے جو میرے ساتھ رہ کر  
 اپنی جان کو خطرہ میں ڈالتے ہو۔ اور میرا فرض منصبی اپنے ضلع کو چھوڑنے کا  
 نہیں ہے کیونکہ میں ذمہ دار ہوں۔ لیکن وہ لوگ مسٹر ایڈوارڈس کا پیچھا  
 نہیں چھوڑتے تھے اور سمجھتے تھے کہ یہاں سے زیادہ اور کہیں امن کی صورت  
 نہیں ہے۔ اُسی روز مجسٹریٹ کو یہ خبر ملی کہ بریلی سے باغیوں کی جماعت  
 آتی ہے۔ جارنجے شام تک گاڑو کا امنر صلاحیت خزانہ کی رپورٹ لکھو کو

بڑی ہی عورت ہتی ہمارے قبرستان موروثی جہاں ہمارے جد و جن ہین حضرت محبوب الہی میں  
 ہیں۔ چونکہ وہاں سے فاصلہ بعید تھا اس واسطے قدم شریف کے خطیر میں اول مانا کا دفن کرنا  
 تجویز کیا گیا۔ اُن کا جنازہ لیکر فراش خانہ کی کھڑکی سے جب لوگ باہر ہوئے  
 تو قدم شریف کے میدان میں پہاڑی پر سے جو وقت فوج انگریزی نے (بقیہ فوٹو صفحہ آئندہ)

محبشریٹ کے پاس آیا۔ محبشریٹ نے اُس سے علیحدہ لپکار پوچھا کہ بیچ بتاؤ کیا حال ہے۔ اُس نے قسم کھا کر کہا کہ بریلی کے بلوہ کی خبر ہمارے کسی سپاہی کو نہیں ہے۔ مگر شہر کی نازک حالت دیکھ کر ہمارے جوان ڈر رہے ہیں اُس نے صاحب سے یہ منت کی کہ آپ چل کر گاڑو والوں کے پاس رہتے تاکہ اُن کو اطمینان ہو۔ اولاً صاحب محبشریٹ بہادر کو اُس کی قسموں پر یقین ہوا کہ یہ سچا آدمی ہے اور اُنہوں نے اُس کو جواب دیا کہ تم چلو میں پیچھے سے آتا ہوں۔ اپنی بگھی سنگولی اور قریب تھا کہ وہ سوار ہو کر روانہ ہوں لیکن وزیر سنگھ اردلی جو بڑا جیڑ طلب تھا اور قوم کا سکھ تھا اور عیسائی ہو گیا تھا مانع ہوا اُس نے کہا کہ یہ افسر گارڈ دغا باز ہے آپ کو دھوکہ سے بلا گیا ہے۔ آپ ہرگز نہ جائیے۔ صاحب نے اُس کی نصیحت مان لی اور بگھی واپس کی۔ خدا نے اُن کی جان اس موقع پر بچائی۔ ۲۲ جون کو صبح کے چار بجے یہ خبر ملی کہ اب باغی بریلی سے قریب بدایوں کے آگے اور غزانہ کے گارڈ نے کھلم کھلا بغاوت شروع کر دی اور غزانہ لٹے لگا اور چیلانہ توڑ ڈالا گیا مار پیٹ شروع ہو گئی پولیس والے دردی پھینک پھینک بھاگ گئے۔ اس وقت صاحب محبشریٹ بہادر ایک یا بویہ جوان کی میم صاحبہ کا ہاتھ

دیکھا کہ کچھ آدمی اکٹھے جاتے ہیں تو پسا کا منہ اُس طرف کو پھیر کر گولے برسانا شروع کیے مگر خدا حافظ تھا کسی نے گولی یا گولہ نہ لگا اور اُن ماکو دفن کر کے سب لوگ واپس آئے۔ اب یہاں مانگوں نے بادشاہ ابو ظفر کو مثل کاٹھ کے پتلے کے برائے نام حکمران بنا رکھا تھا۔

بخت عباس بہانی سے فوج لیکر دہلی میں آ گیا تھا چونکہ اُس سے ساتھ (یعنی نوٹا بھٹہ آئندہ)

اور نہایت تیز رفتار تھا سوار ہوئے اور مسٹر ڈونلڈ اور گپسن صاحب بھی اُنکے پیچھے ہوئے۔ یہ ارادہ کیا کہ مراد آباد کی سڑک پر ہو کر پہاڑوں پر چلے جائیں۔ لیکن وہ سڑک مفسدوں کے مجمع سے گھری ہوئی تھی۔ تب صاحب راستہ کتر کر شیخوپور کے راستہ کو چلے۔ وہاں انٹارہ میں اُن کو شیخ محمد شرف الدین ریش وزمندار شیخوپور سے۔ اور مسٹر ایڈوارڈس مع اپنے ہمراہیوں کے شیخ صاحب کے ساتھ ہو کر شیخوپور پہنچے۔ شیخ صاحب موصوف نے تینٹرٹ صاحب بہادر سے یہ کہا کہ میں صرف آپ کو تنہا پناہ دے سکتا ہوں اور کسی کو نہیں۔ لیکن صاحب کی حمیت قومی نے یہ گوارا نہ کیا کہ صرف اپنی جان بچائیں اور اپنے بھائیوں کو ہلاکت میں چھوڑ دیں۔ غرض سب صاحب لوگ شیخوپور پہنچے۔ صاحب کا بنگلہ اور دیگر بنگلہ حالت بدیالوں میں باغیوں نے جلا دیئے اور لوٹ لیئے۔ ان حالات کو مسٹر ایڈوارڈس صاحب نے اپنے روزنامہ میں جسکا اردو ترجمہ شمس العلماء مولوی ذبیر احمد صاحب نے کیا ہے اور مصائب غدر کے نام سے نو لکچر پریس میں چھاپا ہے، مفصل لکھا ہے۔

جب صاحب موصوف شیخوپور پہنچے تو شیخ حمید الدین برادر عم زاد شیخ شرف الدین نے

حمیت کثیرتی اسکا کہنا سب باغیوں میں زیادہ چلتا تھا۔ کیا خوب نغاں دہلی میں ایک شاعر نے کہا ہے۔

اہل دہلی نہ کریں نجات کا شکوہ کیونکہ ۴۔ بخت خاں جی جو ہوئے باج ستاں دہلی میں اب اس بخت نے روپیہ کی تحصیل کی یہ صورت نکالی کہ لوگ ملازم سرکار نکال دیئے تھے باوکیل تھے (مقتدر قوت بعض آئندہ)

اُن کو یہ رائے دی کہ آپ لوگوں کا یہاں میٹھ رہنا مناسب نہیں ہے کیونکہ  
 باغی شہر سے خبر پاکر فوراً شیخوپورہ پر حملہ کرینگے اور ہم کچھ حفاظت اپنی اور آپ کی  
 نہ کر سکیں گے۔

الغرض صاحب مجسٹریٹ کو شیخ شرف الدین اپنے ساتھ لیکر اپنے موقع کلوڑہ کو پہنچوایا  
 سے قریب چار کوس کے بائیں جنوب گدگا کے کنارہ پر پہنچ گئے۔ اس کی ٹھوس دیوار  
 بعد رسالہ کے باغی شیخوپورہ کے راستہ پر اور شیخوپورہ پہنچ گئے۔ لیکن وہاں اُن  
 لوگوں کو مجسٹریٹ صاحب نہ ملے۔ اگرچہ شیخ حمید الدین کے کہنے سے صاحب کو  
 ملال ہوا تھا کہ ہکوا اپنے گھر سے نکلتے ہیں لیکن بعد کو صاحب کو پورا یقین ہو گیا  
 کہ اُس بڑے شیخ کی رائے صائب تھی سسٹا اسٹوارٹ اور اُن کے بچوں  
 کو صاحب نے راستہ میں چوڑ دیا تھا کیونکہ اُن کے پاس صرف ایک گجھی تھی  
 جو سڑک خام پر نہیں چل سکتی تھی وہ کھیتوں میں چھپ رہے تھے اور کوئی تبصرہ  
 نہ کر سکے وزیر سنگھ اور سلطان محمود خاں جو ملازم سرکاری تھے اور آخر تک نمک  
 حلال رہے وہ صاحب کے ساتھ تھے۔ پھر کلوڑہ سے وہ گنگا پار پٹیالی وغیرہ  
 کو چلے گئے۔

یا بقال دہاجن۔ اُن لوگوں سے تاوان لیا جاوے اس معاملہ میں ہمارے چچا مرحوم ہی کئی مرتبہ  
 قلعہ میں بلائے گئے اور بطور نظر بندوں کے بنائے گئے اُن سے اولاً ایک ہزار روپیہ طلب کیے  
 گئے پھر پانچ سو روپیہ مانگے گئے اسوقت سب جاہل و ابلوں کو تشویش تھی کہ روپیہ پانچ سو نہیں ہے  
 کیونکہ غلطی ہوگئی۔ مرزا اسد اللہ خاں غالب مرحوم نے ایک دفعہ سفارش میں عم مرحوم کے مرزا خضر  
 (بقیہ نمبر ۱۵ صفحہ ۱۵۵)

اب ہم یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اگر شہر بدایوں کے مسلمانوں کی نسبت یہ خیال کیا جاتے کہ انہوں نے بغاوت میں کوئی حصہ لیا تو یہ غلط ہے جیسا کہ اس امر سے ثابت ہے کہ باوجود اسکے کہ بعد رمضان المبارک کے عید الفطر کی مناسبت مسلمانوں کے مذہب میں واجب ہے لیکن اپنے مجسٹریٹ ضلع کے کہنے سے علید مسلمانان شہر نے تا دقتیکہ صاحب اجازت نہ دیں اُن کے بنگلے پر اپنے آپ کو حاضر رکھا اور نماز کو نہ گئے اور انکی حفاظت کے واسطے مشورہ کرتے رہے اور پھر جنگ باغی بدایوں میں بریلی سے نہ آگئے کسی قسم کا بلوہ شہر بدایوں میں نہیں کیا اور بلوہائیوں کو صاحب کے بنگلے پر جانے سے باز رکھا ورنہ کئی روز تک جو صاحب مجسٹریٹ تھا اپنے بنگلے میں رہے۔ اگر شہر والوں کا ارادہ بد ہوتا تو اُن کو نقصان پہونچانے کا بہت موقع تھا۔

ہماری اس رائے کی تائید خود روزنامہ صاحب مجسٹریٹ بہادر سے ہوتی ہے۔ دویم مسلمانوں نے صاحب مجسٹریٹ کے ساتھ نہایت ہمدردی کی اور مسلمانوں کا

سلطان شہزادہ کو کہ جو خلف ابو ظفر شاہ کے تھے اور مرزا غالب کے شاگردوں میں تھے اس مضمون سے لکھا کہ میں آپ سے یقیناً کہتا ہوں کہ یہ سال بہرے بیاباں وکالت کرتے تھے ان کے پاس کچھ نہیں ہے نہ انہوں نے استفادہ وکالت میں کیا کیا آپ ان کو معاوضہ کر دیجئے یہ حافظ ابو المودبھاں کے پوتے ہیں میرے شاگرد ہیں اور میں ان کو اپنا عزیز سمجھتا ہوں۔

فقہ کوتاہ شہزادہ صاحب نے ہمارے چچا کو اس نظر بندی سے نجات دلائی اور یہ بلا دینے کسی تاوان کے گہر کو آئے۔ اب یہ فکر درپیش نہی کہ بقول مرزا غالب (بقیہ نوٹ بعد آئندہ)



ایک مشہور خاندان شیوخ فاروقی اُن کی جان بچانے کا باعث ہوا جیسا کہ اوپر ہم  
 لکھ چکے ہیں اور اہل ہندو شہر نے بھی کوئی بغاوت اختیار نہیں کی۔

عوام الناس جو قیدی کی حیثیت سے چیلنج نجات بریلی بریلوں اور مراد آباد سے  
 چھوڑے گئے تھے اور جو فوج سرکاری باغی ہو کر آئی تھی انہوں نے بنگلوں اور  
 خزانہ سرکاری کو لوٹا اور اس ضلع میں جو کچھ غنہ کا اثر ہوا وہ زیادہ تر اسی ضلع  
 کے آپس کے عداوت کی وجہ سے ہوا۔ اور بعض اشخاص بوجہ رنج و عداوت سا بقت  
 مرتکب نقصان ایک دوسرے کے ہوئے اور قوم اہل ہندو ٹھاکرو وغیرہ سے بعض  
 لوگ جنگی جانتے ادیں مہاجنوں کے ہاتھ سے تلفت ہوئے تھیں باعث بد امنی  
 ضلع کے ہوئے۔ پھر جو لوگ چوری پشیدہ اور ڈاکو تھے ان کو بد انتظامی سے  
 نفع اٹھانے کا موقع ملا اس موقع پر ہم یہ مناسب سمجھتے ہیں کہ کچھ حصار  
 سسٹریٹ وارڈس مجسٹریٹ ہاؤس کے روتنا چہر سے درج کریں جس سے  
 یہ ظاہر ہوگا کہ بدیلوں میں بغاوت کے کیا اسباب تھے۔ ہلکو صاحب ہاؤس

موجودہ عروج توبہ دہلی میں رہیں اور ہم کھائیں گے کیا۔ کیونکہ ان سب بایں پاس نہیں رہا کچھ  
 ہمارا وہ امن بیکاری میں صرف ہوا۔ ریلیں جو توبہ دہلی میں باقی تھیں ان کی آمدنی محدود  
 کیونکہ وہ پہاڑی کی جانب واقع تھیں اور وہاں جانا کمال تھا۔ دہلی یعنی بدایوں سے بریلی  
 کا منکانا بھی دشوارہ ڈال اور ہٹا دیا وغیرہ کا سلسلہ بدایوں میں کیا گیا کہ بہتر ہوگا کہ  
 جو اس شہر پر آشوب سے نکل جائے اور اس طرح چوبیس

ایک سو تیس۔ یہاں واقعہ دہلی کو ہم اس حالت میں ہر تیس (تیس) بعض آئندہ

کی صفات سے کلیتاً اتفاق ہے کہ ضلع بدایوں یا دیگر حصہ روہیلکھنڈ میں جو غدر  
ہوا وہ ابتداً کسی مذہبی جوش یا کارتوس وغیرہ کے استعمال کا نتیجہ نہ تھا  
بلکہ صاحب ممدوح اس طرح تحریر فرماتے ہیں کہ۔

جب نیل والے صاحب یعنی ڈونلڈ صاحب اور ان کا بیٹا کا مجھ سے  
آئے یہ لوگ پرگنہ اُچھیا نی ہیں، رہتے تھے وہاں ان کو جان کا خوف  
ہوا اور بچاؤ کے لیے یہاں چلے آئے گبن صاحب گرداور پر مش  
نے بھی میرے گھر پناہ لی یہ بچا پرے چند روز کے واسطے کسی کام  
کے لیے اس ضلع میں آئے تھے آکر پھنس گئے اسی طرح ستوارٹ  
صاحب میرے دفتر کے کرانی بھی اپنی بیوی اور بچوں کو لیکر میرے  
یہاں آ رہے ان لوگوں کو یہ خیال تھا کہ میں ان کو بچا سکتا ہوں  
حالانکہ کسی انگریزوں کے اکٹھے ہو کر رہنے سے خواہ مخواہ لوگوں کو بھرم  
ہوا اور ہمارے لیے خطر نہ یادہ ہو گیا اور ساتھ ہی میری نقل و حرکت کو

کہ ننگوں کو روز بروز لڑائی میں شکست فاش ہوتی جاتی اور وہ ہانکتے نظر آتے تھے مگر انگلشیہ  
کے فوج کے آثار نمایاں تھے۔ فوج سرکاری شہر پناہ کے پیچھے تھکا آ چکی تھی ہمو بدایوں جاتے  
کے واسطے سوارسی کی تدبیر درپیش تھی کہ اتفاق سے ایک پہلی دہلی سے بلند شہر تھکا تیس <sup>سے</sup>  
کرایہ پر دستیاب ہوئی۔ ۱۳ ستمبر ۱۸۵۷ء بوقت صبح ستورات اور ہم نیچے اُس میں سوار ہوئے  
اور ایک گھوڑی ساتھ میں تھی اسپر ہارے دادا صاحب مرحوم سوار تھے ایک شخص حسین بخش نامی  
ساکن بدایوں جو مولوی محمد بخش صاحب و علی بخش صاحب کے بنی مہتمم (بقیہ نوٹ بعد از آمینہ)

روکایں تو مٹیں تہا کہ جنگ میں اکیلا ہوں اپنی امن کیلئے تیرے کشتیاہوں کیلئے  
 ضلع میں ایسے بہت لوگ میرے دوست تھے جو مجھ کو پناہ دے سکتے  
 تھے بلکہ یہ لوگ خود اسکے آرزو مند تھے لیکن بہت سے آدمیوں  
 کو پناہ دیکر اپنی امن کو تذبذب میں ڈال دینا کسی طرح پسند نہیں کرتے  
 خصوصاً اس سبب سے کہ ان میں بعض لوگوں نے ایسی زمینداریاں  
 مول لی تھیں جو ہماری دیوانی عداوتوں کی ڈگریوں میں سختی کے  
 ساتھ نیلام ہوئی تھیں اور اسی سبب سے ضلع کے لوگ ان سے  
 عداوت رکھتے تھے پچھلے بارہ یا پندرہ برسوں میں ایسے نیلام  
 بڑی کثرت سے ہوئے اور تحصیل مالگڑاری کے ایسے طریقے جاری ہوئے  
 کہ ملک کے رئیس لوگ برباد ہو گئے اور دیہات کے جتنے ٹوٹ گئے  
 ہیں تو انہیں دوبانوں کی طرف اپنے ضلع اور دیگر اضلاع طوق کی بے  
 بند و بستی منسوب کرتا ہوں اکثر ذمی رتبہ اور مقنن رانداؤں کے

اس ہنگامہ میں وہ ہی سوئے اتفاق سے دہلی میں گھر گئے تھے۔ ساتھ میں تھے جب ہم لوگ  
 مکان سے روانہ ہو کر مشعل لال قلعہ شہر پناہ کے دروازہ سے باہر جانے کے واسطے پہنچے تو  
 ایک ہنگامہ عجیب قیامت نظر آتا تھا یعنی بازار آدمی سکنا رستمہ اور تلگوں کی فوج باہر شہر  
 سے جانے کے واسطے شہر پناہ کے دروازہ سے خاص مازاز تک قلعہ کے نیچے جمع کیے ہوئے کھڑی تھی  
 اور دروازہ شہر پناہ کا بند تھا جو تلکے فوج کے دروازہ پرستہیں تھے وہ دروازہ نہیں کھولتے  
 تھے اس خیال سے کہ شہر والوں نے اونہیں سے بھاگنے سے جو فوج انتظار کر رہی تھی وہ بھی بے دل

علاقے قریب یا دغا بازی سے چھن گئے اور اجنبی لوگوں مثلاً ہاجنوں  
یا سرکاری ملازموں نے جنگا پاس یا دباؤ رعایا پر مطلق نہ تھا خرید لیتے  
یہ لوگ خود بھی اپنے خریدے ہوئے علاقوں سے علی الاکثر غیر حاضر رہا  
کرتے ہیں یا تو وہاں رہنے سے ڈرتے ہیں یا وہاں کا رہنا ان کو خوش  
نہیں آتا کیونکہ ان کو وہاں کے لوگ غاصب اور ذلیل بیجا کی طرح  
دیکھتے ہیں پھر ان چھپے ہوئے علاقوں کے مالکان قدیم اُس آراضی  
پر جو پہلے کبھی اُن کی اپنی مٹی کا شکار نہ قابض ہیں اور اپنی حالت  
کا انقلاب آنکھ نہایت رنج و دہ ہوتا ہے گو قبضہ مالکانہ آراضی ان کے  
ہاتھ سے نکل گیا لیکن رعایا کی محبت اور ہمدردی پر ویسا ہی مستقل ہو رونی  
قبضہ رکھتے ہیں جیسا ہمیشہ سے چلا آتا ہے اور رعیت یہی آمادہ و متمنی  
ہے کہ جب کبھی اُن کے کہیا کھو یا ہوا دہیرا اپنے علاقوں پر قبضہ حاصل  
کرنے کا ارادہ کریں اُن کا ساتھ دے ضلع بدایوں میں اس طرح

ہو کر پہاگ جائیگی اور صاحبان انگریز کی فوج داخل ہو جائیگی۔ اب جس جگہ کہ مجمع کثیر تھا وہ جگہ آج گاہ  
گولہ تپ کی تھی۔ پہاڑی پر سے بلا سائنہ مدد با گولہ قلم کی طرف آتا تھا اور قلعہ کی دیوار میں لگ کر ایک  
سرباہہ و صیہ سنگ غار پر بنا کر خندق کے اندر یا سڑک کے اوپر گر کر لوگنا تھا اور اُسی سے مدد  
آدنی رخصی ہوتے تھے۔ اب ہماری گاڑی یہی اُسی مجمع میں کہڑی ہے نہ آگے جاسکتی ہے نہ پیچھے  
جاسکتی ہے۔ اسوقت مولوی محمد غزالی دین صاحب میرے چاچا مرحوم نے یہ تاریخ سوجی کہ وہ  
خود قلعہ کے اندر گئے اور میں اُن کے ساتھ تھا قریب چار گھڑی یا پہر ہو چکی (یعنی نوٹ بمبو آئندہ)

مالکان قدیم انیک موجود ہیں لیکن کاشتکاری کی حالت میں نہ مالکیت کی جو لوگ ان کی جگہ زمین کے مالک ہوئے ہیں انہیں سے کسی کو وہ قوت اور دباؤ حاصل نہیں کہ اسن خلائق کے قایم رکھنے میں کچھ میری مدد کر سکتا بلکہ برخلاف اسکے رعیت میں سے جو لوگ کہ سب سے پہلے مجھ سے مدد مانگنے آئے ہیں یہی مالکان جدید تھے جنہے مجھ کو یہ الٹی امید رکھنی چاہیے تھی کہ بندوبست کے قایم رکھنے کے لیے یہ لوگ وسائل کافی و ذرائع وافی ہیں علاوہ بریں جو لوگ درحقیقت دہقانوں کی طرح کے بڑے گروہوں کو زیر کر سکتے ہیں ہنگامہ اور شورش برپا ہونے میں فائدہ سمجھتے تھے۔

بلوے سے ایک برس بلکہ آگے میں نے حکام اعلیٰ سے صاف صاف بیان کر دیا تھا کہ دیوانی عدالتیں اپنے اختیارات بہت بُری طرح عمل میں لاتی ہیں ان کا یہ طریقہ نہایت بے ٹھور ٹھکانے ہے کہ

پڑما ہتا جب قلم کے اندر پہنچے تو شاہزادہ مرزا خضر سلطان کے در دولت پر وہ حاضر ہوئے اور ان کے پریدار و عصاب دار سے یہ کہا کہ اسوقت صاحب عالم کہاں تشریف رکھتے ہیں چوہدار نے جواب دیا کہ ابھی خواب راحت میں ہیں۔ انہوں نے اس چوہدار سے کہا کہ ہماری اطلاع کرو کچھ ضروری عرض کرنا ہے۔ وہ انکار کرتا تھا یہی رد و بدل دونوں میں ہو رہی تھی کہ اس عرصہ میں سرخ یردہ کے قریب جسے ایک خادم نے آواز دی کہ صاحب دربار دست فرماتے ہیں کیا گفتگو ہے۔ انہوں نے اس چوہدار سے لفظ بلفظ آئندہ (۵)

تھوڑے تھوڑے درخوں کے لیے منافع و مرفعت آراہنی نیلام کروا دالتی  
ہیں اور اس سبب سے انتظامِ مہن میں خطرناک رد و بدل پیدا  
ہوتا ہے میں نے یہ بھی جتا دیا تھا کہ اگر چھپرے نے خاندانِ جلد بیدِ خل  
کو دیکھ جاسکتے ہیں لیکن ہم پھلی باتوں کی یاد تو نہیں مٹا سکتے یا ان میں  
اور رعایا میں جو قدیم کا تعلق ہے اسکو تو ناپید نہیں کر سکتے میں نے  
صاف صاف پوست کندہ کہہ دیا تھا کہ ہم جو ان لوگوں کے آپس کے  
روابط توڑ دینا چاہتے ہیں اسکے برخلاف حسبِ کہی کوئی بلوا ہو پڑا  
تو ہم پائیں گے کہ بالکانِ قدیم کا یہ بڑا اور دباؤ والا گروہ کہ اسی کے  
ذریعے سے ہم لاکھوں آدمیوں کی و ہتھالی جماعتوں کو زیر اور مطیع  
کرنے کی امید رکھتے ہیں ہمارے مقابلے میں دشمن کی طرف اپنے  
موردِ فتنہ ہمارے ہیں اور ساتھیوں کو اپنے صفِ باندھے ڈٹا ہو گا میر  
جتانے پر کچھ التفات نہ ہو اور میں ڈیر لک سمجھا گیا کہ تنہا اب تک

اطلاع کی اور نام بتلا کر کہا کہ ایک صاحبِ مولوی عزیز الدین نامی کچھ عرض کیا چاہتے ہیں۔ اسوقت  
باریابی کا حکم ہوا اور یہ باندہ نشرِ لہیت لے گئے اور شاہزادہ صاحب سے عرض کی کہ میں مع  
قبائل و اطفال اپنے وطن کو جانا چاہتا ہوں۔ سپاہِ فوج نے دروازہ بند کر لیا ہے اور  
میری گاڑی اور گھوڑے مع سواروں کے قریب دروازہ مشہرِ شاہ کے کھڑی ہے ہیں حضور  
میں یہ گزارش کرتا ہوں کہ آپ حکم دیجئے کہ وہ ہنگو باہر جائے دیں۔

اسوقت صاحبِ عالم نے فرمایا کہ مولوی صاحب آپ اسوقت شہرِ شاہ سے (بقیہ صفحہ آئندہ)

صرف ملکی صیغے میں تو کوری کی ہے معاملات مالی میں بالکل ناگزیر  
 کار ہو اور اس باب میں رائے صایب نہیں دے سکتے اسوقت  
 جھکو یہ تھوڑا ہی خیال تھا کہ میرے اندیشے اور پیشین گوئیاں ایسی  
 جلدی سچی ہو جائیں گی اس بلوائے غلیم کے پیشوا اور ترقی دینے والے  
 کوئی لوگ ہوں یہ تو ان کو پہلے سے معلوم تھا کہ مالک شمال و مغربی  
 میں یہ دیکھائی لوگ ان سببوں سے نہایت برا فروختہ حالت میں  
 ہیں اور اسی لیے انہوں نے بجلی کی طرح لپکتی ہوئی چپائیاں آمادہ  
 کر دیے کو ان میں دوڑائیں یہ روٹیاں اس جلدی سے کہ عقل  
 حیران ہوتی تھی طویل و عرض زمین پر ہو کر گزر گئیں یہ کہدینا تو  
 ناممکن ہے کہ یہ پہلے کہاں سے آئیں لیکن جھکو یقین ہو کہ بارک پور  
 سے چلیں کہ وہیں سپاہیان باغی کے ابوہ کثیر جمع تھے چپائیاں  
 میرے ضلع میں ضلع شاہجہان پور کے ایک دیہہ طحہ سے آئیں

باہر جانا چاہتے ہیں۔ کیا آپ کو طاقت میں پڑنا ہے۔ باہر دبا قین لوٹا لیں گے اور قتل کر ڈالینگے  
 شہر کے اندر آپ کو امن ہے۔ اگر شہر کے اندر ہنگامہ ستیز ہو تو سب لوگوں کا حال  
 کیا ہوگا۔ انہوں نے عرض کی کہ حضور آپ کی بندہ پروری یہ ہوگی کہ آپ بھوکو شہر سے باہر  
 کرادینگے۔ خدا حافظ اور نگہبان ہے۔ اس شہنشاہ نیک سیرت نے اندازہ شفقت فرمایا  
 کہ اچھا تمکو ایک پروانہ راہداری پھری اور دستخطی دیں گے کہ یہ شخص ہمارے پیچھے ہونے لگا  
 کو خان بہادر خاں کے پاس جاتے ہیں کرنی مزام ہو۔ جناب چچا صاحب (بقیہ نوٹ بعد آئندہ)

وہاں کے ایک گاؤں کے چوکیدار نے ضلع برائیوں کے پاس والے  
 گاؤں کے چوکیدار کو دو روٹیاں حوالہ کیں اور یہ حکم سنا دیا کہ چھ تازی  
 روٹیاں پکا کر دو تو اپنے لیے رکھ چوڑ اور باقی دوسرے گاؤں کے  
 چوکیدار کو حاکم دے اور وہ بھی ایسا ہی کرے اور کچت و تقسیم اسی طرح  
 ہوتی چلی جاوے جہاں یقین واثق ہے کہ سب قسم کے دیہاتی لوگ جنہیں  
 یہ روٹیاں پھیلے اُنکے اصلی مطلب سے ایسے ہی ناواقف تھے  
 جیسا میں لیکن یہ تو کھلی بات ہے کہ یہ ہوشیار کر دینے کے لیے مخفی  
 نشانی تھی اور لوگوں کے دل ان کے ذریعہ سے ہوشیار اور  
 براگینج نہ ہو گئے جب میٹھی اور دھلی میں ہلے ہو اور دیوؤں کے  
 سے کھل گئے اور خلقت نے جان لیا کہ ان سے کیا مراد تھی بدایوں  
 میں لوگ گر وہ بن بکرا اٹھ کھڑے ہوئے اور تمام ضلع تماشا گاہ شہرین  
 و شہگامہ ہو گیا مالکان قدیم کو خریدار ان نیلام کے مار ڈالنے یا بیدخل

مرحوم نہایت انا تھے۔ عرض کی کہ حضور پر دانہ کہنے میں دیر ہوگی۔ پر دانہ کہنے کی ضرورت نہیں  
 ہے۔ حضرت حضور کے ملازم خاص اور جو گارو کے سپاہی حضور کی اردلی میں رہتے ہیں وہ  
 جاکر صوبہ دار سے کہہ کر ہوشہر پناہ سے باہر کرادیں چنانچہ التماس قبول ہوئی اور اللہ جل شانہ  
 نے اس پر دانہ سے محفوظ رکھا ورنہ وہ بھی بعد غار عمری صاحب کا محضر قتل تصور کیا جاتا  
 اور ہمارے خاندان کی تباہی کا باعث۔ قصہ مختصر دوسرا ہی ان کے ساتھ آئے اور انہوں  
 نے محاذ فغان دروازہ شہر پناہ سے شاہزادہ صاحب کا پیام کہا۔ اولاً جو تنگ پھاٹک پر متعین تھے



کر دینے کا موقع ملا اور اپنے موروثی علاقوں پر پھر قابض بن بیٹھے  
اب یہ اندیشہ ہے کہ ہماری رعیت کا بہت بڑا گروہ جو گنتی میں ہزاروں  
ہی ہوں گے ادیہی لوگ حقیقتاً شخصی سلطنت کے اعضا رہیں گے  
سرکار نے ہمارے ساتھ سختی کی اُسی کے آئین نے ہمارے مغلوب اور  
بے دخل کیا یہ لوگ تصور کرتے ہیں کہ امن کے ہوتے ہی سرکار  
پہلا کام یہی کرے گی کہ خریدارانِ نیلام کو پھر قبضہ دلائے اور ہم لوگوں  
کو خارج کرے مجھ کو تو یقین واقع ہے کہ فوج کتنی ہی کثیر ہو ہماری  
عملداری پھر نہیں بٹھا سکتی جب تک کہ پہلی برائپوں کی طمانی کا کچھ بندہ  
نہ کیا جائے اور کچھ ایسی قرار داد نہ جس سے پرانے خاندان بحال  
کیئے جائیں اور لوگ استفادہ ہم سے مانوس ہو جائیں کہ ہمارا ساتھ دیتے  
ہیں ہمدردی کریں اور اپنا قائدہ سمجھیں اور ساتھ ہی خریدارانِ نیلام  
کی بھی کماحقہ خبرگیری کی جائے مجھ کو پورا بھروسہ ہے کہ اگر ایسا

ہو تو نے سخت جواب دیا کہ صاحبِ عالم یوں ہی کہتے ہیں مشبہ کی خلعت بھاگنا شروع ہو گئی  
ہے۔ فوج بدول ہو کر ان کے بھاگنے سے بھاگتی ہے۔ مگر پھر زور دے دیتا ہے کہ ان کے دل  
میں کچھ ایسا رتم پیدا کر دیا کہ انہوں نے مشبہ پناہ کا دروازہ کھولا۔ یکبارگی ہماری گلاٹھی کے  
ساتھ قریب دو ڈھائی سو آدمیوں کے جو پھاٹک کے قریب تھے باہر نکل آئے اور پھر دانا  
بند ہو گیا۔ اب آگے مال سننے جیسے ہی ہم لوگ جہان کی کشتیوں کے پل کی طرف بڑھے اور وہاں  
سے ہمارے نظر آتی تھی۔ فوج سرکاری نے ایک سو کثیر دیکھ کر بغیر فوٹے بعد آئندہ

نہ پائے جاتے تو دیحیات کے لوگ بلوا کرنے میں کچی  
 سے نہ ملتے کیونکہ وہ سپاہیوں کو بڑا سمجھتے تھے  
 کارنوس یا اس آئے کی طرف جسکو لوگ کہتے تھے کہ  
 ہڈی سے بننا ہے کچھ بھی خیال نہ کیا اور نہ یہ غوغا  
 ہوا کہ دین میں کچھ رخنہ پڑنے والا ہے یہاں تو انکے  
 مانع اراضی اور موروثی قبضوں کا ذکر ہے جسکو وہ  
 ان سے زیادہ عزیز نہ کہا کرتے ہیں اور انہیں باتوں سے  
 بھٹکتے ہیں۔ غرض انہیں اسباب سے بلوہ شروع ہوا۔

ن کا بنگیا۔ خزانہ تحصیل بسولی کا لوٹنا اور بقا اب اس سے روپیہ لیا  
 زانی لڑی۔ اور مال چھینا۔ پہر وہ بھاگ کر خان بہادر خاں

بعد الرحمن خان۔ خان بہادر خاں کی طرف سے ناظم

نے رخ کر دیئے اور گولہ ہماری طرف آنا شروع ہوئے۔ غالباً کچھ آدمی  
 ہوئے لیکن مافظہ حقیقی خدائے تعالیٰ نے ہم سب لوگوں کو بچایا اور ہم  
 آباؤ کی شرک پر چلے۔

لے چوٹے واقعات کو چھوڑ کر جو اشارہ راہ میں پیش آئے ان واقعات  
 وہ تذکرہ کئے قابل ہیں۔

جو بچے تو وہاں ایک چوک کا مقام تھا۔ وہ فصیحہ (یعنی نوٹ بعضہ آئید)

بدایلوں ہوئے۔ اور شیخ فصاحت اللہ وکیل نائب ہوئے۔ جسدن وہ آئے  
 اسی دن راجپوتوں نے قلعہ شیخوپور پر حملہ کیا اور ناکامیاب ہوئے۔ تھوڑے  
 دن کے بعد اور باغیوں نے مشہر پر حملہ کیا۔ نئے ناظم کو اس قایم رکھنا بہت  
 مشکل تھا اس نے گورنمنٹ کے ملازمان سابق کو حکم دیا کہ وہ بدستور ہماری  
 طرف سے کام کریں اور سب نے باستثناء چند اشخاص کے خوف جان سے  
 تعمیل ناظم کی کی۔ لیکن بہت لوگوں نے موقعہ پا کر فدا اختیار کیا۔ سرسبز دار  
 فرجدار سی ڈپٹی مجسٹریٹ بنائے گئے۔ دو تحصیلدار پنشن یافتہ ڈپٹی کلکٹر کیے  
 گئے۔

فوجی حالت یہ تھی ایک برگیڈیر بینی سپہ سالار نیاز محمد خاں جنرل اور ایک  
 بخشی فرج کے بنائے گئے۔ لیکن اختلاف قومیت کی وجہ سے اہل ہندو  
 نے اس حکومت میں اختلاف کیا۔ جولائی میں بوجہ کمی روپیہ کے ناظم نے  
 روپیہ کی تحصیل شروع کی اور کچھ روپیہ وصول کیا۔ لیکن موضع گھنگ اور

نام دہاتین نے لوٹ لیا تھا تمام کو سرائے میں پہنچ کر دیکھا کہ ایک بوڑھا بھٹیاری ان کے  
 ہسکے بھاگنے کی طاقت نہ تھی اس کا روال سرائے میں پڑی تھی اور کوئی شخص نہ تھا  
 اور اس رات کو ایک یہ تماشا نظر آتا تھا کہ قرب و جوار سے بعض دیہات میں آگ لگی ہوئی  
 تھی اور فائرنگوں سے ان کو لوٹ لیا تھا۔ خدا خدا کر کے وہ رات گزری جھکو بلند شہر  
 طرف کوٹ لیا اور بنیت نام بلند شہر میں تمام کو چوپنے۔

یہاں نواب ولی داد ناں کی حکومت خد میں ہوتی تھی شہر میں امن تھا اور قلعہ لوٹ لیا تھا

رفیع آباد کے راجپوتوں نے انکار کیا تو ان کے گاؤں جلائے گئے اسی مہینہ میں  
خان بہادر خاں نے زمیندار بھٹولی کو تحصیل داتا گنج کا روپیہ وصول کرنے کو  
تخصیلاً مقرر کیا لیکن قرب و جوار کے زمینداروں نے اس کی حکومت  
نمانی۔ اور ہر لال سنگہ ٹھاکر ساکن بکسینا کو اپنا سردار مقرر کیا۔ اس نے اپنا  
نام دھپو دھام رکھا اور اپنی مہر میں یہ سچ کندہ کرانا چاہا۔

سپتہ دھرتی اوپر رام \* مہر کچھری دھپو دھام۔ ہر لال سنگہ مذکور راجپوتوں  
کو لیکر بدایوں کی غارت گری کے لئے حوالی شہر تک آیا۔ شہر کی سرحد پر  
لڑائی ہوئی اور وہ شکست کھا کر بھاگ گیا۔ اگست کے مہینہ میں بنی خاں  
باغیوں کی طرف سے بسولی کا تخصیلاً مقرر ہوا بسولی کے زمینداروں نے  
باغی تخصیلاً کی حکومت سے انکار کیا۔ بت شیخ فصاحت اللہ فوج لیسکر  
ان کی سرادہی کے واسطے روانہ ہوئے۔ راستہ میں وزیر گنج کے قریب  
سہرا پر گنہ ستاسی کے راجپوتوں نے ان کی فوج کو برباد کیا اور فصاحت اللہ

نواب صاحب اسی روز گاؤں کے دواتین کو سزا دینے کی غرض سے مع اپنی فوج کے گئے تھے  
ہم لوگ سر اسے میں مقیم ہوئے جس روز ہم بلند شہر پہنچے اس سے ایک روز پہلے دہلی میں  
فوج سرکار بہادر انگلشیہ کی داخل ہو گئی تھی۔ غالباً وہ تاریخ ۱۵ اکتوبر ۱۸۵۷ء مطابق ۱۵ محرم الحرام  
ہی چنانچہ مرزا غالب نے اپنی کتاب دستنبو میں وہ مہینہ درج کیا ہے جیسا کہ ان  
اشعار سے ظاہر ہوگا۔ ۲۰ شعل

نے گزردہلی برس برداد \* ستمبر ستم برداد اور دوداد  
(بقیہ لڑا صفحہ آئندہ)

زخمی ہوئے۔ لیکن نئی فوج کے اور توپ کے آنے سے جو نیاز مٹھاں بریلی سے لائے تھے۔ پھر لڑائی ہوئی اور انہوں نے زہریا کے راجپوتوں پر فتح پائی۔ موضع زہریا کو جلادیا اور لوٹ لیا۔ کثیر رقم بطور جرمانہ وزیر گنج اور بسولی کے تاجروں سے وصول کی۔ پھر اسی مہینہ میں داتا گنج کے علاقہ کے راجپوتوں نے بدایوں پر حملہ کرنے کا قصد کیا۔ لیکن بدایوں جدید فوج اور توپوں سے آراستہ تھا اُس کو دیکھ کر راجپوتوں کی ہمت ٹوٹ گئی تھی اُن کا پھر حملہ نہ ہوا۔ تحصیل گنڈور کے اہر اتبک نواب کے زیر حکومت نہ تھے اُن کی مدد سے کل تحصیل گنڈور و بسولی کے ملازم سرکاری جنہوں نے وفاداری سے باغی گورنمنٹ کی ملازمت قبول نہ کی تھی۔ اپنے اپنے عہدو کام نو بہرہ آگے کرتے رہے۔

اگست کے مہینہ میں ایک شخص عزیز احمد خاں نامی نے پرگنہ سہسوان کی مالگنداری کا ٹھیکہ خان بہادر خاں سے لیا۔ وہاں اُس نے فوج و توپخانہ

پس از چاہاد و پس از چار روز + فرد زندہ شد۔ مہر گیتی فروز

ہی گشت دہلی ندیوا نکاں + ہمدی گرفتند فرزند نکاں

اب فوج تلنگوں کی جوق جوق بھاگ کر بریلی چلنے کے واسطے دہلی سے بلند شہر کی جانب آئی۔ یہود نہ بریلی میں اسوقت تک علا۔ اری گورنمنٹ انچلشنہ نہیں ہوئی تھی۔ اتفاقاً قریب دوسو یا ڈھائی سو تلنگوں کے اُس رات سرائے بلند شہر میں مقیم ہوئے اسوقت بیماری بڑھ گوار نے مسعود وار سے یہ خواہش ظاہر کی کہ ہم بھی آپ کے ہمراہ بریلی تک (بقیہ فوٹو آئندہ)

رکھا اور اپنی حکومت قائم رکھی۔ ستمبر کے مہینہ میں ایک اور ناظم بدایون  
محمد یار خاں نامی مقرر ہو کر آیا اسی مہینہ میں رحم علیاں باغی کو خان بہادر خاں  
نے ٹھیکہ دار نیوولی اور سہسوان کا مقرر کیا تھا اس نے دوسری اشرف علی کو نائب  
چکھ دار اور حسین علی کو تحصیلدار مقرر کر کے کام تحصیل کا جاری کیا۔ احمد اللہ خاں  
ساکن مراد آباد نے گنور کا ٹھیکہ لیا لیکن گنور کی تحصیل میں یہ کوشش ناکامیاب  
ہوئی باغی ٹھیکہ دار کو امیروں نے مار کر نکال دیا۔ اکتوبر میں خان بہادر نے  
پرگنہ سلیم پور کا ٹھیکہ بھورے خاں کو دیا جو مالگنداری کے وصول کرنے میں  
ٹھاکروں سے مدد لیتا تھا۔ نیاز محمد خاں کے سپاہیوں نے اپنے رعب  
بٹھانے کے واسطے موضع کھرکھولی کو لوٹا اور ظالم سنگھ زمیندار کے بیٹے کو  
مار ڈالا۔ اپنی فوج کا دبدبہ دکھانے کو نیاز محمد خاں اور سہسوان  
خود گیا اور سہسوان کے تاجروں پر جبرانہ کیئے۔ اور اکتوبر کے شروع میں  
باغی مسطوران کا گروہ کچھ سوار اور کچھ پیدل بالا راؤ جو پتہ نانا راؤ کی ماتحتی

مبارک گراؤپ اپنے ساتھ لجائے میں خرام نہیں۔ اس نامرو نے درستی سے جواب دیا کہ ہم  
ہرگز آپ کو اپنے ساتھ نہیں بجا دینگے۔ آپ کے ساتھ عورتیں ہیں۔ آپ کی وجہ سے ہم ہی  
لوٹ لیتے جاویں گے۔ ناچار دایوس ہو کر وہ واپس آئے اور یہ ارادہ تھا کہ بیچے سے چلے جائیں گے۔  
چارپانچ سب سپاہی جو انگریزی میں تحصیل میں نوکرتھے انکو کچھ اجرت مناسب دیکر بعض خطا  
ہمراہ لیا ان سے دماقیں اس پرگنہ کے بخزنی واقف تھے۔ اب یہاں سرکے چار بچے تھے پیٹے  
انکو ان مسطور نے انہارنت اور بارٹھا کر کوچ کیا اور بھاری گاڑی اس رات رقبہ لوٹ بھرتی آئندہ

ہیں مالاگٹھ سے انوپ شہر کے گھاٹ کو اتر کر اس ضلع میں گزرتا ہوا  
شاہجہاں پور کے ضلع کو گیا۔ اسی مہینہ میں مسٹر ولسن نے موضع نگریا پر گنہ  
سوروں پر واسطے رہائی کپتان گون کے معہ فوج کے قیام کیا جو دانا گنج میں  
کچھ ٹھاکروں کی حفاظت میں پوشیدہ تھے اور انہوں نے مسٹر ولسن  
سیولین جج مراد آباد کو جو ایک بہادر شخص تھے اور اپنشل کشنر ہو گئے تھے  
چٹھی لکھی تھی کہ تم ضلع بدایوں کی طرف فوج لیکر میری رہائی کے لیے آؤ وہ  
علی گڑھ سے کچھ سوار و سپہیل باضابطہ اور ۱۵۰ باضابطہ فوج لیکر متصل  
موضع پہلا گنگا کے کنارہ پر آئے۔ یہاں فوج نیاز محمد خاں جرنیل کی پڑھی تھی  
اور مقابلہ ہونے والا تھا کہ ایک بقال نے ناظم کی فوج کو یہ دھوکہ دیا کہ  
فوج کثیر انگریزوں کی آگئی ہے۔ پس ناظم کی فوج اپنا کھانا پکھانا چھوڑ کر  
فرار ہوئی۔ اسوقت تک مسٹر ولسن کو یہ خبر نہ تھی کہ فوج غنیم سے مبادا ان صاف  
ہے مسٹر ولسن نے کپتان گون کو ایک چٹھی زبان یونانی میں لکھی۔ یہ چٹھی مسٹر

جہانگیر آباد تک کر ایہ کی تھی اس کی کیفیت ہوئی کہ جب صبح کو اس کپتان کے مکان پر گاڑی لینے  
کے واسطے گئے تو معلوم ہوا کہ کوئی چور اس کی دھوری پٹا لے گیا ہے۔ اس عرصہ میں اس نے  
دوسری دھوری تلاش کی اس میں کچھ وقفہ ہوا۔ قریب چھ گھنٹہ دن چڑھے کے وہ گاڑی دست  
ہوئی اور اب ہم سب لوگ بلند شہر سے جہانگیر آباد کو روانہ ہوئے۔ اثناء راہ میں یہ دیکھا کہ وہ  
تلنگے جو صبح سمرائے سے گئے تھے وہ لنگوٹی باندھے ہوئے لوٹے ہوئے واپس آتے ہیں  
انہوں نے کہا کہ آج لوگ کہاں جاتے ہیں۔ یہاں سے تھوڑی دور پر ایک (لغیر نوٹ) صفحہ آئندہ)

گون کے پاس تک نہ پہنچی تھی کہ سسٹر گون نے پہلی چٹھی سسٹر ولسن کا جواب لکھا تھا کہ تم موضع میاؤ کو ۲۹ اکتوبر کی مسجد کو بھیکو ملو لیکن میاؤ کچھ لاگھاٹ سے قریب بیس میل کے تھا۔ اتنی دیر کا وقت نہ تھا انہوں نے سسٹر ولسن اور ایک ہاسٹی لاکر ارادہ چلنے کا کیا اور گیارہ بجے رات کے دریا کے کنارہ پر پہنچ گئے یہاں اسوقت دریا کے گنگا میں صرف چار کشتیاں متفرق تھیں لیکن یہ معلوم ہوا کہ نیاز محمد خاں اسٹھا بیس کشتیاں کچھ لاپر جمع کی ہیں انہوں نے فوراً سوار بھیکو و کشتیاں کچھ اسٹگوا ہیں۔ اس عرصہ میں تمام بدایوں میں خبر پہنچی کہ فوج کثیر انگریزی آرہی ہے۔

۳۰ اکتوبر کی شام کو کپتان گون کا آدمی یہ جواب لایا کہ ہم لوگ دریا پر اتر کر موضع جانی کے پار اترینگے۔ آپ قادر گنج کے مقام ہم سے ملے سسٹر ولسن فوراً چل دیے بیس میل گھوڑے پر چڑھ کر تین بجے صبح کے ۳۱ اکتوبر کو قادر گنج پہنچے اور ایک آدمی موضع جانی کو روانہ کیا کہ وہ کپتان کو ہمارے آنے کی خبر کر دے۔ چند گھنٹہ تک نتیجہ کا انتظار رہا

جمع کثیر دبا قین کا دو چار ہزار کے قریب جو وہے انہوں نے بھکھو لوٹ لیا اور شکو بھی لوٹ لیں گے اسوقت بہت مایوسی ہوئی لیکن ان سپاہیوں نے جو ہمارے ساتھ تھے یہ کہا کہ آپ اندیشہ نہ کریں ہم آپ کو بجز دعا و نصرت جہاںگیر آباد ایک پہنچا دیں گے یہ زمیندار ہمارے سابق کے مشن سائیں (یعنی نوٹ بغیر امیدہ)



تین گھنٹے کے بعد آدمی لوٹا اور کہا کہ وہ لوگ قریب آگئے ہیں پر وہ نشین  
 عورتوں کے جیلہ سے گاڑی میں آتے ہیں تھوڑی دیر کے بعد گاڑی آئی  
 تو اوٹھ کپٹان گون سرجن سمجھ بل کم اور انکی میم اور ان کے تین بچے  
 برآمد ہوئے۔ اب مسٹر ولسن اپنی تدبیر میں کامیاب ہوئے۔

یکم نومبر ۱۹۱۷ء جب باغیوں کو معلوم ہو گیا کہ مسٹر ولسن کی فوج بہت کم  
 ہے تو انہوں نے چار ہزار آدمیوں کی جماعت اور چار توپیں کچھ سلاکو  
 روانہ کیں۔

جسوقت جنرل نیاز محمد خاں گنور کے اہروں کو پپا کرنے کی تدبیر کر رہا تھا  
 جو عبدالرحمن خاں ناظم نے کمان فوج بمقام کھلا اپنے ہاتھ میں لی  
 پندرہ یا بیس روز تک اُس سے اور برٹش فوج سے گولہ باری ہوئی دیر  
 کے اُنیں کندہ سے فوج برٹش گولہ چلاتی تھی اس طرف سے ناظم کی  
 فوج جواب دیتی تھی۔ بعدہ فوج ناظم کی اُچھپائی کی طرف بے اطمینانی  
 سے واپس آئی۔ عبدالرحمن خاں کی واپسی پر مبارک شاہ خاں ناظم  
 مقرر ہوا اُسکا نائب احمد شاہ خاں ہوا۔ اس عرصہ میں نیاز محمد خاں

اور آپ سے ہرگز مزاح نہ ہونگے چاہئے ایسا ہی ہوا۔ اور پہنے خدا کے بھروسہ پر قدم آگے  
 بڑایا۔ آگے بڑھ کر یہ دیکھا کہ سڑک کی ہر دو جانب بدوقین بکثرت جمع ہیں اور دماقین  
 سڑک کے ادھر اور ادھر بیٹھے ہوئے ہیں ہمارے محافظ سپاہی آگے بڑھ کر ان کے پاس  
 گئے اور ان سے کچھ گفتگو کی اور پھر وہ ہر ایک سے بات کرتے ہوئے (لیکچرٹ بعض آئینہ)

اہروں پر چڑھ گیا۔ ضلع مراد آباد کے راجپوتوں کی مدد سے اہروں کو شکست بتعام بھراوٹی ہوئی بعد اسکے پولیس اور تحصیل گنور کے اہلکار جو کام کر رہے تھے وہ بھی بھاگ گئے اب کل ضلع خان پہا در خاں کی حکومت میں آ گیا۔

نیاز محمد خاں جنرل نے فتحگڑھ پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا اور چالیس ہزار روپیہ بطور چندہ کے ضلع بدایوں نے تحویل کیا اور عبدالرحمن خاں کو ٹھیکہ سلیم پور اور بدایوں کا دیا۔ لیکن نیٹے بقال سے روپیہ تحویل کرنا آسان تھا بہ نسبت اس کے کہ عبدالرحمن خاں کو ٹھیکہ دیکر روپیہ وصول کیا جاتا۔ باوجود اسکے کہ عبدالرحمن خاں کے مددگار نیاز محمد خاں کی فوج کافی مگر بھورے خاں چکلہ دار سابق نے مقابلہ کیا اور نیا سال شہید اور عبدالرحمن خاں کے بیٹے مبارک ہوا یعنی وہ اور اسکا لڑکا شکست کھا کر مر گئے۔

نیاز محمد خاں نے اب زیادہ ترقی کرنا چاہی فوج بدایوں سے جمع کی اور یہی سے مدد ملی فتحگڑھ پر حملہ کرنے کو روانہ ہوا۔ جب لکوالہ پہنچا تو بہت سے پٹھان اس کے ساتھ ہو گئے اور سورج پور کے گھاٹ پر لگا کو

ہمارے ساتھ ساتھ چلے آئے یہاں تک کہ اس جنگ میں ہم نکل آئے ان سپاہیوں سے جب ہم نے دریافت کیا کہ کیونکر اس گروہ مفسدان سے ہم کو نجات ملی تو انہوں نے کہا کہ ہم نے ان سے یہ بات کہی کہ نواب ولی داود خاں کے ہاں کی سواریاں ہیں نواب جہانگیر آباد کے ہاں جو ان کے رشتہ دار ہیں جاتی ہیں پیچھے (بقیہ نوٹ صفحہ آئندہ)

جموں کے فرخ آباد کے ضلع میں داخل ہوا۔

۲۷ فروری ۱۹۴۷ء جبکہ بدایوں پہنچے ہوئے ایک ہفتہ ہوا تھا جنرل مسٹر ہوکر انٹ نے دفعتاً چھاپا مارا اور پوری شکست دیکر اسکا سامان سب چھین لیا پھر بہ اسقدر جلدی واپس گئے کہ ان میں سے بعض اسی شام کو بدایوں پہنچ گئے۔

شروع فروری ۱۹۴۷ء کو اپنا بنجارہندوں پر کھانا شروع کیا ایک پولیس کا ہندو افسر جس نے کپتان گوں کے ساتھ ہربانی کی بھتی بندوق سے اڑا دیا گیا ایک اور راجپوت کے اسقدر کوڑے مارے کہ وہ مر گیا۔ فروری دہانچ کے ہینے میں اسی طرح لوٹ مار جاری رہی۔ قادر گنج کا حصہ اسوجہ سے کہ کپتان گوں کو انھوں نے اماں دی بھتی جلا دیا گیا اب اس باغیانہ حکومت کے خاتمہ سے دن قریب تھے۔ بدایوں کے ناظم کو اور اضلاع کے باغیوں کی شکست کی خبریں ملتی تھیں اس سے وہ اپنی شکست کا بھی خیال کرتے تھے۔

شروع اپریل میں ایک تانہ خبر قبضہ کرنے والی ان کو ملی کہ محسن علیاں جیکو مسٹر ہوکر انٹ نے شکست دی یعنی بریلی کو جاتے ہوئے ضلع بدایوں میں گزرا۔

نواب صاحب نجی فوج اور توپ کے آتے ہیں ان لوگوں نے یہ خیال کیا یہ بات سچ ہے ورنہ اس ناکہ وقت میں چند آدمی زانی سواریاں لیکر نہیں بھل سکتے ہم شام کے قریب دو گھنٹہ دن رہے چانگیر آباد پہنچ گئے۔ اب یہاں قصبہ کے باہر نواب بھٹے خان صاحب رئیس چانگیر آباد کے سچا بھائی ستیہن نے انھوں نے ہمارے دادا (بقید لوٹ بھٹو آمینہ)

اسب باغیوں نے اس حالت کو قوی کرنے کی غرض سے اشتہار جہاد کا دیا اور کٹر  
 وزیر خاں جو ایک قابل آدمی تھا دوسرے درجہ کا کمائینر بنایا گیا اور ۱۸ اپریل  
 کو تین سو آدمی کی جماعت بریلی سے طلب کی گئی یہ انتظام درست کر کے  
 باغیوں نے اُس حملہ کا ارادہ کیا اور ان کو زیادہ انتظار نہ کرنا پڑا۔

۲۴ اپریل ۱۹۴۷ء کو جنرل سی صاحب منہ سٹرولسن کے نوئی تانار پور گھاٹ  
 دریا سے لنگا کو عبور کر کے ادھت کی طرف آئے اُن کے پاس ساٹھ ضرب  
 توپ اور ایک دستہ فوج نمبر ۶ درمی گوربس اور ایک رجمنٹ دیسی سواروں  
 کا اور ایک بازو نمبر ۶ رجمنٹ اور ایک بازو توپ خانہ کا اور ۳۳ سیکشن  
 رجمنٹ اور قریب آدھی گیارہویں دیسی پلٹن بہ ماتحتی کپتان ستمی اس ضلع  
 کی سرحدیں آئے۔ کپتان گون کو روانہ کیا گیا کہ وہ لکڑی کے سڑک سے چاریل  
 کے فاصلہ پر جو اُن کے دشمن پڑے ہیں اُن کو گرفتار کر لیں یا ہنگامہ دیں اور  
 بیس دوسری فوج بھی جس میں ایک ہزار آدمی اور ایک توپ بھی اور یہ اس وقت  
 تک کام کرتے رہے جب تک کہ جنرل بدایوں کو پہونچیں۔ اس لیے یہ ارادہ  
 کیا تھا کہ اول ادھت کو چلنا چاہیے جنرل کا یہ خیال تھا کہ سپاہیوں کو

اور چچا صاحب کو کہ تلواریں اپنی پھاٹک پر رکھ دو سب اندر داخل ہونے دیگو۔ تھوڑی دیر  
 تک باہم یہ بحث ہوتی رہی۔ پھر عمومی صاحب دیاں اپنی تلوار رکھ کر اندر گئے اور حکم لائے  
 کہ ان لوگوں کو مہینہ تیاروں کے آنے دو سب ہم لوگ جہانگیر آباد میں داخل  
 ہوئے دیاں مولوی محمد شہار الدین صاحب مرحوم عثمانی جارج پھوٹن (لقبہ نوٹ بھنڈو آئندہ)

صبح اور شام کو کوچ کرنا چاہتے یورپین سپاہیوں کو دوسو پاسبان چلنا نہیں دیا۔  
 ۲۹ اپریل ۱۹۱۸ء کی رات کو جب ماہ کامل روشن تھا اور اندھیری رات  
 کے خطرے کم تھے۔ یہ بوڑھا جنرل تجزیہ کار بلا اس خیال کے کہ بہ شب ماہ  
 پھر کچھ کو نصیب نہ ہوگی مع فوج کے چلا اور اوسہت ایک میل رہ گیا تو انکو  
 یہ خبر ملی کہ علاوہ دشمنوں کی فوج کے ایک بکٹ دشمنوں کا اوسہت میں مقرر  
 کیا ہے بعد دوپہر کے وہ داتا گنج کی طرف پہلے اول اُن کا ایک فاصد دشمنوں  
 کے ہاتھ سے مارا گیا جو کہ جنرل مینی کا پیغام کمانڈر اپنی فوج کی طرف لے جاتا تھا  
 جو شاہجہاں پور کی طرف بڑھ رہے تھے۔ آدھی رات کے وقت لکرا الہ  
 کی طرف کوچ ہوا جو بدایوں سے آٹھ میل کے فاصلہ پر جانب شرق  
 واقع ہے لکرا الہ آدھی دور رہا تھا کہ فوج کا دھماکا کر دیا۔ یعنی روک  
 دیجئے گئے تاکہ سپید بھی آجادیں۔ اُن کے آنے پر جنرل سی نے کمانیر فوج  
 سپید کو حکم دیا کہ فوج کو جلدی نہ چلاؤ آرام سے ٹھہرا ٹھہرا کر لے چلو۔ یہ حکم  
 اس کی زندگی جانیکا باعث ہوا۔ جنرل نے سواروں اور توپ خانہ کے  
 ساتھ اپنا کوچ جاری رکھا لیکن سپید فوج کے حکام نے اسکو زیادہ آرام کی

حسن اتفاق سے نواب محمد مصطفیٰ خاں صاحب کے یہاں موجود تھے اور ان سے غاندی  
 رہتا تھا اور جناب واد صاحب کے دوست تھے۔ نہایت خاطر سے پیش آئے اور  
 دعوت کی وہاں دور آرام کیا۔ پھر وہاں سے نواب محمد مصطفیٰ مرحوم نے جو گورنمنٹ  
 کے غیر طلب غدر میں رہے اور باغیوں کے شریک نہ ہوئے (بقیہ نوٹ صفحہ آئندہ)

اجازت دیدی اب لگوالہ ایک میل کے فاصلہ پر تھا جنرل سی اور اس کے  
 ساتھی سہ ہراول سواروں کے پہونچ گئے تھوڑے فاصلہ پر ان کے  
 پیچھے توپ خانہ اور فوج سواروں کی تھی۔ لیکن پیدل فوج بہت پیچھے  
 تھی اب صبح صادق نمودار ہوئی کہ یکایک کپتان سمن کی آواز نے جگا دیا جو  
 اسٹنٹ جنرل تھا اس نے کہا کہ سامنے سوار نظر آتے ہیں۔ سوار واقعی تھے  
 لیکن وہ واپس جاتے تھے اور جنرل کو لگوالہ پہونچنے کی صبح ہونے سے پہلے  
 جلدی تھی اس لیے اس نے اس طرف بہت کم توجہ کی لیکن جبکہ لگوالہ دو فرلا  
 رہ گیا اور معاملات سخت لڑائی کے نظر آتے تھے اور چار توپیں گراں کی  
 غنیمت نے چلائیں لیکن اتفاقیہ فوج انگریزی میں کوئی زخمی نہ ہوا ادھر سے بھی  
 فوج انگریزی نے توپوں سے جواب حتی المقدور دیا لیکن بوجہ ریتلی زمین کے  
 اور قبل اسکے کہ دشمن پر توپ چلائی جاوے باغیوں کے فیر ہو چکے تھے۔  
 اس عرصہ میں غازی لوگ دو دو تلواریں لیے ہوئے نظر آئے اور انگریزوں  
 کے توپ خانہ اور

قراہیں فوج انگریزی نے اور توپیں بھی چلائیں گئیں پھر کلہ بہ کلہ دست برد

آہوں نے دشن بند و پتی سپاہی ہماری محافظت کے واسطے مقام انوپ شہر تک کر دیے  
 اور وہاں سے انوپ شہر کی طرف پلے۔ چاکس قوال بریلی یا مراد آباد کے رہنے والے  
 یہی اس طرف آنے والے تھے وہ بھی ساتھ ہو لیے۔

اشارہ راہ میں وہی گروہ دہا قین کے جو واسطے غارت گری (لٹیروٹ بصفہ آئندہ)

نوبت جنگ یہ شمشیر پہنچنی اور غازی مارے گئے اور غنیمت یعنی جنرل کی سپاہ  
 پورب کی طرف سرٹک سے سمٹو پوں کے آگئی اُن کے تقاب میں  
 درختوں کی آڑ سے توپیں فوج انگریزی نے چاروں طرف چلائیں جنرل  
 سی کا پتہ اُسوقت نہیں معلوم ہوا بہت تلاش کے بعد اُن کی نمٹس ملی  
 اُس جگہ سے کچھ آگے بڑھ کر جہاں پہلے لڑائی ہوئی تھی گولی سے اُن کا بایاں  
 بازو ڈوٹ گیا اور باگ اُن کے ہاتھ سے نکل گئی تھی اس لیے اُن کا گھوڑا  
 دشمن کے گروہ میں لے گیا انہوں نے جلدی سے اپنی تیز تلواروں سے  
 اُسکا کام تمام کر دیا اور بھی افسر زخمی ہوئے لیکن جنرلوں میں صرف جنرل  
 سی قتل ہوئے اب کمان کرنیل رجسٹ کے ہاتھ میں آئی جو کہ فوج پیدل  
 کے منتظر تھے اس کے بعد چند غازیوں نے ناکامی سے کمزور حملہ کیا اب  
 سب نواب کی فوج بدایوں کی طرف بھاگی اور ۳۰ مارچ پیدل کی دو پہر تک  
 جبکہ بہت گرمی و گرد تھی فوج انگریزی نے تقاب کیا اور ایک توپ چھپنی  
 گئی اور تقاب میں باغی مارے گئے اور خاص مقام لکڑالہ پر اشی لاشیں ناظم  
 کی فوج اور غازیوں کی برآمد ہوئیں اور پھر فوج انگریزی لکڑالہ کو لوٹ گئی اور

مسافروں کے جا بجا مسلح اور آمادہ لوٹ مار کے بیٹھے تھے، ہنکو دکھائی دیئے۔ بھول شاعر  
 جگہ جگہ تھے زمیندار دار کی صورت + چڑھے ہی آئے تھے سر پر بخار کی صورت  
 بلائے، کم نہ تھی اک اک گنوار کی صورت + چھپی نہ اُن سے ہر اہل دیار کی صورت  
 کسی جگہ جو کوئی ہو کے بیٹھا ر آ یا بد تو اہل قبر یہ بولے کہ لوشکار آ یا  
 رفیقہ نوٹ صفر آئندہ

جنرل سی کی بخش کی تمیز و تکفین کی اور پھر بعد ایک عرصہ کے بخش کا صندوق میرٹھ بھیجا گیا اور وہاں دفن ہو کر قبر بنائی گئی اور اسی تاریخ میرٹھ کا دس صاحب کی فوج نے مقام بسولی پر باغیوں کو شکست دی ان پے دیے شکستوں سے بدایوں کے ناظم کو یقین تھا کہ اب دو صورتیں ہیں یا تو یہاں

وفاقہ ہوٹا جو ہم سب کو چاہیے اور ان دہاقین نے دیکھا کہ اکیس پہلی اور اکیس گھوڑی پر سوار لہور کچھ سپاہی مسلح آتے تھے تب انہوں نے اپنی بندو قوں کو ہاتھوں میں لیا اور ٹوٹے سسکا کر اس وقت ہلکے اپنی موت کا سامنا نظر آیا اور پورے یقین ہو گیا کہ اب جاں بری کی امید نہیں ہے الا سبب اسباب و حافظہ حقیقی کی شان رحیمی اور کریمی اس وقت لہور میں آئی یعنی وہ قوال جو ہمارے ساتھ ہوئے تھے ان کے ساتھ بڑے بڑے سنارا اور تھورس و سرود جن پر غلاف چڑھے ہوئے تھے اور ان کے کندھوں پر وہ ساز و سامان ارباب نشاط کا رکھا ہوا تھا دہاقین یہ سمجھے کہ یہ بڑی بڑی قراہنیں اور جزائل ہیں جن میں گراب بھلا ہوا ہے اگر ان کے فیروں سے تو ہم سب کے سب ہلاک ہو جائیں گے اس خوف سے وہ قریب آئے اور دور سے ہمارے محافظ سپاہیوں سے سوال کیا کہ یہ سوار یاں کہاں جاتی ہیں سپاہیوں نے راجہ انوپ شہر وراٹی کا نام لیا کہ وہاں جاتی ہیں وہ گنوار چپ مور ہے اور ہم ان کے حملہ سے بچے اور قوالوں کی یہ کیفیت تھی کہ بار بار کہتے تھے کہ حصار ہلالوں وہ بندو ق گنوار نے اٹھائی اور ڈر کے مارے ہماری پہلی سطر میں چھپ چھپ کر چلتے تھے یہ خبر خدا خدا کر کے ہم شام تک بجزیریت تمام انوپ شہر میں پہنچ گئے۔ ان دہاقین کی نظروں میں ستارہ و غیرہ کو اللہ تعالیٰ نے آلہ حرب و ضرب بنا دیا اور ہکو پتچہ اجل سے بچایا۔ انوپ شہر میں ہمارے شہر کے قاضی زاووں میں قاضی غلام کاظم کی اولاد جو غاندان (وفاقہ ہوٹا جھڑ آئینہ)



لوکر مر جانا چاہئے یا ایسی مزدوش حالت میں یہاں سے بھاگ جائیں۔ آخر بھاگ جانے کو ترجیح دی اور اپنے ہاتھوں سے اپنا دفتر جلا کر بریلی کو بھاگ گئے۔ اُن کے فرار کی تقلید اس ضلع کے اور باغی سپاہیوں نے کی۔ مئی ۱۸۵۷ء میں پھر آثار حکومت انگریزی اور امن کے ظاہر ہوئے لکھنؤ سے مسٹر ولسن

(فقیر نوٹ صفحہ ۳۲۵) غلام محمدی میں تھے اور وہ وہاں کے عہدہ قضا پر سابق میں ممتاز تھے قاضی غلام علی وغیرہ رہتے تھے اور اُن کے مکانات بنے ہوئے تھے اُن کے ایک مکان میں ہم مقیم ہوئے اور ہم دینی اور برادری کے انہوں نے بہت ہمانداری کی اور گڈا پار یعنی ضلع بدایوں کے تحصیل گنور و سہوان میں کوئی صورت جانے کی نہ تھی کیونکہ اس طرف اہرات میں بکثرت لوٹ و بار ہو رہی تھی اور کسی کی حکومت نہ تھی لاچار آگے چلنے سے بلا کسی جا عت محافظہ کے قصد نہ کیا تب مولوی محمد عزیز الدین صاحب ہمارے چچا اور شیخ حسین بخش صاحب ایک قافلہ فرار بان کے ہمراہ ہوئے اور گھوڑی ساتھ لے لی اور اس غرض سے تاکہ وطن کسی طرح پہنچکر اور کچھ جمعیت فراہم کر کے لادیں تب یہاں سے بچاویں۔ مراد آباد ہونے ہوئے رام پور آئے اور یہاں سے بہ بیت جناب قبلہ کا ہی حکیم محمد سعید الدین صاحب مرحوم آئے لکھنؤ بدایوں پہنچے اور پھر وہ بدایوں سے بہ بیت جناب حکیم محمد ممتاز الدین صاحب مرحوم و مغفور قریب بیس یا پچیس آدمی مسلح اور دو ہیلیاں ایک رزپ سہر کو روانہ ہوئے پندرہ یا بیس روز سے زیادہ عرصہ تک لکھنؤ اور ہمارے جد امجد کو متقابل الزام پہ قیام کرنا پڑا اور جو کچھ زلیہ۔ وغیرہ مستورات کا متاثرہ فروخت کر کے بہ ایام زاری کے ہر روز میں قاضی کے مکان سے غلہ لکھنؤ کے کنارہ پر کھٹا پر جاکر دیکھتا تھا کہ کوئی وطن سے ہمارے لینے کے لئے آیا ہو یا نہیں چونکہ قاضی صاحب کے مکان سے دریا کا (بقیہ نوٹ صفحہ ۳۲۷)

و کرنیل جون پرگنہ اوسہت و سلیم پور موتے ہوئے اور ام گنگا کو عبور کر کے  
۲ مئی کو ضلع چھوڑ کر واسطے ملنے لکنا ٹراپچیف کے میراں پور کٹرہ ضلع  
شاہجہان پور میں داخل ہوئے۔ قبل ضلع چھوڑنے کے مسٹر ولسن نے راجپوتوں  
کو جو وفادار تھے تحصیل دانا گنج کا ہتھم سفر کیا اور دوسرے تین شخصوں کو

(بقیہ نوٹ صفحہ ۲۴۶) کنارہ قریب تھا اس لئے روزانہ جا کر انتظار آنے والوں کا رہتا تھا۔ آخر ش ایک  
روز میں نے اس کنارہ سے دوسرے کنارہ کی طرف دیکھا تو اپنے والد ماجد و اماں صاحب قبلہ  
اور پیر بخش و ولی محمد جو ہمارے خاندان کے قریبی متوسل اور نمک حلال اور جانناز تھے ان کو  
پہچانا اور خوشی کے مارے اپنی دادی صاحبہ سے جا کر خبر کی۔ میں نہیں کہہ سکتا ہوں کہ اُس وقت  
خوشی کا کیا عالم تھا جب وہ قافلہ کشتی پر سوار ہو کر اس بار آگیا اطمینان ہوا اور پھر وہاں سے  
ایک روز کے بعد ہم سب لوگ گنور ضلع بیاؤں کی حدود میں پہنچے اور خدا کر کے قصبہ گنور آئے  
اور وہاں سرائے میں مقیم ہوئے اثنار راہ میں جو زمیندار جناب حکیم محمد متنازل الدین صاحب مرحوم کے  
بچہ ان کے پیشہ طبابت کے سابق کے شناسا تھے وہ اپنے آدمیوں کو ہماری محافظت کے لئے ساتھ کر دیتے  
تھے اس کنبھن سرائے گنور میں کچھ سامان کھانا پکانے کا یا کوئی بھٹیاری کھانے والی نہ تھی غرض کہ وہ رات  
مشکل سے گزاری جو کچھ ناشتا ساتھ تھا اُس پر سب نے اکتفا کر لیا وہاں سے صبح کو ملکر شام کو سہواں  
میں آئے اور یہاں رات کو رہے پھر سہواں سے چکر پتھرے دن بخیریت تمام بدایوں پہنچ گئے  
اور گھر میں داخل ہوئے۔ وطن میں اگر بھی صورت اطمینان کی نظر نہ آئی اور سفر در وطن کا مضمون پیش  
آ یا یعنی تمام حامد شہر نے اپنے اپنے مکانات چھوڑ کر دیہات میں بھاگ لینا شروع کر دی تھی۔ موضع کلپیا  
عرف نصیح آباد جس کو ہمارے جد امجد یعنی محمد ضعیف الدین الخاٹبہ نصیح الدیناں نے (بقیہ نوٹ صفحہ ۲۴۷)

بدایوں ولبسی و اُچھپائی کا پولیس افسر مقرر کیا اور اسی قسم کی تقرریاں وسط  
مئی تک عمل میں آئیں۔ کٹنر ہیلی کی درخواست پر جبکہ امن قائم ہو گیا شیخ  
محمد شرف الدین جو بعد کو سی ای ای ہوئے چند روز کے لئے کھنڈیلار بدایوں  
کے مقرر کئے گئے۔ مسٹر کارمیکل مجسٹریٹ و کلکٹر بدایوں مقرر ہوئے پھر مقام

(بقیہ نمبر ۳۴۷) عہد محمد شاہ بادشاہ میں اپنے نام سے آباد کیا تھا اور دھانی دائی نسلا بھنسل ہو  
اور اُس میں مسلمان جو آپ کو شیخ کے لقب سے ملقب کرتے ہیں آباد ہیں۔ اُس موضع میں ہمارے غاندرا  
کی عورت و مرد شہر چھوڑ کر چلے گئے اور وہاں رہنا شروع کیا یہ موضع شہر سے چار کوس دیرا سوت  
کے کنارہ پر جانب شرق مال بہ گشتہ جنوب ہے وہاں چھروں کے مکانات ہیں لیکن روز تک ہمارا  
تالہ نہ اور ان شیخوں نے جو ہماری رعایا ہیں کمال درجہ ہماری حفاظت کی اور اپنے مکان خالی کر دئے  
پھر جب ان کے لڑائی ہوئی سب کو ہم سب پہلے اہل کتابیں لکھ چکے ہیں اور شرک کا واقع موضع دوزی رسولپور  
جو طعن سوانہ کلیا کے ہے اور کثیر حصہ اس موضع کا بھی اب ملکیت راقم ہیں آگیا ہے فوج باغیوں کی  
اور غازی لوگ لگا لگا کر جاتے تھے اور کلہا ہمارے قیام گاہ سے چار پانچ کوس مفاصلہ وہاں توپ  
و بندوق چلانا شروع ہوئی تو اُس کی آوازیں برابر علی آتی تھیں اور جب فوج لوہا کی بھاگ کر  
اُدھر کو آتی تھی جس سے وہ مقام امن بھی جانب مخدوش ہو گیا اور وہاں سے حکومت دوسرے  
مقام کو روانہ ہونا پڑا۔ رفت پریشانی اور یہ اس کی حالت میں موجب زن مرد شیخوں کی طرف  
جہاں سے۔۔۔ مل بھلا اُس کو جاسے امن نیال کر کے پناہ خیال تھا کہ جو کہ شیخ محمد شرف الدین صاحب  
نے یہ خواہی۔۔۔ ہاں کی فوج اس نے شیخوں کو فوج سرکاری تباہ نہیں کرے گی۔ چونکہ مورخانی اتحاد حضرت  
شیخوں سے۔۔۔ بندہ کوں سے تھا۔ انہوں نے ہم ہاتھ ان ناخواندہ آئی از حد البقیہ نمبر ۳۴۷

بریلی سے چند اور راجپوتوں کو مقام سہسوان اور کوٹ اور یسبی و بسولی کے مقامات پر مقرر کیا۔ اسلام نگر کے مقام پر جو باقی ماندہ باغی رہ گئے اُن کو نواب رام پور کی فوج نے جو بماتختی جنرل حکیم محمد سعادت علیاں رئیس آؤلہ کے تختی سپاہ اور فتنہ گردیا اور رام زاین سرگردوہ باغیوں کا وہاں مارا گیا۔

(بقیہ نوٹ صفحہ ۳۴۸) خاطر داری کی اور شیخ صاحب موصوف نے اپنے زمانہ محل سرا کو خالی کر دیا اور اپنی زنائی سواروں کو دوسرے مکان میں کیا اور ہم وہاں چند روز بیکر و عافیت رہے پھر جب تسلط سرکار انگلشیہ کا شہر میں ہو گیا۔ اپنے مکانات میں آئے اب حکم گورنمنٹ شہر میں روشنی دینی کوئی اعلیٰ اور کوچہ و مکان باقی نہ رہا۔ اور آتش بازی عمدہ قسم کی چھڑی لگی اور اب جن لوگوں نے ملازمت نواب کی کمی سختی اُن کی وار و گیر شروع ہوئی جس کا مفصل حال اصل صفحات تاریخ میں مذکور ہے۔

دسمبر ۱۸۵۷ء میں ایک خط عم راتم مولوی محمد عزیز الدین صاحب نے مرزا غالب کو دہلی کا حال دریافت کرنے کی غرض سے لکھا تھا اُس کا جواب جو مرزا نوشہ غالب نے اُن کو لکھا تھا اگرچہ وہ اصل خط دستِ باب نہیں ہوا لیکن اُس میں کچھ فقرے ہم اپنی یاد سے لکھتے ہیں مرزا صاحب نے تحریر فرمایا تھا کہ مرزا صاحب کیسے صاحبزادوں کی سی باتیں کرتے ہو دہلی کو ویسا ہی آباد سمجھتے ہو۔ ہمارے دیوان خانہ میں جو چھوٹی بیگم رہتی تھی وہ رہتی ہے میاں کالے صاحب کے مکان میں اسپتال ہے شہر میں ہندو ہی ہندو نظر آتے ہیں مسلمان خال خال ہیں انہیں میں میں ایک روسیہ ہوں۔ کبھی حلوائی کی دکان میں کھائے لوٹنے ہیں " اور بھی فقرے ایسے ہی تھے جواب راتم کو یاد نہیں رہے۔ بیگم سے مراد وہی بیگم صاحبہ ہیں جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے کبھی حلوائی ہمارے دیوان خانہ کے متعلق جو کلمات ہیں اُن میں بیٹھا کرتا تھا اور اُس کی سٹھائی شہر میں مشہور تھی۔ (بقیہ نوٹ بصفہ آئندہ)

۴۴ مہی کو دو پہر اربعی سوار معہ پندرہ ہاتھیوں کے اس ضلع سے نکل کر جاٹی کی طرف گنگا کے کنارہ پر جاتے تھے انہوں نے اپنے آپ کو تاننیا راؤ باغی کا ساتھی ظاہر کیا وہ سب باغی جھانسی کے رہنے والے تھے پر گناہ و بہت سے گزر کر شاہجہاں پور کی طرف گئے اور وہاں سے اودھ کی طرف بھاگ گئے۔ اس قسم کی

(لغبتہ فوٹ صفحہ ۳۴۹) دہلی کا قبل غدر کمال درجہ پر عروج ہو گیا تھا ہر قسم کے صاحب علم فضل اور اہل موجود تھے میں نے اس وقت کی رد و فن کو دیکھا اور پھر بعد غدر بھی جا کر دیکھا تو زمین و آسمان کا فرق پایا۔ بقول شاعر کے میں نے دیکھا ہو ملائک کو خریدار اس کا میں نے جلتی ہوئی دیکھی ہے دکان دہلی۔ اب ہم اس حملہ مترکہ کو تمام کرتے ہیں۔ مگر یہ بات بھی یہاں ظاہر کرنے کی قابل ہے کہ جب ہمارے خاندان میں کسی نے بغاوت نہیں کی تو دہلی کے مکانات و دکانیں و املاک کیوں جاتی رہیں اس کا یہ حال ہے کہ قبل غدر کس قدر رویہ ہمارے دادا صاحب نے وہیں کے ایک شخص تراب علی نامی سوڈو اسے قرض لیا تھا اور تنسک استغرافی مکانات کا کلبہ یا تھا جب غدر شروع ہوا اور سرکاری عہدہ اسے تیرہ سہ ماہ پھر ہوئی اس وقت اہل دہلی اپنے اپنے مکانات چھوڑ کر بھاگے ہوئے تھے داؤد کا زمانہ تھا بڑا پتہ پنجابی ہو گیا دہلی متعلق پنجاب احاطہ کی گئی اس ناحق لوش شخص داؤد نے بنایا دادا صاحب کو مفقود و گمراہ ظاہر اس کے نالش، اگر کوئی اور دہلی کے مکانات پر اطلاع عنایت پا کر ادایا جس کی خیر دہلیوں میں ہمارے بزرگ کو نہ ہوئی اور نایاب طیفہ ڈگری حاصل کر کے مکان دیوان زمانہ و مکان زمانہ و غیرہ نہایت کہ قیمت میں بیلازم اسے خرید لی۔ اس وقت زیدار کون تھا جو بولی بولتا کہ، عایا جو رہتی تھی ان کی اراضیات رہ گئیں۔ دو دو مالک، جن نے اپنے املاک سہی ہو۔ دنا اور پوری رہیں تھیں جو بعد کسی سال کے ہمارے جا امیڈ نے بیچ کر ڈالیں کہو مکمل اس کا اب کچھ بچہ بچہ نہ باقی رہا فوٹ لایفہ آئینہ

بد امنیاں آخر تھی شہداء تک قائم رہیں۔ شروع جون شہداء سے پورا  
امن سمجھنا چاہئے۔ بتیسری جون کو باڈمی گارڈ کوک کی فوج کا دستہ شاہجہاں  
سے اوسہت میں آیا وہاں سے اور تین گانوں باغیوں کے جو سڑک کے  
کنارہ تھے جلا کر ۶ رجوں کو بدایوں پہونچے۔ یہاں مسٹر اکٹس کے حکم سے

(ایڈیٹورٹ صفحہ ۴۵۰) ان املاک کی تحقیقات میں تھے ایک قضیہ نامرضیہ پیش آیا ایک ملک میں ہمارے  
والد ماجد مرحوم حکیم محمد سعید الدین کا نام بشمول نام حجاجہ وچلا وغیرہ کے داخل تھا اور تحقیقات معافی داروں  
کی شروع تھی کہ آیا معافی دار تو باغی نہیں ہوا یہ تحقیقات ایک یورپین عہدہ ناک شخص کے سپرد تھی  
اور اُس نے ایام غدر میں جو اپنی ہم قوموں کو گرفتار ہوتے اور مارے جانے دیکھا اُس کو ذرا ذرا  
بات پر شبہ ہوتا تھا۔ جب ہمارے والد کا نام آیا تو اُس کو یہ شبہ ہوا کہ محمد سعید ایک شخص کی مہر فرما  
جہاں پر جو دہلی کے رہنے والے تھے دفتر میں برآمد ہوئی تھی صاحب بہادر نے فرمایا کہ محمد سعید وہی  
شخص ہے جو جس نے محضر ہر مہر کی تھی میرے دادا صاحب وقت تحقیقات موجود تھے اُنہوں نے عرض کی  
کہ حضور اسکا نام محمد سعید الدین ہو محمد سعید نہیں ہے اور وہ ایام غدر میں دہلی نہ تھا بلکہ رام پور اور آٹولہ  
تھا لیکن صاحب نے حکم عافری اصل لٹا کا دیا جب والد کو یہ خبر ہوئی تو والد مرحوم نے حکیم محمد سعادت علی خاں  
بہادر پیش آٹولہ جن کے ساتھ وہ ایام غدر میں رہے اُن سے تذکرہ کیا اُنہوں نے اپنی تصدیق لکھ کر  
اور نواب صاحب بہادر جنٹ آسٹیاں یوسف علی خاں بہادر مرحوم مغفور والے ریاست رام پور کی  
مہر دستخط مزین فرما کر وہ کاغذ روانہ کیا کہ حکیم محمد سعید الدین ہمارے ہاں ایام غدر میں رہے اور  
وہ خیر خواہ سرکار ہیں جب یہ کاغذ پیش ہوا اسوقت بھی صاحب کو یقین نہ ہوا اور فرمایا کہ مسلمان  
مسلمان کے بچانے کی کوشش کرتا ہے اُس کو حاضر نہا چاہئے تب تو باغیسی ہوئی (ایڈیٹورٹ صفحہ آئندہ)

چند باغی بکڑے گئے۔ ۸ رجوں کو کارسکیل صاحب بدایوں پہنچے دوسری فوج کا ایک دستہ بریلی سے کرنل ولکشن صاحب کے ساتھ آیا دونوں فوجوں نے دوسرے دن مراد آباد کی طرف کوچ کیا۔ پھر کچھ گائوں یا غیوں کے جلائے گئے اور صاحب موصوف گنور و ہسوان کا دورہ شروع کیا اثنائے دورہ میں

(یعنی نوٹ صفحہ ۳۵۳) کہ اتنی بڑی صفائی پر کچھ خیال نہ ہوا تو کیا امید جاں بری ہو پھر بدایوں سے مسٹر کارسکیل صاحب بہادر مجسٹریٹ ضلع بدایوں کے ویروروسا بدایوں نے محضر بنالک پیش کیا اور انھوں نے تصدیق کر کے بھیج دیا کہ یہ شخص دہلی نہیں گیا تھا اور پھر بھی عذر غیر حاضری مسوع نہ ہوا البتہ والد ماجد کو بدایوں سے جانا پڑا جب والد یہاں سے گئے ہیں تب یا یوسی ہم لوگوں کو بتی کہ اب دیکھئے سلامت آئے ہیں یا نہیں پھر دہلی پہنچکر یہ حاضر حضور صاحب مجسٹریٹ بہادر کے ہوئے انہوں نے دریافت کیا کہ تمہارا کیا نام ہے اپنا نام بتایا اور اپنی مہر کے کاغذ استاذ قبل غدر کے لئے اور ان پر مہر میں تھیں پیش کیا کہ میری مہر میں محمد حبیب الدین ہے اور فتوے پر فتح سعید صرف مہر میں تھا۔ پھر تحقیقات کے لئے یہ معاملہ تحصیلدار دہلی کے سپرد ہوا ایک شخص کھتری یا بنے تحصیلدار دہلی کے تھے جب ان کے پاس والد و دادا صاحب لئے تو وہ دیکھ کر منہ پر اُٹھ کھڑے ہوئے انہوں نے فرمایا کہ میں جناب مانفا یعنی ہمارے والد کے جد امجد کا کاش گود ہوں آپ کا کیا کام ان سے سب تعلقہ کیا کیا انہوں نے تحقیقات کر کے خود باکر صاحب سے کہا کہ یہ شخص اور ہیں اور یہ مقام دہلی ایام الیم غدر میں نہ تھے تب صاحب کا تکرار ہوا اور اس باکے ناہانی سے نجات پائی اور معافی پر مستقر قائم رہی

دو مشہور باغیوں کے گانوں جلادئے اور بہت سے لوگوں کو قید کر لیا۔  
 ۳ رجوں کو اسلام مگر پہنچنے اور چند باغیان زخمی کو جو نواب رام پور کی فوج  
 کے مقابلہ میں زخمی ہوئے تھے انکو گولی سے مار دیا۔ سیجھ کوک صاحب کی فوج  
 چندوسی سے مراد آباد کوچ کر گئی اور قائم مقام مجسٹریٹ موصوف گنور اور سہوان  
 دورہ کرتے ہوئے شروع ماہ اگست میں بدایوں واپس آئے۔ اُس وقت  
 سے اس ضلع کا بخوبی انتظام ہو گیا اور مال گزاری و وصول ہونے لگی۔  
 اب دار و گیر کا بازار گرم ہوا جس شخص کی نسبت ثابت ہوا کہ اُس نے سرکار  
 سے بغاوت کی سختی یا شریک تھا اُس کو سزائیں دی گئیں چنانچہ نفقہ  
 ذیل سے باغیان سزایافتہ کا شمار واضح ہوگا۔

نقد و شفا میں جو قتل کئے گئے	نقد و شفا میں جو پھانسی دی گئی	نقد و شفا میں جو دام اکس ہوئے	نقد و شفا میں جو قید ہوئے	نقد و شفا میں جو بید لگائے گئے	نقد و شفا میں جو بید لگائے گئے
۲۱ نفر	۱۱۷ نفر	۴ نفر	۲۵ نفر	۲۷۰ نفر	۳۷۵ نفر
نقشہ جائداد منضبطہ باغیان					
	موضع مسلم	مشرق قطعاً			
	۲۲ موضع	۲۰۵			



بموجب حکم گورنمنٹ بمبئی ۲۴۷۵ مورخہ ۵ جولائی ۱۹۵۵ء بموجب قانون ایکٹ ۱۵۹		جس کے تحت اس قانون کے تحت جو چیز قابل سزا ہے اور اس کے تحت		قیمت ۱۵۷۷ روپیہ تعداد ۳۶
عدالت اسپیشل کمیشن واسطے تحقیقات و تجویز دعویٰ جائداد جو بنام نہاد باغیان فرق ہوئی		جس کے تحت اس قانون کے تحت جو چیز قابل سزا ہے اور اس کے تحت		قیمت ۲۴۶۲ روپیہ تعداد ۱۹
تھی بمقام مراد آباد قایم ہوئی اس ضلع کے مقدمات بھی ہیں مفصل ہوئے۔ نقشہ ذیل سے نتیجہ معلوم ہوگا۔		جس کے تحت اس قانون کے تحت جو چیز قابل سزا ہے اور اس کے تحت		قیمت ۶۵۰۳ روپیہ تعداد ۷
جس کے تحت اس قانون کے تحت جو چیز قابل سزا ہے اور اس کے تحت		جس کے تحت اس قانون کے تحت جو چیز قابل سزا ہے اور اس کے تحت		قیمت ۷۴۶۵ روپیہ تعداد ۶
جس کے تحت اس قانون کے تحت جو چیز قابل سزا ہے اور اس کے تحت		جس کے تحت اس قانون کے تحت جو چیز قابل سزا ہے اور اس کے تحت		قیمت ۷۹۰۰ روپیہ تعداد ۱۴۱
جس کے تحت اس قانون کے تحت جو چیز قابل سزا ہے اور اس کے تحت		جس کے تحت اس قانون کے تحت جو چیز قابل سزا ہے اور اس کے تحت		قیمت ۹۷۰۰ روپیہ تعداد ۱۰۹

<p>جو حقیقت باغیوں کی ضبط ہوئی اُس کا بڑا حصہ اُن لوگوں کو عطا ہوا جو خیر خواہ خیال کئے گئے۔ اور بقیہ جائداد ایک لاکھ پندرہ ہزار دوسو باسٹھ روپیہ کی نیلام کی گئی۔ اور جو تھوڑی باقی رہی وہ قبضہ سرکار میں رہی جیسا نقشہ ذیل سے واضح ہو گا۔</p>				<p>تفصیل جائیداد جو خیر خواہوں کو دیا اور بعد نیلام باقی رہی</p>		<p>تفصیل حقیقت جو نیلام ہوئی</p>		<p>تفصیل حقیقت جو خیر خواہوں کو دی گئی</p>		<p>تفصیل حقیقت جو ضبط کی گئی رہی اور اگر ادا شدت نہ ہوئی</p>	
قطعات	سلم	ند نیلام	قطعات	سلم	قطعات	سلم	قطعات	سلم	قطعات	سلم	
ایک	۰	۱۱۷۰۳۴	۲۴۵	۱ موضع	۸۲	۲۱ موضع	۳۱۸	۲۲ موضع			

جائیداد ایک لاکھ پندرہ ہزار  
دو سو باسٹھ روپیہ کی  
نیلام کی گئی۔ اور جو تھوڑی  
باقی رہی وہ قبضہ سرکار  
میں رہی جیسا نقشہ ذیل سے  
واضح ہوگا۔

<p>علاوہ حقیقت مذکورہ کے مکانات اور زیور طلافی و نفرتی باجینوں کا ضبط سرکار ہو کر نیلام ہوا۔ چنانچہ نقشہ ذیل سے مفصل معلوم ہوگا۔</p>	میزان کل	۵۴۶۰۰
	تعداد نیلام زیور ضبط شدہ	۱۰۵۵۵
	سے باقی اسے جو بیعت ہوگا	x
تعداد مکانات نیلام شدہ	تعداد زیورشن نیلام	۴۴۱۴۵
	تعداد قطععات	۵۳۶
تعداد مکانات جو ضبط ہوئے		۵۳۶

علاوہ اس کے بیس ہزار روپیہ باشندگان شہر خاص بدایوں سے بطر تالان  
کے لیا گیا اور نو ہزار تین روپیہ سکنائے بدایوں کو اور ایک ہزار تین سو تین روپیہ  
سکنائے دانالنج کو اور دو سو بیالیس روپیہ سکنائے ہسوان کو اور ایک سو  
تین سکنائے گنورا اور ۸۴ روپیہ سکنائے بسولی کو عوض نقصان کے مرحمت ہوا۔  
اور واضح رہے کہ ایام غرضتہ میں سرکاری خزانہ سے رقومات مفصلہ ذیل جو  
بلوایتوں نے غارت کر دیں وہ نقشہ ذیل سے واضح ہونگی۔

نام تحصیل	تقدار مال مغرورہ	نام تحصیل	تقدار مال مغرورہ	کیفیت
خزانہ صدیکپڑی کلہری بدایوں	ایک لاکھ ۱۹۳۳	خزانہ گنورہ بجھیل بدایوں	۱۱۱	۱۱۱
خزانہ بسولی تخصیص ہسوان	۱۱۱ ۱۹۳۳	تخصیص دانالنج	۱۱۱	۱۱۱

میزان کل ایک لاکھ ۱۱۱

پس از روئے حساب جب قدر رقومات جرمانہ و جرمانہ و زرنیلام جائداد منقولہ و غیر منقولہ  
سے وصول ہوئیں اس کی تعداد دو لاکھ ۲۰ ہزار پانچ سو دو روپیہ ہوئے اور سرکاری  
نقصانات خزانہ جات کا تخمینہ ایک لاکھ ۱۰ ہزار چھ سو ننانوے روپیہ چودہ آن

سات پائی تھا اس حساب سے ریلیٹہ ہزار آٹھ سو دو روپیہ ایک آنہ پائی  
زائد وصول کئے گئے اور علاوہ اُس جائداد کے جو خیر خواہی میں ضبط ہو کر محتاج  
کی گئی۔

## بدایوں بعد غدر

غدر کے متعلقین کی جزا اور سزا کی گرم بازاری کے بعد مسٹر کارمیکل صاحب بہادر  
ولایت تشریف لے گئے اُس کے بعد ضلع کا انتظام مسٹر وائٹ فیلڈ آخر اپریل ۱۹۶۳ء  
تک کرتے رہے بعد یکم مئی ۱۹۶۳ء لغایت ۳۱ اکتوبر ۱۹۶۳ء تک مسٹر کارک  
کلکٹر و مسٹر ریٹ رہے۔ انہیں سنین میں قحط نمودار ہوا شروع اگست ۱۹۶۳ء  
میں نرخ غلہ گندم ۱۰ سیر فی روپیہ بوزن انٹی روپیہ کلدار ہو گیا تھا جس کا وزن  
چھپا نو روپیہ کے سیر سے چھٹا تک کم سو آٹھ سیر اور غلہ جو کا ۱۳ سیر وزن  
انٹی کلدار سے اور چٹا پونے دس سیر اور باجرہ پونے تیرہ سیر اور چاول ساڑھے  
نو سیر فروخت ہوا۔ ستمبر سے فروری ۱۹۶۴ء تک غلہ کا نرخ اسی قدر یا کچھ کم  
رہا۔ مارچ ۱۹۶۴ء سے ساڑھے بارہ سیر بوزن سرکاری گندم فروخت ہوا اور  
اکتوبر ۱۹۶۴ء میں ۲۱ سیر تک فروخت ہوا۔ امدادی کام اس قحط میں جاری ہوا  
اور اُس میں ایک ہزار نو سو انٹالیس روپیہ دس آنہ ۶ پائی چوراسی ہزار پچاسی  
محتاجین پر صرف ہوئے فی آدمی ساڑھے گیارہ پائی اوسط پٹر اور دو ماہ تک  
قحط سالی کا کام جاری رہا۔ مدت سڑک بریلی کا کام بھی اسی قحط سالی میں ہوا  
جو لوگ لائن مزدوری نہ تھے وہ محتاج خانہ بدایوں میں اور دیگر مقامات میں

رکھے گئے۔ ستمبر ۱۹۶۱ء میں محتاج خانہ بند ہو گئے۔ پردہ نشین عورتوں کو  
 بھی ایک خاص قسم کی مرد دی گئی۔ سوت کا تنے کے واسطے دیا گیا اور وہ سوت بازار  
 میں فروخت ہو جاتا تھا۔ چار سو تارہ عورتیں پردہ نشین تھیں ان کی پرورش  
 میں چھپڑ روپیہ چودہ آنہ صرف ہوا۔ اور سوت کی قیمت ۴۲ روپیہ وصول ہوئی۔  
 دیگر کام محلوں سے مثل دری نواز بننے کا لیا گیا جو نہایت کمزور تھے ان کی آمدنی  
 ۱۶ روپیہ ہوئی۔ قحط زدوں کی پرورش کو ضلع سے چند ماہواری دو ہزار پانچ سو  
 دو روپیہ چھ آنہ چھ پائی اور یکشت چند تین سو پینسٹھ روپیہ ۶۲ پائی کا جملہ دو ہزار  
 آٹھ سو پینسٹھ روپیہ خرانہ وصول ہوا اور سرکار نے دو ہزار سات سو اکہتر  
 روپیہ پندرہ آنہ اور سنٹرل کمیٹی اگرہ نے اٹھارہ ہزار روپیہ عنایت کئے  
 اور ایک سو اکیاسی روپیہ سات آنہ نو پائی آمدنی متفرقات ہوئی جس سے  
 تیس ہزار آٹھ سو اکیس روپیہ پندرہ آنہ نو پائی ہوا۔ منجملہ اس کے اکیس ہزار  
 ایک سو روپیہ تیرہ آنہ چار لاک اسی ہزار نو سو چھ پینس محتاجوں کی پرورش  
 میں صرف ہوا۔ اس سال کے قحط میں جہاں ایم ڈاکہ زنی وغیرہ نہیں ہوئے اور  
 نہ باشندگان کی طرف بھاگے بلکہ مار مار کر کی طرف سے کچھ آدمی اس ضلع میں  
 آئے اور یہاں ہی رہنے لگے۔ علاوہ اس کے سنٹرل کمیٹی اگرہ نے پندرہ  
 ہزار روپیہ بغرض دے جانے کا وعدہ کیا تھا۔ دو سو آٹھ  
 دیہات میں یہ تقاضی تقسیم ہوئی اور بعد کو یہ معاف کر دی گئی اور سطحی کس  
 باشندگان دیہات کے حساب سے جس کو دی گئی تھی چار روپیہ آٹھ آنہ فی کس  
 ہوئی۔ ٹھاکر دکنی زمینداروں پر گنہ سہوان کے ساٹھ کانوں میں جو خراب تھے دس ہزار

اُرتیس روپیہ بند رہا نہ پانی مال گزاری ایم خدشہ ۱۸۷۱ء سے جو باقی بچلی آتی تھی  
 وہ معاف ہو گئی۔ لیکن اس سال کی قحط کی مال گزاری کچھ منافع یا ملتی نہ ہوئی۔  
 یکم نومبر سنہ مذکور ہے پھر ضلع کا چارج مسٹر کارسٹیکل کو ملا۔ آپ اس زمانہ کے  
 عہد حکومت میں قابل تذکرہ عشرہ محرم کا واقعہ ہے جو ۱۲۷۳ھ میں گذرا۔ ایک  
 کوچہ حبشی گلی کے نام سے مشہور ہے وہاں قدیم سے شہر کے تخریب دار علم محرم  
 کو لیکر جمع کثیر و اتم و بابے کے جانے ہیں اور اُس گلی میں ایک مندر ہندوؤں  
 کا ہے اتفاقاً جب علم و جمع وہاں پہنچا تو ایک درخت نیب جو مندر میں  
 واقع تھا اُس کی شاخیں راستہ میں علموں کے سیدھے لیجانے میں مار ج  
 تھیں مسلمان تخریب داروں نے اصرار کیا کہ یہ شاخیں کٹوا دی جائیں سپرنٹنڈنٹ  
 پولیس نے صاحب محبٹر سٹ ضلع کو اطلاع دی اُنہوں نے یہ حکم دیا کہ شاخ ہائے  
 نیب کاٹی نہ جائیں۔ لیکن عوام جہاں نے نہ مانا اور کچھ لوگ درخت پر چڑھ گئے اور  
 رستی شاخوں میں ڈالکر یا حسین کہہ کر وہ شاخیں نیب کی ٹوڑ ڈالیں۔ اسوقت  
 صاحب سپرنٹنڈنٹ نے بوجہ اندیشہ بلوہ کے سکوت اختیار کیا الا اُس کے دوسرے  
 دن حکم محبٹر سٹ ضلع کا ہوا کہ سب تخریب دار اور جو سرغنہ اُن لوگوں کے ہیں و طلب  
 ہوں اور پھلکے لئے لگے۔ اب شب عشرہ کو تخریب داری بند ہو گئی۔ پھر اُس حکم کا  
 اچھلنا بہ لفظی گیا لیکن کچھ نہ ہوا گورنمنٹ نے یہ حکم دیا کہ محبٹر سٹ نے تمہاری  
 تخریب داری بند نہیں کی تھی تم نے خود تخریب نہ کمالے اب کوئی دوسری  
 تاریخ مقرر نہیں ہو سکتی ہے الغرض اُس سال عشرہ محرم نہ ہوا علم الناس کو  
 بہت رنج و الم ہوا اور تخریب اُن کے گھروں میں ویسے ہی رکھے رہے۔ دوسرے

سال صاحب سے لوگوں نے کہا کہ حضور ہمارے تعزیر سال بھر سے دیکھ رہے ہیں ہم لوگ دعا کریں گے کہ حضور کے اور بابا لوگ پیدا ہو حضور ہمارے چمکے نہیں ہم کوئی نافرمانی حکم میں نہ کریں گے اور اجازت مثل شہ آید قدیم کے ہمارے تعزیر دلدی و علم داری کی عطا کریں صاحب بہادر نے رحم فرما کر ان کی درخواست قبول فرمائی اور خود اپنی جیب سے کچھ صرف کر کے ایک سبیل شربت شکر کی کرادی اُس سال کثرت سے جمع ہوا کہ کبھی عشرہ میں اس قدر نہ ہوا تھا اور بخیر فوجی وہ عشرہ تمام ہوا عوام الناس صاحب کو اور ان کی میم صاحبہ کو دعائیں دیتے تھے جن اتفاق سے اُسی سال صاحب مجبٹریٹ بہادر کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا تو سب لوگ تعزیر دار صاحب بہادر کو مبارکباد دیکر کہتے تھے کہ ہماری اس دعا کا اثر ہو چکا مسٹر کارمیکل صاحب رہے عشرہ محرم خوب ہوتا رہا اور کسی ہندوستان میں کبھی کوئی رنجش نہ ہوئی۔ مسٹر کارمیکل صاحب کو اہالیان بریلوں سے اور پانڈیوں والوں کو ان سے بہت انس رہا بعدہ مسٹر کارمیکل اعلیٰ عہدہ پر منتقل ہو کر (جو آخر میں صدر پور پور ہوئے) شہر میں یہاں سے تشریف لائے گئے اور حسب ذیل حکم ضلع تشریف لائے چونکہ ان صاحبان کے وقت میں کوئی خاص واقعہ قابل تذکرہ نہیں ہے اس لئے ایک مختصر فہرست کا دینا ہم کافی سمجھتے ہیں۔

فہرست صفحہ آئندہ پر ملاحظہ ہو



نمبر	نام کھنڈ	تاریخ آمد	تاریخ پھرنے ضلع کی	کیفیت
۲۵	سٹر اپیل میں ٹول	مارچ ۱۸۸۶ء	اپریل ۱۸۸۶ء	<p>یہ کھنڈ بہت بڑا شیار اور بچہ بکار تھے ان کے عہد میں میونسپلٹی بہادریوں کو بہت رولنگ ہوئی انہوں نے کل شہر کے اندر گلی اور کوچہ ہیں پختہ کھر بنے اونٹلیاں میونسپلٹی کے صرف سے تعمیر کرائیں اور صفائی میں بہت ترقی ہوئی انہیں کے عہد (۱۸۸۶ء) میں ایک قحط عظیم واقع ہوا بہت کثرت سے آدمی فوت ہوئے۔ اگرچہ صاحب موصوف نے بہت کچھ مدد قحط زدوں کی کی اور محتاج جاری کیا تاہم کثرت اموات سے مردم شماری کم ہوئی جس کا مفصل حال مردم شماری کے حالات میں لکھا گیا ہے۔ - دارر صاحب</p>
۲۶	سٹر ایم ڈیو سینڈس	اپریل ۱۸۸۶ء	اپریل ۱۸۸۶ء	

پیشہ	نام کلکٹر	تاریخ آمد	تاریخ چھوڑنے ضلع کی	کیفیت
				<p>اس وقت جوائنٹ مجسٹریٹ تھے  انہوں نے کلکٹر ضلع کے خلاف گورنمنٹ  کو اطلاع دی تھی کہ انتظام قحط کا  عمدہ نہیں ہوا اسپر صاحب ضلع سے  دریافت ہوا انہوں نے مناسب  جواب گورنمنٹ میں بھیج دیا اسپر صاحب  ضلع اور جوائنٹ مجسٹریٹ صاحب  اتفاق ہو گئی آخر کار جنٹ مجسٹریٹ  موصوف تبدیل ہو گئے۔</p> <p>ان کے عہد کا ایک اور واقعہ قابل  تذکرہ ہے۔ سینڈس صاحب بہادر  کو ایک روز بعد کھانا کھانے کے  قی پڑی ڈاکٹر صاحب نے نہ کھانا  بجائز کیا متحکم کیا نے قے کے اجزا  نہر کے بنلائے پولیس نے تحقیقات  س شروع کی مولانا می جو صاحب کے  باورچی خانہ میں اپنے باپ کے پاس</p>

تاریخ	نام کلکٹر	تاریخ آمد	تاریخ چھوڑنے ضلع کی	کیفیت
				<p>کام کرتا تھا پولیس کے روبرو اُس نے بیان کیا کہ ابوسعید خاں نامی ساکن سرے جان دہری نے ایک پڑیادی تھی کہ صاحب کے کھانا میں ڈال دے اُس کے بیان پر ابوسعید خاں ملخوذ ہو کہ سپرو فوجداری میں سے تحقیقات کامل اس مقدمہ کی ہوئی پولیس نے وجہ زہر دینے کی یہ ظاہر کی تھی کہ ابوسعید خاں نے ایک اپنے رشتہ دار کی ضمانت نیک کی تھی جو قید میں تھے۔ یہ امر صاحب مجسٹریٹ کو ناگوار تھا اور وہ اُس سے ناراض ہوئے تھے اس پر ابوسعید خاں نے اپنے محلہ کے رہنے والے (لڑکے یعنی مولاسے زہر دلایا الاسٹریٹ سنڈس صاحب نے اپنے اظہار حلفی میں اپنا شبہ ابوسعید خاں</p>

تاریخ آمد	نام کلکٹر	تاریخ چھوڑنے ضلع کی	کیفیت
			<p>پڑھا ہر نہ کیا تھا اور کوئی شہادت بجز اقبال مولا ملزم کے نہ تھی مولا عبور دریا کے سفور ستر ایا ب ہو الوسعید غاں بری کئے گئے اور صاحب بہادر بھی زہر کے اثر سے ماموں رہے۔ انہیں کے عہد پٹر میں جنرل نیاز محمد غاں جنکا ذکر ہم حالات غدر میں لکھائے ہیں اور جو بعلت بغاوت معذور تھے گرفتار ہو کر واسطے تجویز و تحقیقات کے سپرد فوجداری ہوئے اور ان کے مقدمہ کی پیروی کی مسٹر کارسکیل صاحب بطور پبلک پراسیکیوٹر مامور کئے گئے اور نیاز محمد غاں پر جرم ثابت ہو کر سزائے موت تجویز کی گئی لیکن مافی کوٹ سے جلسہ دوام عبور دریا کے سفور کی سزا قائم رہی۔ چنانچہ وہ جزیرہ انڈمان</p>

نمبر	نام کلکٹر	تاریخ آمد	تاریخ چھوڑنے ضلع کی	کیسیت
				کو بھیجے گئے اور وہیں ان کا انتقال ہو گیا۔
۲۷	مسٹر جی ایڈیس	اپریل ۱۸۸۱ء	فروری ۱۸۸۱ء	
۲۸	مسٹر ایف ہال	فروری ۱۸۸۲ء	۲۵ دسمبر ۱۸۸۱ء	
۲۹	مسٹر ایوکانی بیر	۲۴ دسمبر ۱۸۸۱ء	۲۴ اکتوبر ۱۸۸۱ء	
۳۰	مسٹر ایف ہال	۲۴ اکتوبر ۱۸۸۲ء	۲۴ دسمبر ۱۸۸۱ء	
۳۱	مسٹر ایوکانی بیر	۲۴ دسمبر ۱۸۸۱ء	۱۶ نومبر ۱۸۸۱ء	
۳۲	مسٹر ایف ہال	۱۶ نومبر ۱۸۸۱ء	۲۴ مارچ ۱۸۸۱ء	

**عشرہ محرم و سہرہ کا اقتدار (۱۸۸۱ء)**  
 چونکہ بدایوں کی تاریخ میں یہ واقعہ خاص سمجھا جاتا ہے اس لئے فہرست سے علیحدہ اس کو ہم خاص طور پر تفصیل سے بیان کرنا چاہتے ہیں کیفیت یہ ہے کہ اس وقت مسٹر کاننی بیر قایم مقام مجسٹریٹ ضلع تھے اہل ہنود قدیم سے رسم دسہرہ اس طرح ادا کرتے تھے کہ موضع نگلہ شرقی میں شہر سے باہر رام پلا بنا کرتا تھا اور چودہری محلہ سے ایک روز کچھ سامان دسہرہ کا جاتا تھا اور نگلہ میں دسہرہ کے دن راون دلیلا جلائی جاتی تھی اور کچھ گولے آستبازی کے چھڑ دیتے تھے پھر دوسرے بازار میں ہوکو لوٹ آتے تھے الا دتل روز برابر کوئی رسم شہر سے نہیں نکالی جاتی تھی اب جب محرم کا عشرہ آیام دسہرہ میں پڑ گیا تب

مسلمانوں نے کہا کہ آیامِ عشرہ میں اہل ہندو کے یہاں ایچ رنگ بھی نہیں ہے نہ ان آیام میں وہ خوشی کا باہر بجاتے ہیں اور نہ کبھی روزانہ دسہرہ منگوا کرتا ہے اہل ہندو ہمارے دل دکھانے کو رسمِ جدریکرنا چاہتے ہیں اور اہل ہندو نے بیان کیا کہ ہم دس روز برابر منگالا کرتے ہیں اور باجا و تماشا بازار سے بجاتے ہیں یہ فتنہ درمیان اہل ہندو و مسلمانوں کے درپیش تھا صاحبِ مجسٹریٹ بہادر نے کہا کہ اچھا اہل ہندو میں ایک شخص اور مسلمانوں میں سے ایک شخص منتخب کر دو جو فیصلہ کریں اس کے بموجب فریقین کا رہنہ ہوں سب ہندو مسلمانوں نے فرقہ اہل ہندو سے لالہ گنگا رام بقال کو چیر پیر بنرگوارہ لالہ پھلا دی لال آنریری مجسٹریٹ حال کے تھے اور بڑے دیانت دار اور مسن تھے اور مسلمانوں کے گردہ نے راقمِ الحودتہ کو انتخاب کیا اور اقرار نامہ صاحبِ مجسٹریٹ بہادر کے روبرو دکھایا کہ یہ دونوں شخص جو فیصلہ کریں وہ منظور ہوگا فقہ مختصر بمحکو صاحبِ مجسٹریٹ بہادر نے فوراً طلب کیا اور لالہ گنگا رام صاحب بھی جو ممبر سینیٹیل بدایوں نے تھے بلائے گئے اور صاحب کے بنگلہ پر ہر دو گردہ کے لوگ سربراہِ زدہ جمع ہوئے ایک کمرہ میں علیحدہ مہری اور لالہ موصوف اور صاحبِ مجسٹریٹ بہادر کی دیرینک گفتگو ہوتی رہی جب لالہ گنگا رام سے صاحب نے دریافت کیا کہ تمہارے مکان کے قریب سے ہمیشہ دنل روز برابر دسہرہ منگالا جاتا تھا انہوں نے سچ بات کہی کہ نہیں صرف ایک روز پہلے دن جایا کرتا تھا اور پھر جب دسہرہ جل چکنا تھا تب راج گڈی والے دن چند انخاص شہر کے جا کر واپس لاتے تھے تب صاحب نے کہا اب کیا وجہ ہو کہ مسلمانوں کے عشرہ میں

یہ بات جدید پیدا کیجاتی ہو انہوں نے کہا کہ بعض مفسد لوگ ہیں وہ نہیں مانتے  
میں نے کہا کہ لالہ صاحب یہ فساد مٹانا بہتر ہی یا بلوں ہو جانے میں دو نو فیق  
سے جیل خانہ بھرانا منظور ہو لالہ نیک سیرت نے فرمایا کہ جب تم جانتے ہو کہ اگر  
میں بیچ بات کہہ کر فیصلہ کروں تو تم کو سب اہل ہندو کہیں گے کہ مذہب سے خارج  
ہو گیا اور برادری سے خارج کر دیں گے میں نے کہا تو کیا فیصلہ نہ لکھا جائے اس وقت  
صاحب بہادر نے فرمایا کہ جب تم بیچ مقرر ہو گئے تو اب تم کو جو مناسب اور بیچ  
واقعات ہوں ان کو لکھ کر فیصلہ مجھ کو دیدو جو منحرف ہوگا ہم اس کو اس سے انحراف  
نہ کرنے دیں گے پھر میں نے اور لالہ نے فیصلہ لکھا اور اس میں دو دن دسہرہ کے  
دو اہل ہندو کو دئی اور اس میں کچھ بشر الکافایم کیں اور وقت مختلف ہو دو فریق  
کے لئے مقرر کئے اور میں نے اپنے دستخط کئے اور صاحب بہادر نے اپنے دستخط  
سے فریقین فرمایا اور باہر آکر مسکو فیصلہ سنایا اسپر بعض اہل ہندو ناراض ہوئے  
اور انہوں نے عوام الناس کو منع کر دیا کہ تم کچھ رسم دسہرہ کی نہ کرو ہم پہل کیے  
پھر مسلمان تو اپنا عشرہ محرم براہِ حسب ہدایت کرتے رہے اہل ہندو نے اس  
سال کچھ نہیں کیا جیسا کہ مسلمانوں نے مسٹر کارمیکل صاحب مجسٹریٹ کے زمانہ  
میں اپنی جہالت سے کچھ نہ کیا تھا اور استغاثہ وغیرہ کیا لیکن کچھ نہ ہوا اس سال  
رسم دسہرہ ہندو نے ادا نہیں کی

تاریخ	نام کلکٹر	تاریخ آمد	تاریخ پھرتی ضلع کی	کیفیت
۲۵ مارچ ۱۸۸۵	مسٹر ڈیو لیب	۲۵ مارچ ۱۸۸۵	چونکلان ججسٹریٹ	کیفیت بصری

صاحب بہادر (نمبر ۳۲) کے زمانہ میں جب عشرہ محرم اور دسہرہ کا وقت آیا تو وہی مرحلہ جو ششہاء میں سطرکانی پیر کو پیش آیا تھا اب مکہ شہر میں نمودار ہوا انہوں نے سطرکانی پیر کے انتظام سال گذشتہ کو بدلنا چاہا اور اس غرض سے جب ایام دسہرہ و محرم کے قریب آئے علامہ اہل اسلام دہنود کو فراہم کیا اور کمیٹی کی اور اپنے پیشرو کے حکم کو اپنے حکم کے ذریعہ منسوخ کر کے دونوں فریقوں کو دس روز برابر اپنے اپنے مراسم ادا کر کے حکم دیا گویا یہ حکم ایسا تھا جس سے دونوں فریق میں بلوہ بوجہ اجتماع ضدین ہونا لابدی تھا اس پر مسلمانوں نے اعتراض کیا کہ سال گذشتہ کا فیصلہ کیوں منسوخ ہونا ہی منسوخی سے قبل بعد تحقیقات یہ ثابت ہونا چاہئے پہلے کسی وقت میں اس طرح سے رسم دسہرہ شہر کے اندر سے نکلی ہی لیکن قریب نصف عشرہ محرم کے یعنی ۵ ر محرم احرام تک اہل ہنود اپنے باجے و سنگھ وغیرہ روزانہ دسہرہ میں اچھاتے اور لاتے رہے اور مسلمانوں نے کچھ نہ کہا خبر سے بیٹھے رہے الا پانچ تاریخ کو بہت سے جاہل مسلمان آمادہ فساد ہو کر محلہ براہم پور کے قریب جمع ہوئے کہ ہم شہر کے اندر نہ آئے دیں گے تب مجسٹریٹ نے بغرض انتظام شہر کے عائد مسلمانوں کو اپنے جنگلہ پر طلب کیا عجب مشکل پڑی کہ عوام الناس پر کچھ اختیار شہر کے مغرز اشخاص کا نہیں ہی کیا کیجئے انہوں نے اپنی جبری ظاہر کی تب مجسٹریٹ صاحب نے ایک عجیب حکم جاری کیا یعنی ایکٹ ۵ سلائے کے اختیارات شہر کے روسا کو عطا فرمائے اور چونکہ راقم الحروف تعطیل کی وجہ سے شاہجاں پور سے بدایوں آیا ہوتا ہوں مجھ کو بھی ایک پرزانی ملا کہ تمکو اختیارات سب انسپکٹ پولیس کے بغرض



اندر ابلوہ دئے گئے۔ چودہری محمد اصغر علی رئیس کھیرہ بزرگ و خان بہادر  
 شیخ نظام الدین رئیس شیخو پور گوال پکٹری کے اختیارات ملے۔ علاوہ انسپکٹر  
 اور سب انسپکٹروں کے بہت سے لوگ ہیڈ کانسٹیبل بنائے گئے تھے کہ بہت سے  
 رئیسوں کے لڑکوں کو کانسٹیبل بنایا اور ڈنڈا پیٹی عطا کی گئی اسی اثنا میں  
 جھکوا اور چودہری محمد اصغر علی صاحب مرحوم اور شہر کے دیگر شرفاء کو صاحب بہادر نے  
 جنگلہ پر طلب کیا جب ہم صاحب بہادر کے جنگلہ میں داخل ہوئے ارشاد ہوا  
 کہ کرسی پر بیٹھو میں نے اور چودہری موصوف نے عرض کی ہم لوگ کرسی پانے  
 کے قابل نہیں ہیں اس وقت سب انسپکٹر کی حیثیت سے طلب ہوئے ہیں  
 اور یہ التماس کی کہ ہم نے لغزیرہ دار اور نہ بد معاشوں اور مفسدوں کے گروہ کی  
 سردار پھر کیا وجہ ہو جو ایکٹ ۱۸۶۱ء کی دفعات کا نفاذ ہم پر ہوا اگر ہم لوگ  
 ایسے ہوتے تو فرست دربار نواب لفتنٹ گورنر بہادر میں ہمارا نام قائم نہ رہتا  
 بعد اس عشرہ کے ہم ضرور اپنی گورنمنٹ عادل کے حضور میں استیغاثہ کریں گے  
 ہماری بے عزتی اس درجہ ہوئی جس کے ہم لایق نہ تھے تب صاحب نے  
 جواب دیا کہ ہم نے تمکو انتظام محرم کے واسطے یہ اختیارات دئے ہیں عرض کیا  
 گیا کہ عوام الناس لغزیرہ و علم خالنے سے انکار کرتے ہیں ہم کیا انتظام کریں پلیس  
 انتظام کر سکتی ہو یا جو لغزیرہ داروں کے گروہ کے آدمی ہوں اُن کو آپ عہدہ  
 عطا فرمائے عرض بہت دیر تک گفتگو ہوتی رہی پھر صاحب موصوف نے  
 کہا کہ ہم ٹون ہال میں چلتے ہیں اور بہت سے اشخاص اہل ہنود و مسلمانوں کو  
 وہاں بلاتے ہیں آپ بھی لشرف لائے حکم حاکم مرگ مٹا جائے گا

مسدوق خیال کر کے ہم لوگ اُس کبیٹی میں گئے حالانکہ ہم مجبوری نہ تھے  
 مگر اس قدر خطا وارہ تھے کہ مسٹر کانی پیر کے وقت میں ہم نے محرم کا تصفیہ کیا تھا کبیٹی  
 میں صاحب مجسٹریٹ نے مجھ سے فرمایا کہ میں مسٹر کانی پیر نہیں ہوں تم نے  
 اُس کو دہوکہ دیکر سال گذشتہ میں فیصلہ کر دیا میں نے عرض کیا کہ حضور مسٹر  
 کانی پیر صاحب اب شاہ جہاں پور کے مجسٹریٹ ہیں جس کی آبادی قریب  
 ۸۰ ہزار کے ہے اور حضور اس شہر کی آبادی ۵۳ ہزار پر حکمران ہیں اُنکی  
 نسبت ایسے الفاظ کہ وہ دھوکہ کھائے والے ہیں نہ فرمائیے میری نسبت اس  
 وجہ سے کہ میں رعایا فرمانبردار گورنمنٹ کا ہوں اور آپ ہمارے حاکم ہیں جو الفاظ  
 رکیک استعمال کریں میں برداشت کر سکتا ہوں الا میں دھوکہ دینے والا  
 نہیں ہوں اب جو آپ فرمادیں وہ عرض کروں ارشاد ہوا کہ صرف یہ امر  
 تنقیح طلب ہو کہ آیا قدیم سے رسم دسہرہ دس روز برابر باجے کے ساتھ شہر میں  
 ہوتی ہو یا نہیں ایک فریق کہتا ہو کہ ہمیشہ دسہرہ باجے کے ساتھ شہر میں نکلتا ہو  
 اور دوسرا کہتا ہو کہ نہیں ہم کس فریق کے قول کو قبول کریں کوئی شہادت  
 با وقعت اور آزاد موجود نہیں ہو میں نے کہا کہ مسٹر کارمیکل صاحب وجاں  
 لارنس صاحب و مسٹر بولڈرسن صاحب اور دیگر صاحبان مجسٹریٹ اس وقت  
 تک زندہ ہیں آپ تار کا خرچ مسلمانوں سے لیجئے اور ان سے دریافت  
 فرمائیے کہ ان کے عہد حکومت میں کبھی انتظام دسہرہ دس روز ہوا یا صرف  
 دو روز اُس پر جواب دیا کہ یہ امر دیر طلب ہو اس وقت کیا انتظام ہونا چاہئے  
 اس پر یہ کہا گیا کہ ہندو مسلمانوں میں سے ایک ایک عمر رسیدہ شخص کو جسکو

ہر فریق ایمان دار سمجھے انتخاب کیا جائے اور اس کی حلفی شہادت لی جائے  
 اس کے بعد فیصلہ کیا جائے اسوقت لالہ ہر پریشاں و تقال سے صاحب نے  
 دریافت کیا کہ تمکو منظور ہے انہوں نے انکار کیا اور کہا کہ سال گذشتہ میں لالہ  
 گنگا رام کو کیا تو انہوں نے ہمارے خلاف فیصلہ کیا اب جس کسی ہندو کو ہم  
 نامزد کریں گے وہ پوجہ دباؤ مسلمانوں کے ہمارے خلاف فیصلہ کر دے گا۔  
 پھر مسلمانوں نے کہا کہ حضور ہمارے اور لالہ کے چمکے لے لیں اور اقرار نامہ لکھا لیا  
 جائے کہ اس وقت یہ دسہرہ برابر جس شہر و مد سے چاہیں نکالیں لیکن جب  
 کامل تحقیقات بعد کو ہو اور ثابت ہو کہ یہ امر جدید تھا تو ہماری قید و دو سال  
 کی اور مچکھ ضبط ہو ورنہ ان لالہ کی قید ہو اور مچکھ ضبط ہو اس وقت دفع الوقتی  
 کر دی جائے اس بات پر مجبٹریٹ بہادر نے لالہ سے دریافت کیا کہ کیوں تمکو  
 منظور ہے تب انہوں نے انکار کیا اس وقت صاحب بہادر جنکی طبیعت مغلوب الغضب  
 واقع ہوئی تھی اہل ہندو کی طرف سے برہمن ہوئے اور اپنے حکم سابق کو ترمیم  
 کرنے کو آمادہ ہوئے غرض کہ بہت سی گفتگو اس کمیٹی میں ہوتی رہی آخر مش  
 نتیجہ یہ ہوا کہ صاحب مجبٹریٹ بہادر نے یہ حکم دیا کہ سنگھ وغیرہ نہ بچے اور مثل  
 مرثیہ خوانوں کی شبیہ بنا کر سنگاسن پر بیٹھ کر رامین پڑھتے ہوئے نہ نکلیں اور  
 عشرہ محرم کی سبیلوں کی نقل جو راستہ شریعت وغیرہ تقسیم کرنے کی دسہرہ  
 میں کی گئی تھی وہ نہ بہادر وقت خاص مقرر کر دیا بہت سی ترمیم اپنے حکم  
 سابق میں کی مسلمانوں کو اجازت دی کہ تم اپنی علم داری و تعزیر داری مثل  
 شداد قدیم کے کرو اسپر بھی فریقین کے جہاں رضا مند نہ تھے اسوقت ہندو

مسلمان عاید دونوں فریق کو سمجھاتے تھے لیکن وہ کب مانتے تھے تب  
 مسلمانوں کو راقم الحروف نے سمجھایا کہ اب تمہارے موافق حکم ہو گیا تم جمع  
 متفرق کرو تب خدا خدا کر کے اُس روز اندیشہ فنا و فوہوا اور چوپانچ روز  
 ماتم وغیرہ شہر میں بند تھا وہ بجا شروع ہو گیا اور شان نکلنے لگے اب عشرہ  
 محرم کے صرف پانچ روز باقی رہ گئے تھے ان بقیہ ایام عشرہ میں مسلمان تفریہ  
 داروں نے صاحب مجسٹریٹ بہادر کے حکم سے خوب فائدہ اٹھایا جس طرح پانچ روز  
 اوّل تھے عشرہ میں اہل ہندو نے سبیلوں وغیرہ کی نقل بنا کر اور باج بجا کر تفریہ  
 داروں کا دل دکھایا تھا اب انہوں نے رات و دن شان و مہدی و علم  
 و تفریہ نکالنے میں زیادتی کی ۸ محرم احرام کو حسینی گلی میں جہاں ہندو بکثرت  
 آباد ہیں اور جہاں سے علم نکلا کرتے ہیں یہ اجازت مجسٹریٹ ضلع کھانا پکوانا کہ مثل  
 پلاؤ و روٹی ٹو گوشت وغیرہ علموں کے ساتھ واسطے حضرات کے لے گئے تو ان  
 نے وہاں کھانا کھا کھا کر ہڈیاں سڑک پر ڈالیں لیکن لین پلٹی کے لوگوں نے  
 اُن کو نہیں اٹھایا بعض اہل ہندو نے مجسٹریٹ کو لا کر دوسرے روز دکھایا کہ  
 ہمارے گھروں کے سامنے ہڈیاں ڈالی گئیں یہ امر صاحب مجسٹریٹ بہادر کی ناخوشی  
 کا سبب ہوا۔ بہر حال مشاعرہ کا محرم بخیریت گذر گیا اور کوئی فساد نہیں ہوا  
 صاحب موصوف نے خیریت کی رپورٹ گورنمنٹ کو بھیجی جس میں اُن روستاء  
 کا جنہوں نے انتظام عشرہ میں مدد دی تھی تذکرہ کیا گیا۔ راقم الحروف بھی  
 اُن میں شامل تھا صاحب مجسٹریٹ کی رپورٹ کے جواب میں گورنمنٹ نے  
 مددینے والوں سے اظہار خوشنودی کیا جس کی اطلاع صاحب مجسٹریٹ بہادر

نے مندرجہ ذیل پروانہ کی صورت میں دی۔

نقل پروانہ صاحب مجسٹریٹ بہادر ضلع بدایوں

مولوی رضی الدین صاحب وکیل ورپس بدایوں۔

حسبیا ورو وچھی صاحب سکرٹری گورنمنٹ ممالک مغربی و شمالی بمبئی ۳۳  
۷۸۴۵ء سہ روزہ ۱۲ جنوری ۱۸۸۵ء میں آپ کو اطلاع دیتا ہوں کہ انتظام  
عشرہ محرم ورام لیلا ۱۸۸۵ء میں جو آپ نے عمدہ امداد کی لہذا باظہار  
خوشنودی کے گورنمنٹ آپ کی شکر گزار ہو۔ مرقوم ۱۳ فروری ۱۸۸۵ء  
دستخط مسٹر لیمب مجسٹریٹ ضلع بدایوں

مسٹر لیمب کے عہد میں  
دوسرا محرم  
۱۸۸۵ء

۱۸۸۵ء میں مسلمانوں پر حسینی گلی میں طعناں  
وغیرہ ڈالنے کا جو الزام صاحب موصوف کے ذہن نشین  
ہو چکا تھا اس کا خبیانہ ۱۸۸۵ء میں برآمد ہوا جب  
اکتوبر ۱۸۸۵ء میں عشرہ کا وقت قریب آیا تو

یکم محرم یا اس سے کچھ قبل یہ حکم ہوا کہ علم ۸ محرم کو جو حسینی گلی سے صد ہارس  
سے نکلے ہیں اس سال سے قطعی وہ راستہ علموں کے واسطے بند کیا گیا۔  
کوئی علم دار آدمی سے علم لیکر نہ نکلے اب اس حکم کے ہوتے ہی اہل ہندو تو خوش  
ہوئے کہ ہماری ڈگری ہو گئی اور تعزیر داروں کو از حد درجہ رنج و الم لاحق  
ہوا اب عوام الناس نے پہلی محرم سے جو ماتم بجایا کرتے تھے بالکل بند کر دیا اور  
جو مجالس عزاکثرت سے شہر میں ہوتی ہیں وہ بند ہو گئیں اس سال اور  
بھی زیادہ مصیبت کا سامنا تھا عوام الناس عدول حکمی پر آمادہ اور بچاؤ

شہر کے رئیس اس مصیبت میں گرفتار کہ ان سے مجسٹریٹ بار بار تاکید کر کے کہتا ہے کہ اگر تعزیرہ اس سال نہ نکلے اور پیری شکایت ہوئی یا بلوہ ہوا تو ہم سب کو جیل خانہ میں بھیجیں گے۔ محرم کے سپاہی اور رمضان کے نمازی اور ہولی کے بھڑوے مشہور ہیں ادلتے سے ادلتے شخص اپنے جامہ سے باہر عوام کو بھلے آدمی لاکھ سمجھاتے تھے کہ تم تعزیرہ داری اپنی کر لو پھر اپیل یا استغاثہ مجسٹریٹ سے کرنا وہ سال آئندہ میں اپنی مہربانی سے تمہارا راستہ کھول دیں گے مگر وہ کپ مانتے تھے تب ہمارے شہر کے سربراہ اور وہ رئیس مولوی طفیل احمد صاحب وکیل مرحوم جو اس سال میں انتقال کر گئے مسلمانوں کی طرف سے واسطے استغاثہ کے پیش رو ہوئے اولاً انہوں نے خود مجسٹریٹ ضلع سے درخواست کی لیکن وہ نام منظور ہوئی پھر اپیل صاحب کشنر بہادر کے یہاں کیا اس سال مسلمانوں نے بوجہ جینی گلی بند ہونے کے تعزیرہ داری بند کر دی تھی مگر مجسٹریٹ صاحب کے اچانک غالباً اس اظہار کے لئے کہ محرم بند نہیں ہوا ہی بعض تحصیل و پولیس کے مسلمان ملازمین نے کچھ نشان منّت کے بنا کر نکالنا چاہے عوام الناس مسلمان ان کے ملنے ہوئے اور بکثرت تار صاحب کشنر بہادر اور لفٹنٹ گورنر بہادر کو جاتے تھے کہ ہم تعزیرہ دار کوئی علم وغیرہ نہیں نکالتے ہیں مجسٹریٹ صاحب نے واسطے رپورٹ کرنے کے یہ کارروائی کی ہے کہ ملازمان سے کچھ علم نکلائے ہیں تاکہ اجاڑ آتا تھا کہ مجسٹریٹ سے کیفیت طلب ہوئی ہے مولوی طفیل احمد صاحب سے مجسٹریٹ ضلع نہایت برہم تھے اکثر موقعوں پر سخت گفتگو ہوتی تھی ہر چند یہ کوشش پولیس کی ہوئی کہ کچھ تعزیرہ دو اکایہ نکل جائیں تو رپورٹ کر دی جائے کہ عسکر وغیرہ وغیرہ

انجام پا گیا لیکن عوام الناس کہتے تھے کہ اگر مولوی طفیل احمد کہیں تو نکالیں لیکن  
اُس مشیر قانونی نے اُن کو یہ رائے دی کہ تم نے اگر کچھ کیا تو کبھی یہ رستہ حسینی گلی کا  
نہ کھلے گا عرض یہ عشرہ محرم خاموشی سے طر ہو گیا کچھ فساد وغیرہ نہیں ہوا شہر میں پورے  
طور سے امن قائم رہا اور اس قیام امن کا باعث مولوی طفیل احمد صاحب  
مرحوم کو سمجھنا چاہیے کیونکہ اگر اُس وقت یہ زیرک اور سمجھدار شخص جہاں کی باگ اپنے  
ہاتھ میں نہ لیتا اور اُن کے بڑھتے ہوئے وحشیانہ جوش کو عدالتانہ کارروائیوں  
کی طرف سے باقاعدہ حقوق طلبی کی صورت میں تبدیل نہ کر دیتا تو ضرور فساد مچاتا  
مسطرب صاحب انسان تھے اور انسانی فطرت کے سبب وہ مولوی طفیل احمد  
صاحب سے صرف اس وجہ سے کہ وہ اُن کے حکم کی تنبیہ کی کوشش کر رہے تھے  
ناراض ہو گئے تھے لیکن اگر وہ عجز سے دیکھتے اور انصاف سے کام لیتے تو مولوی  
موصوف کا یہ فعل عین وفاداری گورنمنٹ اور رفاہ خلافت کے اصول پر مبنی تھا کہ  
جس جہاں فخریہ داروں کو باقاعدہ اور جائز کوشش کی طرف مصروف کر کے نقص  
امن کے خیال کو اُن کے دلوں سے محو و سہو کر دیا اور شہر میں امن قائم رکھنے  
میں اُن کی مدد کی۔ عرض مولوی طفیل احمد صاحب وکیل کی ان باقاعدہ کوششوں  
کا نتیجہ اس سال ظاہر نہیں ہوا اس سال صرف یہ ہوا کہ حسینی بنگلی کے بند ہونے کا  
معاملہ اپریل کی صورت میں لاٹ صاحب بہادر کے یہاں پہنچ گیا لفٹننٹ سے  
صاحب محبطہ ریٹ ضلع سے کیفیت طلب ہوئی اُنہوں نے رپورٹ خلاف ایسا لٹان  
کے کی اور یہ لکھا کہ حسینی بنگلی میں کوئی مکان مسلمان کا نہیں ہے اور بکثرت اہل ہندو  
سے سند رہیں اس پر دوسری عرضداشت مولوی طفیل احمد وکیل اپیل لٹان نے

روانہ کی کہ یہ رپورٹ مجسٹریٹ صاحب صبح نہیں ہی موقعہ اگر ملاحظہ کیا جائے تو ہم دکھا سکتے ہیں کہ اس گلی میں ایک مسجد مسلمانوں کی ہی اور صرف ایک مندر ہی اور مسلمان بھی رہتے ہیں اور ایک شہید کی قبر ہی اُس پر مسٹر نیل صاحب کمشنر بہادر روہیا گنڈ کو گورنمنٹ کا حکم پہنچا کہ تم خود بدایوں جا کر معائنہ موقعہ کا کرو اور تحقیقات کر کے رپورٹ بھیجنا پچھ صاحب کمشنر بہادر موصوف بدایوں تشریف لائے چونکہ میں بوجہ تعطیل اس وقت بدایوں میں موجود تھا صاحب کمشنر بہادر نے مجسٹریٹ سے کہا کہ وہ مسلمانوں میں اچھا آدمی شمار کیا جاتا ہے اور نہ تخریب دار ہے اور نہ اس سازش میں شریک ہے پس میں بکایا گیا۔ صاحب کمشنر بہادر نے مسلمانوں کے گروہ سے فرمایا کہ سوائے مولوی طفیل احمد کے جو تمہارے مختار اور مدعی ہیں تم ایک شخص کو منتخب کرو جس سے ہم گفتگو موقعہ پر کریں سب نے مجھ کو بتایا ہر چند میں نے غدر کیا مگر کچھ پذیرانہ ہوا میں اُس روز کی مصیبت کبھی نہ بھولوں گا ایک مجمع کثیر اہل منہوہ اور مسلمانوں کا حبیبی گلی کے اندر موجود تھا صاحب کمشنر بہادر و مجسٹریٹ ایک ٹم ٹم پر سوار تھے میں مجمع کیساتھ پیدل تھا اول گلی کے سرے پر پہنچ کر مجسٹریٹ نے اپنے گھوڑے کو چابک مار کر تیر کیا تاکہ مندر کے پاس جا کر اسکا کمشنر صاحب کو معائنہ کرا میں اور مسجد معائنہ سے رہ جائے جب مسلمانوں نے دیکھا کہ ہماری مسجد کو نہیں دکھایا نقشہ میں یہ مقام نہیں لکھا جا رہا گناہوں ایک قبر کسی بزرگ کی ہی اور مسجد سے جانب جنوب ملے ہوئے حجریم اور چراغ دانچ ہیں وہ نہیں دکھائے گئے تب مسلمان میری طرف آئے میں اُس کشمکش اور دھکم دھکا میں کبھی کے برابر نہیں جاسکتا تھا اب مسلمانوں نے کیا حرکت کی کہ تم کو روک لیا



سامنے سے نہیں بٹے اور پیچھے سے پہیہ ٹم ٹم کے پکڑے غرض ٹم ٹم ٹم ٹم گئی  
 کشر صاحب سے عرض کیا کہ حضور ایک موقعہ پیچھے چھوڑ آئے انہوں نے کہا کہ  
 اپنے منتخب شدہ کو لاؤ ہم سے وہ کہے اب بھکولوگوں نے اس مجمع سے نکال کر  
 ٹم ٹم تک پہنچایا میں نے کہا کہ ایک مسجد حضور کے پیچھے ہو اور ایک قبر ہو اسے  
 ملاحظہ فرمائیے اور نقشہ میں نشان دیجئے صاحب نے ٹم ٹم پیچھے ہٹائی اور مسجد  
 کا گاڑی پر سے سناٹہ کیا اور جو قبر اس کے پہلو میں تھی اور پرائے حرم بنی تھی  
 اس میں خانہ خانہ چراغ رکھنے کے تھے دیکھے مجھ سے دریافت کیا کہ یکسی قبر ہی  
 میں ان بزرگ کا نام نہیں جانتا تھا اور لوگوں نے کہا کہ ان کا نام سید حسین شہید  
 ہو اور اسی وجہ سے یہ گلی حسین گلی کے نام سے مشہور ہوئی اور اس مقام پر بہت سے  
 علم لیکر لوگ بیٹھے تھے پھر صاحب کی گاڑی آگے چلی پھر اس سے ٹھوڑی دور  
 جو من رابل ہندو کا تھا وہ مجھ سے مل گیا اور اہل ہندو نے دکھایا وہ وہی ایک مندر  
 وسط گلی میں واقع ہوا اب اہل ہندو نے یہ کیا کہ ہر ایک شخص نے اپنے دروازوں  
 پر ہما دیو کی صورت اور گواں ڈلوٹ رکھ رکھتے تھے مجھ سے دریافت کیا کہ یہ ہمیشہ  
 رکھے رہتے ہیں یا عہدید میں نے کہا کہ صاحب مجھ سے پوچھا کہ حضور دریافت  
 فرمائیں کہ اس سے پہلے صاحب نے یہ دیکھے تھے صاحب مجھ سے جواب دیا  
 کہ یہ ہمیشہ پہلے میں نے رکھے دیکھے اور نہ میں نے دیکھے کی ضرورت ہے  
 اس لیے کہ یہ سب سنا کر اس نے اہل ہندو سے ان قوم سید کا مکان جو  
 ان کے پاس تھا وہاں سے گئے اور ان کے پاس سے گئے اور ان کے پاس سے گئے  
 اور ان کے پاس سے گئے اور ان کے پاس سے گئے اور ان کے پاس سے گئے

اور پہچنے سے روکا پھر صاحب کشنر بہا در نے ارشاد فرمایا کہ کیوں روکا کیا دیکھا نا کہ  
 کہا کہ یہاں مکان مسلمان سید کا ہے اور صاحب مجسٹریٹ بہا در نے پہلے نہ دیکھا  
 تھا جو یہ تحریر فرمایا کہ کوئی مسلمان نہیں رہتا ہے اس عرصہ میں بھی بمشکل تمام  
 وہاں تک پہنچا اس وقت ایک ہندو پیش ہوا اس نے کہا کہ یہ مکان میرا  
 اور ایک مسلمان آیا اس نے کہا میرا ہی اصل بات یہ ہے کہ وہ مکان سابق  
 اس سید کے مورث کا تھا کچھ حصہ اس بقال نے اس کا نیلام میں خرید لیا تھا لیکن  
 وہ دیگر حصہ داروں کی جانب سے رہتا تھا اور دخل نہیں چھوڑا تھا میں نے  
 سچ امر صاحب کشنر بہا در سے کہ دیا انہوں نے اس ہندو سے دریافت کیا کہ تنے  
 نیلام لیا ہے اس نے کہا کہ ہاں تب سواری پھر آگے بڑھی پھر تھوڑی دور چکر  
 گاڑی روک لی گئی پھر مجھ کو لوگ لے چلے وہاں پر ایک مسلمان بھٹیاریہ کا مکان  
 تھا اس نے دروازہ کھولیا تھا اور کچھ علم صحن مکان میں رکھ دئے تھے اور کہتا تھا  
 کہ حضور میرے علم میرے گھر سے اٹھا کرتے تھے اس سال نہیں اٹھے صاحب نے  
 اہل ہندو سے دریافت کیا کہ یہ مسلمان کا مکان ہے یا یہ بھی تنے خرید لیا ہے جواب  
 دیا کہ یہ بھٹیاریہ ضرور یہاں رہتا ہے لیکن علم داری نہیں کرتا ہے قصہ مختصر وہ تھوڑی  
 سی گلی اس مشعل سے جھکھوڑ کر نا پڑی کہ بیان نہیں کر سکتا بعد صاحب کشنر بہا در  
 منہ مجسٹریٹ ضلع ٹون ہال یعنی میونسپلٹی کے دفتر میں تشریف لے گئے اور مجھ سے  
 فرمایا کہ تم بھی وہاں آؤ پھر وہاں جھکھوڑا پڑا وہاں صاحب کشنر بہا در  
 نے اجناس شروع کیا اولاً مولوی طہنیل احمد وکیل تقریر داران کا اظہار لکھا پھر  
 میرا اظہار لکھا اور دو کس اہل ہندو دیں سے منشی پیارے لال آنریری مجسٹریٹ

و دیوان سنگہ خٹنا رجوہ بجانب اہل ہندو پیر و کارستھے اُن کے اظہارات تحریر  
 کے اس دوران تحقیقات میں مسٹر لمب صاحب مجسٹریٹ بھی صاحب کشن  
 بہادر کے پاس بیٹھے رہے اُن سے اور مولوی طفیل احمد سے سختی کے ساتھ گفتگو کی گئی  
 آئی جب صاحب کشن بہادر نے روکا تو وہ گفتگو موقوف ہوئی میں نے اپنے اظہار  
 جو افراط و تفریط فریقین کی جانب سے ہوئی تھی وہ سب بیان کر دی اور جو اپنی آنکھ  
 سے دیکھا تھا وہ لکھا دیا فریقین یا مجسٹریٹ صاحب نے مجھ سے کچھ سوال نہ کئے  
 بعد ازاں صاحب کشن بہادر نے رپورٹ لفٹنگی کو روانہ کر دی اور خود واپس  
 تشریف لے گئے اس رپورٹ کے بعد ہزارہ آریجناب نواب لفٹنگ گورنر بہادر  
 بالقابہ نے حکم دیا کہ ہم خود بدایوں تشریف لائیں گے اور وہاں اس مقدمہ کو  
 طرک کریں گے چنانچہ کئی روز کے بعد خود ہزارہ بدایوں روانہ ہوئے اور  
 صاحب مجسٹریٹ ضلع نے اپنے منتخب کردہ اشخاص کی ہر ایویٹ ملاقات ہزارہ  
 سے کرائی، منجملہ اُن کے ایک میں بھی تھا مجھ سے قریب ۱۵ منٹ کے مقدمہ حسینی گلی  
 کے متعلق گفتگو یہی بعد ہر ایویٹ ملاقاتوں کے ہزارہ سوار ہو کر واسطے دیکھنے  
 جامع مسجد وغیرہ کے تشریف لانے والے تھے مسلمانوں میں سے چار پانچ شخصوں  
 کو حکم تھا کہ جامع مسجد میں حاضر رہیں مولوی طفیل احمد اور مسٹر نیل صاحب  
 کشن بہادر شہرت رو بہل کھنڈ بھی وہیں موجود تھے۔ سچے اسی اثنا میں اطلاع  
 ملی کہ خود لفٹنگ گورنر بہادر حسینی گلی کا اہانتہ کر لیا میں نے صاحب کشن بہادر  
 سے وہیں مسجد میں علیحدہ لیجاال اطلاع کی معلوم ہوا کہ لاٹ صاحب بہادر  
 سنہا تنہا بغیر آپ کے حسینی گلی کا صرف یہ سہرا ہی صاحب مجسٹریٹ بہادر ضلع مہارٹھ

فرمایا آپ نے جو نقشہ مرتب کیا ہے اب آپ اس کو دکھلا سکتے ہیں۔ کمشنر جنرل  
 کو تعجب ہوا۔ چند منٹ کے بعد ہرنالٹ صاحب بہادر معہ اپنے پرائیویٹ  
 سکرٹری کے جامع مسجد میں تشریف لائے۔ اور پھر مکرر جامع مسجد سے واپسی کے  
 وقت ہرنالٹ گورنر بہادر معہ پرائیویٹ سکرٹری و کمشنر صاحب بہادر و صاحب  
 محبت سٹریٹ بہادر سوار ہو کر حسینی گلی میں ہو کر اپنی فروگاہ کو تشریف لے گئے۔ اس  
 مرتبہ کمشنر صاحب بہادر نے تمام بائیں جو ہندو اور مسلمان اپنے اپنے بیانات کی  
 تائید میں پیش کرتے تھے اور جو کمشنر صاحب بہادر نے اپنے معائنہ موقعہ  
 کے وقت نقشہ میں نوٹ کی تھیں لاٹ صاحب بہادر کو ملاحظہ کرادیں۔ جس کا  
 نتیجہ یہ ہوا کہ ہرنالٹ سرکلینڈ کالون لٹاؤب لفٹنٹ گورنر صاحب بہادر بالقابہ  
 نے نہایت دوراندیشی اور انصاف کے پہلو کو مد نظر رکھ کر یہ حکم صادر فرمایا ہمیشہ  
 جلسوں کا جلوس ۵۳ منٹ کے اندر گلی کے ایک کنارہ سے دوسرے کنارہ تک  
 پہنچ جائے چنانچہ اس سال سے اب تک اس حکم کی پابندی ہوتی ہی اور  
 کبھی کوئی نا اتفاقی درمیان اہل ہندو و مسلمانوں کے اس وقت سے اب تک  
 نہیں ہوئی اور خدا کرے کہ ہمیشہ ایسا ہی اتفاق باہم مسلمان اور ہندو کے قائم  
 رہے۔ لاٹ صاحب بہادر کے اس حکم کے صادر ہونے کے بعد صاحب موصوف  
 تقریباً ایک سال بدایوں میں اور رہے اور بالآخر بین پوری کو تبدیل ہوئے۔ قبل  
 اس کے کہ ہم ان محبت سٹریٹ صاحب بہادر کے عہد کے واقعات کو ختم کریں۔ آپ کے  
 وقت کے دو واقعات اور لکھنا چاہتے ہیں۔ ایک واقعہ جامع مسجد شمس بدایوں  
 کی مرمت کا ہے جس کا مفصل ذکر ہم نے اسی کتاب کے صفحہ ۴۴ پر لکھا ہے حق بات

یہ ہو کہ جامع مسجد بدایوں کی موجودہ حالت پر صاحب موصوف کا ضرور احسان  
 دوسرا واقعہ حضرت علیا جنابہ ملکہ معظمہ قیصر ہند کی پنجاہ سالہ سلطنت کے جشن  
 جیو بلی کا ہے جو مشنہء میں تمام ہندوستان میں منایا گیا تھا۔ تمام ضلع کے  
 روساء اور ممبران ڈسٹرکٹ بورڈ ویسٹمنسٹر بورڈ صاحب ضلع کی طرف سے مدعو  
 ہوئے تھے۔ یہ جلسہ ٹاؤن ہال بدایوں کے قریب ۱۷ فروری ۱۸۷۷ء کی شب میں منعقد  
 ہوا تھا اور پین اہل اسلام اور اہل ہندو کے کھانے کا انتظام علیحدہ علیحدہ کھانے  
 کے بعد دوبارہ ہوا جس میں پچھنیت قائم تمام قیصر ہند صاحب محبٹر بیٹ بہادر صدر  
 نشین تھے پہلے ایک ایڈریس باشندگان بدایوں کی طرف سے پیش ہوا اس کے  
 جواب میں صاحب موصوف نے تقریر کی اور مولوی علی احمد حسین صاحب بدایوں  
 نے اپنی مصنفہ ایک نظم سنائی جو اردو فارسی انگریزی تین زبان میں لکھی گئی تھی  
 اس کے بعد قیدیوں کو بلا کر رہائی کا حکم سنایا گیا۔ اور تھئیٹر کچل کمپنی کا تماشہ ہوا  
 دوبار کے موقعہ کی یادگار قائم رکھنے کے لئے کالون گیٹ تعمیر کیا گیا جو اس وقت تک  
 موجود ہے۔ اس شب میں تمام باشندگان شہر نے اپنے اپنے گھروں کو چراغاں  
 کیا تھا جس سے وقادار رعایا کے بدایوں کی دلی مسرت کا اظہار ہوتا تھا جامع مسجد  
 پریسٹنپلیس کی طرف سے نہایت خوشنما اعلیٰ پکانہ پر روشنی کی گئی تھی۔  
 مسٹر لمب کے بعد جو کلکٹر صاحبان حکومت ضلع بدایوں پر سرفراز ہوئے ان کی  
 فہرست حسب ذیل ہے کہ پصفہ آئندہ پر ملاحظہ فرمائیے۔

تاریخ آمد	تاریخ چھوڑنے ضلع کی	کیفیت	نام کلکٹر
۲۴ دسمبر ۱۹۹۲ء	۱۳ اپریل ۱۹۹۲ء	آپ کے زمانہ کلکٹری (دسمبر ۱۹۹۲ء) لغایت اپریل ۱۹۹۲ء میں بر زمانہ رخصت مسٹر اے گلبرتھ و مسٹر جی اے ٹوڈی قائم مقام مجسٹریٹ و کلکٹر رہے اسی زمانہ میں بدایوں ضلع اسکول جو عرصہ سے ٹوٹ کر ٹیل اسکول رہ گیا تھا پھر نئی اسکول ہو گیا۔	۳۴ مسٹر جی آئی بیس
۱۳ اپریل ۱۹۹۲ء	۱۳ جولائی ۱۹۹۲ء	ان صاحب کا زیادہ حصہ بطور ہفتم بندر و بست کے گذرا ہے۔ اس سلسلہ میں یعنی فصل ہفتم میں صفحہ ۱۲۲ پر ان کا مفصل حال لکھا گیا ہے۔	۳۵ مسٹر ایچ ایم ایف
۱۴ اپریل ۱۹۹۳ء	۱۴ جولائی ۱۹۹۲ء		۳۶ مسٹر جی آر سی بیس
۱۴ اکتوبر ۱۹۹۳ء	۱۴ اپریل ۱۹۹۳ء		۳۷ مسٹر جی ایس سن
۱۴ اکتوبر ۱۹۹۳ء	۱۴ فروری ۱۹۹۴ء	پوچی دہارا بجیا شہور ڈاکو اسی عہد میں گرفتار ہوئے پولیس سٹیکوٹوں نے متبادل کیا۔ ایکس کانسل مارا گیا	۳۸ مسٹر وی اے سن

سلسلہ	نام کلکٹر	تاریخ آمد	تاریخ ترسیل ضلع کی	کیفیت
۳۹	مسٹر جی ای ٹیڈی	۱۴ فروری ۱۹۹۴ء	۶ فروری ۱۹۹۴ء	ڈین صاحب سپرنٹنڈنٹ پولیس کے کوئی گولی مارنے کی کوشش نہ کی مارے گئے۔
۴۰	مسٹر جی مارڈن	۶ فروری ۱۹۹۴ء	۶ نومبر ۱۹۹۳ء	۲۸ اگست ۱۹۹۳ء سے ۲۲ اکتوبر ۱۹۹۳ء تک ساہیوالہ رخصت صاحب مریض مسٹر مسٹن جو ہنرمند و بولت بدایا تھے قایم مقام رہے۔
۴۱	مسٹر ایل ایم تھارنٹن	۶ نومبر ۱۹۹۳ء	۱۸ جنوری ۱۹۹۴ء	ان صاحب کے وقت میں ڈاکٹر جیو بی فیصلہ بند کا جشن منایا گیا۔
۴۲	مسٹر ایل ایچ ٹرنر	۱۹ جنوری ۱۹۹۴ء	۱۲ فروری ۱۹۹۴ء	سور کے شکاریں گھوڑے سے لگے یہ صاحب قایم مقام تھے۔
۴۳	مسٹر ڈی آر لائل	۶ فروری ۱۹۹۴ء	۱۹ نومبر ۱۹۹۳ء	
۴۴	مسٹر ایف جی کاک	۱۹ نومبر ۱۹۹۳ء	۲۸ دسمبر ۱۹۹۳ء	
۴۵	مسٹر ایچ ایس کرس	۳۱ دسمبر ۱۹۹۳ء	۸ اگست ۱۹۹۳ء	
۴۶	مسٹر ایف جی کاک	۹ اگست ۱۹۹۳ء	۱۸ مارچ ۱۹۹۳ء	ان مجسٹریٹ صاحب کے عہد میں ملکہ معظمہ فیصلہ بند کا انتقال ہوا تھا۔

نمبر	نام کلکٹر	تاریخ پھوڑنے	کیفیت
۴۷	مسٹر ایچ ایس رکنس	۱۹۰۲ء ۹ مارچ	رعایا کے بدایوں نے اظہارِ ماتم کیا۔ ہر زمانہ قیام بدایوں صاحب موصوف کو خدائے تعالیٰ نے فرزند عطا کیا جس کی انہوں نے نہایت خوشی منائی و رسوائی بھی اس مسرت میں حصہ لیکر مبارکبادی میں پورا جوش دکھلایا۔
۴۸	مسٹر جے ایم ہوس	۱۹۰۲ء ۱۷ نومبر	یہ صاحب قایم مقام کلکٹر تھے۔ یہ ایک بیدار مغز کلکٹر ہیں جو وقتِ تالیف کتاب ہذا موجود ہیں
<p>صاحبان کلکٹر و مجسٹریٹ کی فہرست ختم ہونے کے بعد ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ ایک فہرست صاحبانِ جج ضلع کی جو بعدِ غدر ۱۲۵۷ھ کے ضلع شامپا پتور میں مقرر ہوئے اور براعتمادت دیوانی ضلع بدایوں جن کی حکومت میں نما درج کر دیں۔ وہ ہو ہذا</p>			



فہرست اسمائے حج صاحبان بہادر شاہجہاں پورین ابتدائے ۱۸۵۶ء  
(جب ضلع شاہجہانپور میں ججی قائم ہوئی)

نمبر	نام حج صاحبان	تاریخ آمد	تاریخ چھوڑنے چارج کی	کیفیت
۱	مسٹر ونیر وضا بہادر	۱۸۵۸ء	۱۸۶۰ء	
۲	مسٹر فین وضا بہادر	۱۸۶۰ء	۱۸۶۱ء	
۳	آرنیل آرڈر مینڈ صاحب بہادر	۱۸۶۱ء	۱۸۶۲ء	
۴	مسٹر ایچ شنگٹن صاحب بہادر	۱۸۶۲ء	۱۸۶۳ء	
۵	آرنیل آرڈر مینڈ صاحب بہادر	۱۸۶۳ء	۱۸۶۵ء	یہ صاحب بہادر دوسری مرتبہ تشریف لائے تھے نمبر ۳ پر پہلے آئے تھے۔
۶	مسٹر الین طاسن صاحب بہادر	۱۸۶۵ء	۱۸۶۶ء	
۷	مسٹر آراہیم اللہ پور وضا بہادر	۱۸۶۶ء	۱۸۶۸ء	

نمبر	نام منج صاحبان	تاریخ آمد	تاریخ چھوٹنے پارچ کی	کیفیت
۸	مسٹر ایف طاسن رضا بہادر	۱۸۶۸ء ۲۸ اگست	۱۸۶۰ء ۱۲ فروری	یہ صاحب مگر تشریف لائے تبرہ پر پہلے درج ہیں۔
۹	مسٹر جی ایچ پندر سن صاحب بہادر	۱۸۶۸ء ۹ فروری	۱۸۶۳ء ۲۲ فروری	
۱۰	مسٹر جی پاور رضا بہادر	۱۸۶۳ء ۲۳ فروری	۱۸۶۸ء ۲۳ مارچ	
۱۱	مسٹر ویلیو ویو ٹھاکٹ			
	صاحب بہادر	۱۸۶۸ء ۲۲ مارچ	۱۸۶۱ء ۲۳ مئی	
۱۲	مسٹر ایم ایس ماول رضا بہادر	۱۸۶۱ء اگست	۱۸۶۳ء ۵ مارچ	
۱۳	مسٹر اے ایف ملٹ صاحب بہادر	۱۸۶۳ء ۹ مارچ	۱۸۶۵ء اپریل	
۱۴	مسٹر ایچ بی میو لاک صاحب بہادر	۱۸۶۵ء اپریل	۱۸۶۵ء اپریل	
۱۵	مسٹر بی آر وائر صاحب بہادر	۱۸۶۵ء ۲۴ اپریل	۱۸۶۵ء ۱۳ ستمبر	
۱۶	مسٹر ایچ بی میو لاک رضا بہادر	۱۸۶۵ء ۱۳ ستمبر	۱۸۶۵ء فروری	مگر تشریف لائے سابق میں

نمبر	نام صحابان	تاریخ آمد	تاریخ چھوڑنے چارج کی	کیفیت
۱۷	مسٹر ریڈ فرن صاحب بہادر	.	.	نمبر ۱۲ تشریف لائے تھے۔
۱۸	مسٹر ایم ایس ہاؤل صاحب بہادر	فروری ۱۹۰۰ء	مارچ ۱۹۰۰ء	یہ صاحب سابق میں نمبر ۱۲ تشریف لائے ہیں۔
۱۹	مسٹر سی اسٹیل صاحب بہادر	۱۷ اپریل ۱۹۰۱ء	اکتوبر ۱۹۰۱ء	
۲۰	مسٹر ایم ایس ہاؤل صاحب بہادر	نومبر ۱۹۰۱ء	جنوری ۱۹۰۲ء	یہ صاحب تیسری مرتبہ تشریف لائے سابق میں نمبر ۱۲ اور ۱۸ تشریف لائے ہیں۔
۲۱	مسٹر ایچ ایف ڈی پینگٹن صاحب بہادر	۲۰ جنوری ۱۹۰۲ء	مئی ۱۹۰۲ء	
۲۲	مسٹر ایچ ایف ایولنس صاحب بہادر	جون ۱۹۰۲ء	اپریل ۱۹۰۳ء	
۲۳	مسٹر آرگولون صاحب بہادر	مئی ۱۹۰۳ء	اکتوبر ۱۹۰۳ء	

نمبر	نام و صاحبان	تاریخ آمد	تاریخ پھرنے چارج کی	کیفیت
۲۴	مسٹر ایچ ایف ایلس صاحب بہادر	۱۵ اکتوبر ۱۸۹۳ء	۲۱ اکتوبر ۱۸۹۳ء	یہ صاحب سابق میں نمبر ۲۲ پر تشریف لائے ہیں اب دوسری مرتبہ آئے ہیں۔
۲۵	مسٹر ایچ بی فنلی صاحب بہادر	۲۲ اکتوبر ۱۸۹۳ء	۲۸ مارچ ۱۸۹۵ء	
۲۶	مسٹر ڈیو ایف ڈیس صاحب بہادر	۳۰ مارچ ۱۸۹۵ء	اپریل ۱۸۹۶ء	
۲۷	مسٹر ایچ ای بیوم صاحب بہادر	۹ مئی ۱۸۹۶ء	۱۰ اکتوبر ۱۸۹۶ء	
۲۸	مسٹر ڈی ایف ایڈمس صاحب بہادر	۲۷ اکتوبر ۱۸۹۶ء	ستمبر ۱۸۹۶ء	
۲۹	مسٹر جے جے میکن صاحب بہادر	یکم اکتوبر ۱۸۹۶ء	اپریل ۱۸۹۶ء	
۳۰	مسٹر ایف ای ٹیلر صاحب بہادر	۴ مئی ۱۸۹۸ء	اگست ۱۸۹۹ء	
۳۱	ایس محمد علی رضا بہادر	۳۰ اگست ۱۸۹۹ء	نومبر ۱۸۹۹ء	

نمبر	نام ج صاحبان	تاریخ آمد	تاریخ پھوڑنے پارج کی	کیفیت
۳۲	مسٹر ایف اے ٹیلر صاحب بہادر	۶۱۹۹ ۳۰ دسمبر	۱۹۰۰ مارچ	یہ صاحب کمر تشریف لائے ہیں سابق میں نمبر ۳۰ تشریف لائے تھے
۳۳	مسٹر سی اسٹیل صاحب بہادر	۱۹۰۰ ۲۴ مارچ		اس وقت تک یہ تشریف اپنے عہدہ پر رکھتے ہیں سابق میں بھی یہ نمبر ۱۹ تشریف لائے تھے۔
<p>اس فہرست میں ۲۵ صاحبان جج ہیں لیکن نمبر شمار ۳۳ ہیں اس میں کمر سرکر وہ ہی صاحب تشریف لائے ہیں اس وجہ سے باعتبار خارج کے تعداد شمار زیادہ ہو گئی جس کو ہم نے خانہ کیفیت میں صاف کر دیا۔ مسٹر سی اسٹیل صاحب بہادر بیرسٹریٹ لا جو اس وقت اس ضلع میں بھرتہ ججی ممتاز ہیں ان سے بار (وکلاء) اور رعایا سب خوش ہیں اپنا کام بہت نیڑی سے کرتے ہیں آپ کے عہد میں کبھی کسی اڈیشنل جج کے مقرر ہونے کی ضرورت نہیں پڑی۔ ہندوستانیوں کی عزت کرتے ہیں اور انصاف پسند طبیعت رکھتے ہیں۔</p>				

موجودہ والسرائے اور  
لفٹنٹ گورنر  
قبل اس کے کہ یہ کتاب ختم کروں میں یہ کہنا چاہتا  
ہوں کہ صاحبان کلکٹر کی فہرست لکھنے پر شاید  
وسیع النظر مورخ اعتراض کریں گے کہ بڑے بڑے

فرماں روایان یعنی والسرائے ہند یا لفٹنٹ گورنر صاحبان کے سلسلہ کو  
چھوڑ کر صرف کلکٹروں کے ناموں پر کیوں اکتفا کیا گیا ہو۔ اس کی یہ وجہ ہو  
کہ میں نے ابتدا میں تاریخ اسلامی عہد کے ضمن میں ناظران بدایوں کے حالات  
کو لکھا ہی اس لئے برٹش زمانہ کی تاریخ لکھتے وقت ضرور ہوا کہ تمام واقعات  
کو ایسے سلسلہ سے ظاہر کیا جائے کہ صاحبان کلکٹر بہادر کے نام بھی بالتنبہ  
قلمبند ہو جائیں کیونکہ یہ عہدہ اس وقت قریب قریب اسلامی عہد کے ناظرین  
کی حیثیت رکھتا ہو۔ رہے صاحبان لفٹنٹ گورنر اور والسرائے ہند کی فہرست

اور اُن کے وقت کے تاریخی واقعات اس کے لئے بڑی بڑی تاریخیں جو وسیع  
پیمانہ پر تمام صوبہ یا تمام ملک ہند کے نام سے آئندہ لکھی جائیں گی کتاب لکھی جا چکی  
ہیں موزوں ہیں۔ میں صرف یہ بتلاؤ کہ اس وقت حضور لارڈ کرزن ہندوستان  
پر جس کا ایک چھوٹا سا حصہ ہمارا ضلع بدایوں بھی ہے۔ یہ حیثیت والسرائے  
اور جناب سر اسٹانی میکڈانل بہ حیثیت لفٹنٹ گورنر حکمران بن گیا تھا دو بڑے  
نایب السلطنت اپنی حکومت کا طریقہ خاص رکھتے ہیں۔ خاصکر لارڈ کرزن نے  
اس ملک کی انتظامی حالت کو دریافت کرنے کے لئے مختلف کمیشن مقرر کئے  
ہیں اور مختلف موقعوں پر ہندوستان کی نسبت اپنی پُر زور تقریروں  
میں جن میں اُن کو خاص ملکہ حاصل ہو اپنے عہدہ حیالات کا اظہار کیا ہے

جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ہندوستان کی ترقی میں خاص دلچسپی رکھتے ہیں آج کل آپ حضور ملک معظم ایڈورڈ ہنٹم کی جشن تاج پوشی کی خوشی منانے کے لئے دہلی میں ایک عالیشان دربار کی تیاریاں کر رہے ہیں جو شروع ۱۹۰۳ء میں منعقد ہونے والا ہے اور ان ہر دو صاحبانِ ذیشان کے وقت کی مشترک یادگار جس کا اثر نہ صرف اس ضلع بدایوں بلکہ تمام صوبہ میں محسوس ہوا۔ ۱۰ اپریل ۱۹۰۳ء کا رزلویشن ہی جس نے سرکاری عدالتوں میں ناگرمی حروف کے تحریر کی اجازت دی اور تمام ہلکاران سرکاری میں ایک ہل چل والدی کیونکہ ناگرمی اور اردو دونوں رسم خط کا جائنا ضروری کر دیا گیا ہے۔ مسلمانوں کے گروہ نے اس رزلویشن سے ناراضی کا اظہار کیا جس سے مسلمانان بدایوں بھی علیحدہ نہ تھے۔

## خاتمہ کتاب از مولف

خدا کے لایزال کا ہزار ہزار شکر ہے  
کہ آج میری برسوں کی محنت ٹھکانے

لگی یعنی کتاب کنز التاریخ چھپکر اشاعت پذیر ہوئی۔ سب سے پہلے بدایوں  
اولیاء اللہ کے مختصر حالات بطور تاریخ لکھنے کا خیال میرے دل میں پیدا ہوا  
نہا چنانچہ کتاب تذکرۃ الاولیاء میں نے کئی سال ہوئے مرتب کی تھی جو ۱۹۰۳ء  
میں شائع ہو کر شائقین ہوئی۔ اُس کو دیکھ کر میرے بعض احباب نے  
فرمایا کہ میں ایک اور رسالہ لکھوں جس میں اس مشہور فقہیم شہزکی جس کو  
تاریخ دنیا میں خاص درجہ حاصل ہے مفصل تاریخ دوج ہو اُس میں ابتدائی

زمانہ سے جبکہ اس شہر کی آبادی کی بنیاد رکھی گئی ہو اور اس زمانہ تک  
 کے سب حالات جمع کئے جائیں اور دکھلایا جائے کہ علاوہ اولیاء اللہ کے  
 اور کون کون مشاہیر اور کس کس زمانہ میں یہاں پیدا ہوئے اس میں کون  
 کون تو ہیں آباد ہیں۔ یہاں کی مشہور عاریتیں کیا کیا ہیں صنعت و حرفت میں  
 اس چھوٹے سے شہر کا کس قدر حصہ ہے حکومت کے اعتبار سے اس نے  
 کیا کیا انقلاب دیکھے۔ بعض اخبارات نے بھی (جس میں مدراس کا مشہور  
 اخبار جریدہ روزگار نمبر ۱۳ جلد ۲۷ مورخہ ۳۰ مارچ ۱۹۰۶ء خاصکر قابل ذکر  
 ہے) تذکرۃ الموصیلین پر ریویو کرتے وقت یہ مشورہ دیا تھا کہ اس کتاب کے  
 ابتدائی حصہ میں اس مردم خیز خطہ کا جس کی خاک پاک نے بڑے بڑے  
 نامور اولیاء کرام اور علمائے عظام کو پیدا کیا جغرافیہ دیا جانا ضرور تھا تاکہ  
 اس شہر کی آب و ہوا۔ یہاں کے قدرتی مناظر کا اس سے پورا پتہ لگ سکتا  
 اسم اللہ کہ میں نے تاریخ لکھنے کے ساتھ ساتھ اخبار مذکور کی اس فرمائش کو بھی  
 پورا کر دیا اور نہایت وضاحت کے ساتھ کتاب کے شروع میں جغرافیہ کا  
 باب انعام کو پہنچایا۔ خاکسار مولف کو اس کتاب کی تیاری میں جو جو  
 دقیق پیش آئی ہیں ناظرین اس کا اندازہ دیا چہ کتاب ہند کو پڑھ کر  
 کرچکے ہوں گے۔ میں نے جس وقت اس کتاب کی تالیف شروع کی  
 تھی اس وقت مجھے اپنی بے بھناختی اور عظیم الفرستی کے سبب یہ ایسا  
 کسی طرح نہ تھی کہ میں اپنی چند روزہ زندگی میں اس اہم کام سے غافل  
 حاصل کر سکوں گا۔ لیکن خداوند حقیقی کے فضل و کرم سے میں نے وہ دن اپنی



آنکھوں سے دیکھ لیا۔ جبکہ کثر التاریخ پریس سے منسلک ناظرین کے ہاتھوں میں جو اُس کے عرصہ سے مشتاق تھے پہنچ گئی۔ میں نے حتی الامکان تمام اُن ضروری امور کا جو ایک قصبہ یا چھوٹے سے شہر کی تاریخ لکھتے وقت ایک مؤلف کو مد نظر رکھنا چاہئے خیال رکھا ہو۔ البتہ ایک کمی ضرور رہ گئی ہو کہ مشاہیر کا باب جس کو اس تاریخ میں شامل کرنے کی فرمائش میرے بعض احباب نے کی تھی فرو گذاشت کر دیا گیا ہے منجملہ اور وجہ کے اُس کی ایک ویدہ یہ کہ جو مشاہیر اور کالمین فن گذر چکے ہیں یا بعض جو اب موجود ہیں اُن کے حالات دستیاب ہونے میں سخت وقت پیش آئی۔ برادران وطن سے جو بوجہ اُن کی اولاد ہونے یا کسی دوسرے تعلق سے اُن کے حالات بہم پہنچانے میں مدد دے سکتے تھے التجا کی گئی لیکن بہت کم مدد ملی اس لئے جو ناکمل ہونے کے ہیں نے اُس حصہ کو قصداً فرو گذاشت کر دیا ہے۔

مؤلف کو امید ہو کہ ہماری آئینہ نسلوں میں سے اگر کسی شخص کو تصنیف و تالیف کا مذاق ہو گا خاصکر یہ سببیت ایک سوئچ کے اگر کوئی اس خطہ مردم خیز کی تاریخ پر قلم اٹھائے گا تو وہ اس کی کوپور کر دیگا اور یہ رسالہ از الٹا۔ سچ اس کو نقشِ اول کا کام دیگا۔ امید ہو کہ وہ حضرات اس خاکسار مؤلف کو دعائے خیر سے یاد کریں گے۔ اور دیگر ناظرین بھی جو اسے ٹھک اپنی معلومات کو بڑھائیں گے وہ بھی مؤلف کو دعائے محمود نہ رکھیں گے۔

اب میں اس دعا پر اس خاتمہ کو ختم کرتا ہوں۔

خدا اس مشہرہ راہیوں کی عزت اور نام آوری کو ہمیشہ قائم رکھے اور

اُس کی آبادی و رونق دن دینی اور رات سوائی ہو۔ آمین۔ ثم آمین

تمتہ

۱۹۰۳ء سے ۱۹۰۶ء تک

یہ وہ زمانہ ہے جب کتاب بعد النالیف کے بہ چند وجوہ شایع نہ ہو سکی اس

بانیج برس کے عرصہ میں چونکہ بعض اہم مقرر انقلابی ترقی پلان میں ملے تھے یہ تیرہ لکھنا پڑا۔

۲۹ جنوری ۱۹۰۶ء کو ریلوایں رجسٹرڈ کر کے ۹ لکھ لیا ہی گئی اسٹیشن ریلو کی تو کسے ساتھ ساتھ کسے قریب جہاں بیگم امی ایک

شخص سافرنگ آرام کی غرض سے سبھی کی بنا ڈالی جسکے مرنے کے ساتھ ساتھ ریلو کی بنیاد رکھا گیا کہ اس ستر مسدود کر دیا

تھا چنانچہ مسلمانوں کی طرح سب سے پہلے عوامی عیناب جمیں لائیں جہاں ہاؤسنگ ڈیپارٹمنٹ کو ریلو کی خدمت میں ایک چیل

بھیجا گیا چنانچہ ہرگز کی رعایا پروری اور عدالت گسٹری کی بہت سے اور سب سے پہلے کو وہ دیوار علیہ کرادی گئی۔ یہ ریل کے ساتھ

ضلع کی تجارتی رہی۔ خاص بدایوں میں فلور مل اور تصدیع آبائی میں ایک ٹینک لگا دیا اور عین طاعون جس نے ہندوستان کے بیشتر

پر عرصہ پنا سکھ لکھا تھا آخر صحت کے میں بدایوں میں بھی نمودار ہوا۔ ۱۹۰۷ء میں اس نے ہندوستان کے اس میں ٹینک میں طبع

تھی انہوں نے حفظ اقلیم کی بہت سے سیکوریا لیا گیا ساتھ اس نے قریب بیست و چوبی کا بنا دیا جو سب کی پاکست خاص طور پر

انہیں ٹینک میں ضلع کو چھیننے کے لئے کہ عرصہ میں کہ روز کا خاص فقیہ میں آیا اور کچھ شہر تھے یہ ریلو کی بنیاد رکھا گیا کہ اس ستر

راستوں چند جدید رکاوٹوں کے پیدا ہونے کا سبب بن گیا کہ دوسری کے لئے کی کوشش کی تو وہ ان کے سب سے بہت کی تھیں ان میں

جو وقت جلد سے پہچانیں کہ یہ ایک نیا زمین کی ایک پناہ دیکھو کہ وہ اس کے لئے ایک طرفہ العین عین شہر کا سارا میدان ایک نیا

عالم نظر آئے گا۔ خاص طور پر یہاں خیال اس کا کہ یہ زمین داروں کی یہ نہ تھی نقص امن میں پیدا کر کے چند درجہ ان کا جاری کر دیا بالکل امن

آخر میں خاص طور پر چون کہ زمین کی روک ٹھیک کیونکہ ان نظام اپنی حکم کی علیہ کرادیا اور کالیونی کی طرف سے زمین کی روک ٹھیک کی

برضا مندی کے لئے ان کے جس کا رڈوں کے لئے انہوں نے نصیب کئے تھے، یہ بھی ہندو کرنا کو وسیع کر دیا۔ ۲۰ فروری ۱۹۰۷ء کو ریلو کی بنیاد رکھا گیا

ہوا۔ مئی ۱۹۰۷ء سے سب سے پہلے زمین کے سب سے پہلے ضلع کا حراج لیا۔ اس کے ساتھ ساتھ زمین کے آخری حصہ میں) جو جنگ سالی قحط نمودار

ہوا۔ یہ سب کی طرح رعایا کو تقاضی کا نظام پیدا ہوا۔

تمتہ بالحدیں ۲ فروری ۱۹۰۷ء

حامد اوصلیا

## خاتمہ الطبع

از خاکسار نظام الدین حسین نظامی بدایونی پروفیسر اخبار ذوالقیرین و نظامی پڑ  
بدایوں

سب سے پہلے میں مناسب سمجھتا ہوں کہ قابل اور بزرگ مصنف کتاب ہذا کا پہلا ک  
سے تقاریر کراؤں اور اس غرض کے لئے میں اُن کے مختصر حالات ذیل میں  
درج کرتا ہوں۔

مولانا اکبر التاریم کا نام مولوی محمد رضی الدین ہے۔ وہ حضرت محمد بن ابی بکر  
صدیق رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہیں۔ شیوخ صدیقی کا یہ خاندان بدایوں  
میں "فرشودی" کے نام سے مشہور ہے اس کی وجہ تشبیہ یہ کہی جاتی ہے  
کہ اس خاندان کے مورث اعلیٰ ابو شمس الدین سناتویں صدی ہجری میں مقام  
فرشودی سے جو مصر کے قریب واقع ہے ہندوستان میں آئے پہلے بلگرام  
میں آباد ہوئے اور وہاں سے قاضی کمال الدین فرشتوری بدایوں گئے۔ مولف کتاب ہذا  
بارہویں ذی الحجہ ۱۲۶۲ ہجری میں بمقام بدایوں پیدا ہوئے۔ ۵ برس کی عمر ختم  
ہونے پر تعلیم شروع ہوئی۔ ۹ برس کی عمر تک قرآن مجید اور فارسی کی معمولی  
تعلیم مختلف معلموں نے وطن میں دی۔ دس سال کی عمر میں اپنے جدا مجد

مولوی اساس الدین صاحب کے پاس جو اس وقت دہلی میں سکونت پذیر تھے بغرض تعلیم شریف لے گئے اور وہاں مولوی محمد حسین صاحب دھام پوری سے عربی شروع کی۔ اسی زمانہ میں غدر شروع ہو گیا اس لئے ستمبر ۱۸۵۷ء میں بہرہ راہی تمام خاندان کے بدایوں واپس آنا پڑا۔

بدایوں میں آپ نے اپنے دادا مولوی اساس الدین صاحب سے فارسی کی تعلیم تکمیل کو پہنچائی اور جناب مولانا نور احمد صاحب مرحوم مغفور اور مولوی سید نواز علی صاحب سہوانی سے عربی پڑھی۔ اور اپنے والد ماجد جناب حکیم عبد الدین صاحب میرور سے جن کا شمار بدایوں کے کامل اطباء میں تھا طب شروع کی۔ جس کو حکیم ممتاز الدین صاحب مغفور سے اتمام کو پہنچایا۔

ابتداءً عمر سے جبکہ عمر تخمیناً ۱۵ سال کی ہو گی آپ کو شعر موزوں کرنے کا شوق ہوا۔ سب سے پہلے آپ نے اپنا کلام مولوی محمد نظام الدین صاحب ناطق بدایوں کو جو شاگرد رشید نواب آہی بخش خاں المتخلص بہ معروف دہلوی کے تھے دکھلایا بسمل تخلص کیا۔ اور مولانا دلدار علی صاحب مذاق بدایونی تلمیذ ملک الشعرا

۱۷ مولوی صاحب معروف مفتی صدر الدین صاحب آرزو کے شاگرد رشید تھے۔

۱۸ ان واقعات کو خود مولف نے تاریخ ہذا میں مفصل کہا ہے جو صفحہ ۳۰ سے بطور ماسخیر کے شروع ہوتے ہیں۔

۱۹ حکیم صاحب معروف حکیم شریف خاں صاحب دہلوی کے شاگرد اور حکیم محمود خاں صاحب مرحوم کے ہم دس تھے اور طب افتق تھے۔  
۲۰ سب سے پہلے مولف کتاب ہذا کے والد ماجد کے حقیقی ماموں تھے۔

ذوق دہلوی سے بھی کبھی کبھی آپ اصلاح لیتے تھے۔ ہم ایک شعر جن میں مولانا موصوف نے نہایت عمدہ اصلاح دی ہو اس موقع پر لکھتے ہیں۔ حضرت بسمل کا شعر تھا ۵

موت اور زلیت ترے ساتھ لگی پھرتی ہے + کوئی قائل تھے کہ کتاب سیچا کوئی مولانا نے اصلاح دی ۵

دم قدم سے ترے وابستہ ہو کیا موت و حیات + کوئی قائل تھے کہ کتاب سیچا کوئی آپ کے والدہ احد حکیم سیال دین صاحب کامل بھی فن شعر سے کمال دیکھی رکھتے تھے لیکن بلحاظ ادب اس فرزند سعید کی برأت نہ ہوتی تھی کہ وہ اپنے بزرگ باپ کو اپنی جوہتِ طبع کا نمونہ دکھلائے۔ لیکن مسئلہ ہجری میں جبکہ ان کی مشاعرے کی عمر تین سال کی ہو چکی تھی انہوں نے ایک نعتیہ قصیدہ سب سے پہلے چبہ شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بدایوں میں آنے کی یادگار میں تصنیف کیا تھا جس کا مطلع یہ ہو۔  
لائی کس گل کی نسیم سحر آنے کی خبر + پیرہن سے بوئے جاتے ہیں گل اپنے باہر  
اس قصیدہ میں ایک مصرع مادہ تاریخ کا بھی تھا جو یہ ہو۔

”زبہ قنبت کہ جویاں آ یا لباس سرور“

یہ قصیدہ بدایوں میں اس قدر مقبول عام ہوا کہ زبان زدِ خلایق ہو کر رفتہ رفتہ آپ کے والدہ ماجد کے گوش مبارک تک بھی پہنچ گیا اس وقت ان کو اپنے لائق فرزند کی جوہتِ طبع کا اندازہ ہوا اس کے بعد اتفاقیہ ایک عاشقانہ غزل بھی ان کی نظر پڑ گئی جس کو خود بخود اصلاح دیکر انہوں نے

چھوڑ دیا۔ اور اس طریقہ سے آپ کو فنِ شعر میں بھی اپنے والد ماجد کی شاگردی کا فخر حاصل ہو گیا۔ جس کے اظہارِ مسرت میں حضرت بسمل موصوف نے اُن کے پاس ایک غزل جبرستہ لکھ کر بھیج دی جس کے چند شعر یہ ہیں۔

ترپے کچھ ایسے آپ کے بسمل کے ہاتھ پاؤں  
لو ہو لہان ہو گئے چھل چھل کے ہاتھ پاؤں  
سر ایک ہاتھ پڑتے ہی پیروں پہ گر گیا  
کیونکہ نہ چوموں اپنے میں قاتل کے ہاتھ پاؤں  
بے دست و پا تو سینہ میں ترپے ہی دو دو ہاتھ  
کرتا غضب جو ہوتے مرے دل کے ہاتھ پاؤں  
بسمل قدم بھی لیجئے ہاتھ آئے اُن کو دیجئے  
ہاتھ آئے اب تو حضرت کامل کے ہاتھ پاؤں

خوش طبعی ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ الہ آباد میں میر ظہور حسین صاحب وکیل ہائی کورٹ کے مکان پر ایک صاحب قاضی

نجم الدین برق سکندر آبادی شاگردِ رشید حضرت مومن دہلوی اپنے استاد کو ملک الشعراء ذوق دہلوی پر ترجیح دے رہے تھے۔ اُس جلسہ میں حضرت بسمل بھی موجود تھے آپ نے فرمایا کہ قاضی صاحب جو کچھ استاد ذوق کی نسبت کہیں وہ قابلِ شکایت نہیں کیونکہ استاد مرحوم اُن کی نسبت پہلے ہی کہ گئے ہیں۔

ہمارے سینہ میں وہ آتشیں ہر ذوق  
جو برق دیکھے تو فی النار والستقر ہو جائے

مولوی صاحب کو پھر ۶ سال ۱۸۶۵ء میں اپنی طبیعت کی مناسبت کے اعتبار سے  
قانونی تعلیم کا شوق ہوا ۱۸۶۹ء میں ڈویژنل کمیٹی بریلی میں شریک  
ہو کر امتحان وکالت دیا اس سال امتحان ہنایت سخت تنہا رسدیل کھٹ  
ڈویژن میں وکالت منصفی کی سند صرف اکاب آپ کو ہی ملی اور کل  
صوبہ میں ۷ یا ۸ امیدوار اس سال پاس ہوئے تھے سند حاصل کرنے  
کے بعد ۳۰ مئی ۱۸۷۰ء کو مولوی صاحب نے وکالت کا کام بمقام منصفی پوایاں  
شروع کیا۔ ۱۸۷۰ء میں وکالت بھیجی کا امتحان پاس کیا اور ۱۸۷۱ء سے  
ججی شاہجہاں پور میں کام کرنے لگے۔ ۱۸۷۱ء میں وکیل سرکار مقرر ہوئے  
۱۸۷۱ء تک اس عہدہ پر رہے اور یہ دن سال کا عرصہ ہنایت نیکنامی  
کے ساتھ گزرا۔

زمانہ وکالت سرکاری میں آپ نے محسوس کیا کہ آزادی میں ایک قسم کی  
روک پیدا ہو گئی ہے اور یہ بات آپ کو نا پسند ہوئی اس لئے اس سے استغنی  
دے دیا اور بلا کسی عجلت بندی کے آپ نے اس آزاد پیشہ کا کام کرنا شروع کیا  
اس پیشہ کی ترقی کے لئے سب سے زیادہ جس چیز کی ضرورت ہو وہ معاملہ کی  
صفائی اور دیانت داری ہی ہے۔ چونکہ یہ اوصاف آپ میں پہلے سے موجود تھے  
اس لئے پبلک کو آپ پر یوما فیوما اعتماد بڑھتا گیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مولوی صاحب  
کا شمار شاہجہاں پور کے مشاہیر اور اس ضلع کے نامور وکلاء میں ہو گیا۔

وکیل کی مزاج ترقی کیا ہے۔ اس سوال کا جواب پروفیسر ڈاکٹر ضیاء الدین صاحب کو یورپ کے ایک مغرز وکیل نے جب وہ یورپ میں تھے بہت صحیح دیا تھا کہ وکیل کی مزاج یہ ہو کہ مدعی اُس کو محنتاً نہ صرف اس لئے دے جاوے کہ وہ مدعی کا وکیل نہ ہو اور مدعا علیہ اُس کو اس لئے فیس دے جاوے کہ وہ فریقِ ثانی کی وکالت قبول نہ کرے اور خاموش بیٹھا رہے۔ اگرچہ بادی النظر میں یورپ کے مغرز وکیل کا یہ کہنا ہمیں تعجب خیز معلوم ہوتا ہو لیکن جس شخص نے مولوی صاحب کی وکالت کو اپنی آنکھ سے دیکھا ہو گا وہ ضرور یورپین جنٹلمین کے اس قول کی تصدیق کرے گا۔

آپ کی وکالت کی ایک خصوصیت آپ پبلک کے ایسے معتمد علیہ ہیں کہ لوگ چھوٹی بڑی مشکل میں آپ سے مشورہ لیتے ہیں آپ ہر شخص کو نیک مشورہ دیتے ہیں اور باوجود اس کے

کہ آپ کی وکالت اعلیٰ درجہ کی ہے آپ کا وقت نہایت قیمتی ہے آپ مشورہ کی کوئی فیس نہیں لیتے۔ لوگ نہ صرف اُن مقدمات میں جو اُس سے تعلق رکھتے ہوں جہاں آپ وکالت کرتے ہیں آپ کو مشیر بنانا پسند کرتے ہیں بلکہ چھوٹے بڑے تمام معاملات میں جس کا کچھ بھی تعلق قانون اور عدالت سے ہو سکتا ہے مثلاً دستاویز کا مسودہ وغیرہ تیار کرنے میں مشورہ لینے کے لئے آپ کے پاس جوق جوق آتے ہیں اور آپ کی عمدہ رائے اور خوش اخلاقی سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ ناممکن ہو کہ بوجہ کثرتِ کام اور قلتِ وقت گھبرا کر کسی فرد بشر سے چیں بہ چیں ہوں۔

۲  
مفتی زکریا حسین صاحب مدظلہ العالی



مشورہ سے گزر کر آپ نے خلق اللہ کی ایک اور خدمت اپنے ذمہ لے رکھی ہے وہ یہ کہ آپ کی قانونی قابلیت دیانت داری راست بازی اور اثر کی بدولت بڑے بڑے محرکۃ الآرا باہمی تنازعے بہ حیثیت ثالث کے آپ کو فیصلہ کرنا پڑتے ہیں نہ صرف وطن میں اہل برادری اپنے اپنے مقدمات کی پیچائیت آپ کے سپرد کرتے ہیں بلکہ ضلع شاہجہاں پور اور بدایوں کے اکثر ہندو مسلمان روسا کے بڑے بڑے اہم معاملات کا فیصلہ کر کے آپ نے بارہا ان منتخبین کو عدالتی کشاکش سے باز رکھا اور ان کی جائدادوں کو تباہی سے بچایا ہے۔

**سرکاری اعزاز** | علاوہ اپنے پیشہ کے کام کے شاہجہاں پور میں آپ سرکار کی طرف سے مجسٹریٹ کی آئینری خدمت پر

مامور ہیں۔ ۱۹۲۷ء میں مسٹر اروین صاحب نے ضلع مذکور کے کلکٹر و مجسٹریٹ تھے آپ کی قابلیت اور دیانت داری پر نگاہ کر کے آپ کو آئینری مجسٹریٹ کے عہدہ کے لئے منتخب فرمایا اگرچہ آپ اپنی انکساری سے انکار کرتے رہے لیکن انہوں نے پبلک انٹرسٹ کو مد نظر رکھ کر آپ کے انکار کی کچھ پروا نہ کی۔ اس وقت سے اب تک ہر سال کی مدت گزری آپ شاہجہاں پور میں پرنسپل بیچ کے رکن اعظم ہیں مجسٹریٹ درجہ دوم کے اختیارات حاصل ہیں آپ کے فیصلوں کی جو آپ بہ حیثیت مجسٹریٹ صادر فرماتے ہیں یہ سوویت ہو کہ وہ عدالت اپیل میں بہت کم جاتے ہیں اور اگر کبھی کسی فیصلہ کا اپیل ہوا بھی تو اپیل سے وہ فیصلہ مشکل سے مسترد ہوتا ہے۔

فہرست درباریان ہزار لفظ گورنر بہادر میں آپ کا چھٹا نمبر ہے  
اگرچہ ضلع شاہجہاں پور میں بھی آپ کی جائیداد تین ہزار روپیہ ملگداری  
کی موجود ہے لیکن آپ کا نام درباریان ضلع بدایوں کے ساتھ  
شامل ہے۔

ملکی تجارت میں  
سکونش

آپ ملکی ترقی کے لیے تجارت کو نہایت ضروری  
سمجھتے ہیں۔ مئی ۱۹۰۲ء میں آپ کی  
توجہ اور کوشش سے پچائش ہزار کے مشترکہ  
سرکاریہ سے فلور ملز شاہجہاں پور کی بنیاد ڈالی گئی۔ جس کے آپ بنگلہ  
ڈاکٹر ہیں اگرچہ اس کارخانہ کی مہنہز ابتدا ہی لیکن امید ہو کہ آئندہ  
یہ پودا پھول پھیل لائے گا۔

مسلمانوں کی  
تعلیم سے دلچسپی

مولوی صاحب پرانی وضع کے بزرگ ہیں آپ کی  
وضع قطع عادات اطوار وہی ہیں جو آج سے ۵۰ سال  
پہلے مسلمانوں میں نظر آتے تھے۔ نہ صرف ظاہری  
وضع بلکہ آپ کے دلیں وہی نور ایمان موجود ہے جو ایک سچے مسلمان  
کے لئے ضروری ہے۔ باایں ہمہ آپ کے مزاج میں ہٹ دھرمی اور بیجا حسد کا  
نام و نشان نہیں ہے۔ آپ مسلمانوں کے لیے مذہبی تعلیم کے ساتھ ساتھ  
جدید تعلیم کو ضروری سمجھتے ہیں اسی اصول پر آپ نے اپنی اولاد کو تعلیم  
دی ہے۔ چار لڑکوں میں سے آپ کے فرزند اکبر مولوی محمد فصیح الدین صاحب  
کیننگ کا کالج لکھنؤ کے گریجویٹ ہیں جو بحیثیت ایک نیک نام اور نامور

ڈپٹی کلکٹر کے اس وقت گورنمنٹ صوبجات متحدہ کے پراونشل سرس میں داخل ہیں۔ دوسرے صاحبزادہ مولوی ریاض الدین احمد صاحب محمدن کالج علی گڑھ کے گریجویٹ ضلع شاہجہاں پور میں پلڈ ہیں۔  
 قزند سوم محمد صبح الدین صاحب مدرستہ العلوم علی گڑھ کے فوسٹ ایر

کلاس میں زیر تعلیم ہیں آپ کے سبط اصغر محمد فیاض الدین عربی فارسی کی ضروری تعلیم سے فراغت حاصل کر کے شاہجہاں پور ہائی اسکول میں تعلیم پا رہے ہیں۔ ۱۹۵۷ء میں جب مولوی صاحب ایسے بزرگوں کی کوشش سے آل انڈیا محمدن ایجوکیشنل کانفرنس کا سالانہ اجلاس شاہجہاں پور میں منعقد ہوا تھا تو آپ نے اسناد ذوق کی مشہور عاشقانہ غزل پر برجستہ مصرعے لگائے تھے جس سے آپ نے اپنے دلی قومی درد کا اظہار کیا تھا۔ فرماتے ہیں۔

مٹ گیا علم و ہنر اور اڑھ گئے سب القیا      نب ہماری قوم کے سید ہوئے ہیں پیشوا  
 حسرت و افسوس اسلام نے اُمدم کہا      وہ جنازہ پر مرے کس وقت آئے دکھنا  
 جبکہ اذن عام میرے اقربا کہتے کو ہیں

علم فن کے سیکھنے کی قوم کو ہے احتیاج      کیونکہ یاں جہل مرآت کا مرض پھیلا ہوا ہے آج  
 ناسخوں کی ہند جو اس کے لئے سوز مزاج      میرے سودا کا اثبات کہ نہیں سکے علاج  
 یوں ہی خطی بنطریا لیتو لیا کہنے کو ہیں

صاف کہتا ہوں اگرچہ ہوسیکو نالوار      ظاہر ہیں قوم کی حالت پر اپنے اشکبار  
 ایک خربہ نہیں رتے تا اس پر نثار      ہر صفائے دل وہی ہمیں عیاں ہو کر نثار

یوں تو آئینوں کے دل بھی با صفا کہنے کو ہیں  
 قوم کی تیری ہونی جب خد میں کچھ دار گیر  
 تو نے دلوالی نجات اور سید رشید نصیر  
 کام کرنا ہو انوں کے اگر چہ تو ہے پیر  
 میں ترے ہاتھوں کے قرباں واہ کیا آیت  
 سب دہان زخم بچھ کو مر جا کہنے کو ہیں

اسی کے ساتھ مولوی صاحب نے اسی طرح میں حضرت مومن دہلوی کی غزل پر بھی  
 نصیحت کی تھی اُس کے چند بند نقل کرنا  
 خالی از دچسپی نہ ہوگا - وہ ہوندا  
 آج ہم اس بزم میں کچھ ماجرا کہنے کو ہیں  
 قصہ بیخ و الم درد و بکا کہنے کو ہیں  
 یعنی اپنی قوم کا ہم مرثیہ کہنے کو ہیں  
 نالہ ہی کئے ہو گو ہم مدعا کہنے کو ہیں  
 لب نہیں ٹھکنے ہیں اب کیا جانے کیا کہنے کو ہیں

جو تیرے بندے ہیں اور اسلام وہ ہیں پناہ دشا  
 زندہ جاوید ہو جاتے ہیں مر کر اولیا  
 خاک میں ملنے سے آنکو رتبہ اعلیٰ ملا  
 دیکھو تو کس حال سے کس حال کو پہونچا دیا  
 بخت تیرے عاشقوں کے نار سا کہنے کو ہیں

سید والا نسب نے قوم سے اپنی کہا  
 میں نے کی اصلاح تیری اور یہ پایا صلا  
 کوئی ملحد جھکو بتلاتا ہے کوئی دہر یا  
 دوست کرتے ہیں ملامت غیر کرتے ہیں گلا  
 کیا قیامت ہے مجھی کو سب بُرا کہنے کو ہیں

بخت برگشتہ ہماری قوم کا بولایہ بات  
 جمع ہیں یاں جو سب اور سید والا صفا  
 میرے شکوے سب کرینگے رند ہو دیں یا ثقات  
 میں گلہ کرتا ہوں اپنا تو نہ سن غیروں کی بات  
 ہیں یہی کہتے کو وہ بھی اور کیا کہنے کو ہیں

سُن کے کچھ سب کے مجھ سے میر جلس نے کہا  
 حضرت بے مل تمہیں بھی آج کچھ کہنا ہو کیا ؟

عرض کی میں نے اجازت ہو اگر امی پیشوا شکوہ حرف تلخ کا یا شور بخشی کا گلہ

ہم جو کچھ کہنے کو ہیں سوئے مزا کہنے کو ہیں

رفاہ عام کے کاموں سے کوئی نیک تحریک ایسی نہیں ہوتی جس میں آپ

دامی درجو یا قدمی شریک نہ ہوتے ہوں اس ہمدردی

موقعہ پر ایک خاص تحریک (چندہ حجاز ریلوے)

قابل الذکر ہے۔ محرم ۱۳۲۷ھ (۱۹۰۳ء) میں جب ملا عبد القدوم صاحب سید آبادی

صدر مجلس چندہ حجاز ریلوے کی طرف سے دورہ کرتے ہوئے بدایوں پہنچے

تھے تو بدایوں میں سب سے پہلے شخص مولوی محمد رضی الدین صاحب تھے

جنہوں نے اس کا رنجیر کی اہمیت اور ضرورت کو سمجھا چنا چندہ آپ کی زیر صدارت

ایک انجن اس مقصد کے پورا کرنے کے لئے قائم ہوئی اور ایک معتد بہ رقم آپ کی

کوشش سے جمع ہو کر قسطنطنیہ کو بھیجی گئی۔ وہاں سے اس کو کشش کے صلہ

میں نہایت عمدہ الفاظ میں شکریہ ادا کیا گیا۔ اور تغذیہ اور قرآن سلطانی عطا ہوا۔

تصنیف و تالیف جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں عہد جوانی میں آپ کو

شعر شاعری کا مذاق تھا اس زمانہ میں غزل تصنیف

مشنوق سب ہی کچھ آپ نے لکھا لیکن افسوس کہ آپ کا کوئی مستقل دیوان

موجودہ مطبوعہ نہ ہونے کے ہماری نظر سے نہ گذرا۔ اب مدت ہوئی کہ آپ نے

عاشقانہ کلام بالکل ترک کر دیا ہے نہ آپ اپنے پہلے کلام کی اشاعت پسند کرتے ہیں

۱۳۲۷ء میں آپ اپنے وطن مالوف میں حضرت خواجہ ضیاء الدین بخشیشی مد کے

مزار پر نقشہ لیتے گئے اس کے قرب و جوار میں دیگر قبور اور مزارات بزرگان دین

کو بے نام و نشان پایا تو آپ کے دل پر ایک خاص اثر محسوس ہوا جسکا نتیجہ کتاب تذکرۃ الواصلین ہو جو ۱۳۱۵ھ میں تالیف ہوئی اس کتاب میں آپ نے حتی المقدور تمام مشاہیر بزرگوں کے حالات اور ان کے مزار کا پتہ لکھا ہے۔ جو دو فصلوں پر منقسم ہیں۔ فصل اوّل میں شہداء اور ان کے مزارات کا ذکر ہے جبکہ نمبر شمار صرف ۱۵۱ ہے۔ فصل دوم میں زمانہ قدیم سے زمانہ حال تک کے اولیاء کرام کا جن کا وصال ہو چکا ہو اور جو تعداد میں ۷۹ ہیں اور جن کے مزارات بدایوں میں واقع ہیں بیان کیا گیا ہے لیکن مولف نے اس فہرست میں بعض ایسے نام اور اولیاء اللہ کو بھی شامل کر لیا ہے جو بدایوں کی سرزمین میں مدفون نہیں ہوئے لیکن باعتبار مولد کے بدایوں کو ان سے نسبت حاصل ہے۔ مثلاً حضرت محبوب الہی بدایونی رحمۃ اللہ علیہ یا مولانا شاہ سلامت اللہ صاحب بدایونی۔ اگرچہ اس سے پہلے بھی بدایوں کے متعلق اولیاء اللہ کے حالات میں کتابیں فارسی اور اردو میں لکھی گئیں لیکن ایسی کتاب کی جس میں زمانہ حال کے اولیاء اللہ کے حالات بالتفصیل مل سکتے ہوں اور زمانہ قدیم کے حالات مع سنہ ولادت و وفات معلوم ہو سکیں سخت ضرورت تھی مولف تذکرۃ الواصلین نے حتی الامکان تاریخ ولادت و تاریخ وفات تحقیق کرنے کی کوشش کی ہے اور اکثر موقعوں پر وہ کامیاب بھی ہوئے ہیں۔ جس بزرگ کے متعلق ایسی تاریخیں کتب تواریخ کی چھان پھٹاک کرنے کے بعد بھی دریافت نہیں ہو سکیں وہاں معذوری ظاہر کی ہے۔ جو لوگ اولیاء اللہ کے مزارات کی زیارت یا آثار قدیمہ کی سیر و سیاحت سے شوق رکھتے ہوں گے

اُن کے لئے یہ ۲۸۰ صفحہ کی کتاب ہمیشہ کارآمد ثابت ہوگی اور آئندہ نسلوں میں مولوی صاحب کا نام شکرگزاری کے ساتھ لیا جائیگا۔ اس کے بعد آپ نے ایک دوسری کتاب فن النساب میں لکھی جس سے عموماً شیوخ صدیقی بدایوں کے نسب پر روشنی پڑتی ہو اور خود مولف کے خاندان کے مفصل حالات اُس میں درج ہیں۔

**کنز التاریخ** زمانہ تالیف تذکرۃ الوالدین میں آپ کو یہ خیال پیدا ہوا کہ اس کتاب کی تکمیل اُس وقت ہوگی جبکہ ایک دوسری کتاب بدایوں کی مکمل تاریخ کے طور پر لکھی جائے ممکن تھا کہ آپ کو اپنے کاروبار کی مصروفیت اور عدم الفرصتی پہلک کی اس خدمت سے باز رکھتی لیکن بعض احباب کے اصرار نے آپ کو مجبور کیا کہ آپ اس کام کے لئے بھی کچھ وقت نکالیں باوجود صبح سے شام تک اہل مقدمات کا جھگڑا رہنے اور پھر ہی کی پابندی وقت کے آپ نے شب کا وقت اس تالیف کے لئے مقرر کیا اور بصرف کثیر انگریزی عربی فارسی کتابوں کو جمع کیا کتبوں اور فرمانوں کو ہم پہونچایا اور اُن سب سے ایک نا در مجموعہ تیار کر کے پہلک کے سامنے پیش کیا جو کج ناظرین کے مبارک ہاتھوں میں پہونچتا ہے اور جس کا تاریخی نام کنز التاریخ ہے۔ اگرچہ اس سے پہلے بھی در ایک چھوٹے چھوٹے رسالے اس مضمون پر تیارے بعض اہل وطن کے قلم سے نکل کر شائع ہوئے ہیں لیکن اس کتاب میں جو جامعیت کی شان ہے وہ سب سے علیحدہ ہے۔ کسی مقام کی تمدنی یا پولیٹیکل تاریخ پڑھنے سے پہلے اُس کے جغرافیہ سے علم حاصل کرنے کی ضرورت محسوس ہو کر تھی ہو مولف نے

اس کا بھجی کا خاکہ لکھا ہے۔ جغرافیہ کے باب میں آب و ہوا دریا معدنیات تقسیم پر گنہ جات حد و ضلع حد و سماعت تقاریر و اپوائی وغیرہ کے تغیر و تبدل کا بیان لکھا ہے۔ دو بدایوں کی وجہ تسمیہ پر کافی بحث کی ہے بعد اس شہر کی ابتدا آبادی کا پڑنے کتبوں اور تاریخوں سے مدد لیکر پتہ لگایا ہے اور مشہور قدیم عمارات کا ذکر مع ان کے کتبوں کی عبارت کے لکھا ہے کل مساجد اور مناد کی فہرست دی ہے۔ خاص شہر سے گزر کر ضلع کے مشہور قبیلات کا حال ہے۔ حالات بنارس کے عنوان کے ذیل میں ۱۸۵۷ء (ابتداء عہداری گورنمنٹ) سے گزشتہ بندوبست (۱۸۵۹ء) تک کے مفصل حالات اور ایک دوسرے بندوبست سے جو فرق سرکاری مالگنداری اور زمینداروں کی حالت میں ہوا ہے اس پر تفصیلی بحث کی گئی ہے اس کے بعد مردم شماری کا بیان نہایت دیکھ بھپ اور کارآمد اطلاعوں کا مخزن ہے ۱۸۵۷ء سے ۱۸۵۹ء تک ہر دس سال کے بعد جو مردم شماری ہوئی اور اس میں جو کمی بیشی آبادی میں آئی اس کو مع وجہ کے یا بہر ضلع کی صنعت و حرفت اور تجارت کے متعلق بھی مفاروشنی ڈالی گئی۔ مدارج کو طوکر کے اصل تاریخ شروع ہوتی ہے پہلے ہنود حکم الزوں کے نام حالات ہیں جو زیادہ تر مختلف کتبوں سے اخذ کئے گئے ہیں اس کے ا روایان اسلام کی تاریخ ہو جس کی ابتدا تیرہویں صدی عیسوی سے کہ سلطنت ہندو غلاموں کے خاندان میں آئی تھی شمار کی گئی ہے بعد سلطنت ہندو غلامی تغلق مغلیہ وغیرہ مختلف خاندانوں میں رہی ان سے جو گورنر بدایوں کے لئے وقتاً فوقتاً مقرر ہوتے رہے ان کا ذکر



بقیت تاریخ وسنہ کیا گیا ہو۔ بعدہ نواب وزیر کی سلطنت کا حال اور آخر میں  
 روسیہ لکھنے کا جس میں بدایوں بھی شامل تھا ایسٹ انڈیا کمپنی کو تفویض ہونا  
 نہایت شرح و بسط کے ساتھ لکھا گیا ہو۔ اُس کے بعد انگریزی عہد کا آغاز ہو  
 ایسٹ انڈیا کمپنی کے عہد کی انتظامی حالت کا ذکر اور اُس وقت کے صاحبان  
 ضلع کی فہرست ہو جس کے ضمن میں ۱۷۵۷ء کے دردناک واقعہ کی تفصیل دی  
 گئی ہو۔ اور یہ وہ موقع ہو جہاں سے خود مولف کے زمانہ کی تاریخ شروع ہوتی  
 ہو۔ اس وقت سے اور اب تک کے جو واقعات تاریخ میں درج کئے گئے ہیں ان میں  
 قریب قریب تمام واقعات مولف کے چشم دید ہیں۔ مسٹر لمب کے وقت میں  
 محترم کا مشہور قصہ نہایت تفصیل کے ساتھ لکھا گیا ہو اور چونکہ وہ آپ بیتی سرگزشت  
 تھی اس لئے اُس کا اس خوبی سے قلمبند کرنا کہ تاریخ کے مولف ہی کا حق تھا۔  
 اگرچہ کتاب کی تالیف ۱۷۹۱ء میں ختم ہو چکی تھی لیکن ناتمہ کے بعد مولف نے  
 اپنی کتاب کو اپنی ٹوڈیٹ (تاریخ اشاعت تک مکمل) بنانے کی غرض سے  
 ۱۷۹۷ء تک کے ضروری واقعات بطور تہتمہ کے لکھائے ہیں۔ کتاب کے ساتھ  
 تمام ضلع کا بڑا نقشہ اور خاضہ شہر کا نقشہ جس میں مشہور مشہور عمارات کا موقع دکھا  
 گیا ہے چھپا گیا ہو۔ جو ناظرین کو کتاب کے مطالعہ کے وقت ضروری مقارنہ  
 کا موقعہ بتلائے ہیں۔ اور یہ کتاب مولف کا طرز بیان بالکل بے ساختہ اور صاف  
 ممکن تو ان کی کمال کے تعلیم یافتہ لیونان کہ تاریخ کی عبارت میں انگریزیت  
 کا شمار نہایت کم ہے۔ ان کی عبارت کی نظربندییں لیکن اگر وہ غور سے  
 دیکھیں گے تو ان کو معلوم ہو جائے گا کہ یہ لیسوی عبارت ہے۔ جس عام فہم کے

زبان میں تاریخ لکھی ہو وہی مناسب حال تھی انہوں نے نہ تو غیر مانوس  
عربی اور فارسی کے الفاظ کو زبردستی ٹھونس کر معمولی پڑھے لکھے اُردو دا  
شخص کے لئے اُس کو چستان بنایا ہو نہ خواہ مخواہ باوجود انگریزی نہ جاننے  
کے سنئے سنائے انگریزی الفاظ کو اُس میں جگہ دیکر انگریزی دانوں کا سُنہ چڑھایا  
تمام واقعات کو آپ نے بے کم و کاست لکھ دیا ہو۔ بعض ایسے واقعات پر  
جس میں پُرانے مورخ مختلف الراء ہیں آپ نے ایک وسیع نظر  
مورخ کی حیثیت سے محاکمہ کیا ہو۔

غرض یہ کتاب ابتداء کے زمانہ سے جبکہ بدایوں آباد ہوا اور اس وقت تک کے  
حالات کا آئینہ ہو اس کے پڑھنے سے موجودہ اور آئندہ نسلیں اپنی ترقی  
و تشرل کا بخوبی اندازہ کر سکتی ہیں۔ اس وقت بدایوں ایسے قدیم اور مردم خیز  
خطہ کے حالات پر یہ کتاب تاریخی دنیا میں آپ ہی اپنی نظیر ہو۔ ممکن ہو کہ  
اس کی اشاعت کے بعد اور علم دوست اصحاب بھی اس طرف توجہ کریں لیکن  
ہم بلا خوف نزدیک کہہ سکتے ہیں کہ مولف کتاب ہمارے آئندہ مولفین کے لئے  
اس قدر تاریخی مواد جمع کر دیا ہے کہ وہ اُس کی محنت سے بے نیاز نہیں ہو سکتے  
اور اُس کے احسان سے سر نہیں اٹھا سکتے۔ بدایوں کے متعلق جو تاریخی غائب  
ہ زمانہ میں تقریباً کچھ نہیں کی ممکن ہو کہ وہ اس سے زیادہ دل لہانے والی ہوں یا  
زیادہ خوشنما ہوں لیکن جب اُن محلات کی بنیاد کو تلاش کیا جائے گا  
سرخ ہی کا میٹر بل ہوگا۔

ہم اپنے اس ریویو کے جسے ہمیشہ ایک پرنٹر اور پبلشر کے ہم نے لکھنے کی

جرات کی ہو اپنے اہل وطن کی خدمت میں ایک گزارش پیش کرنے ختم کرتے ہیں۔

معزز ناظرین آپ کو اس تاریخ کے پڑھنے سے اندازہ ہو گا کہ سنگ بنیاد جانے کی تاریخ سے اب تک بدایوں نے صد ہا انقلاب دیکھے اور سب سے انقلاب اسلامی سلطنت کا برٹش حکومت سے تبادلہ ہو۔ برٹش حکمران کیا آئی گویا تمام ہندوستان کی کاپی پلٹ گئی اور بدایوں بھی اس اثر محفوظ نہ رہا۔ اس نے بھی اپنی پوشاک کو اتار کر نئی کینچی فوراً نہیں تو رفتہ بدل ہی ڈالی جہرہ دیکھئے نئی حال نئی رسمیں نیا علم نیا ہتھیار لوگ نہ ساتھ دے رہے ہیں وہ دولت مند ہیں برخلاف اس کے جو اپنی آن پر محالہ ہیں ان کی حالت تباہ۔ ان کی اولاد نان شبینہ کو محتاج ہو۔ افسوس وہ جو علم و فضل کی کان سمجھا جاتا تھا اب اس کی تمام علمی مجالس برہم نظر آتی اس کی خانقاہیں بے چراغ ہیں اس کے مدارس ویران ہیں۔

اسی بدایوں کے نام پر فخر کرنے والے نوجوان کیا تم بدایوں کی گذشتہ تاریخ اور یہاں کی قدیم عمارات کے متعلق تاریخی معلومات حاصل کرنے کے بعد بھی اپنا اور اخلاقی ترقی سے غافل رہو گے۔

یہ غفلتیں مبادا اب روز بد دکھائیں  
دھندلے سے کچھ نشان ہیں ڈھکی کھٹی زبانیں (حالی)

اطلاع اس کتاب کا حق تالیف محفوظ ہے باضابطہ رجسٹری ہو گئی ہے۔  
کتاب خانہ کتبہ - مینجر ذوالقرنین بدایوں - قیمت کاغذ عمدہ - کاغذ قسم دوم  
صفہ اول جلد صفہ اول جلد

